

# مراۃ الغیب



دیوان اوّل

جناب امیر مینائی مرحوم

کتاب نمبر (A3230)  
اسطوری کتابیں  
چار منہا رحید و اہلادہ کی

قیمت  
مجلد - چار روپے اٹھ اَنے

ناشر  
مکتبہ کلیاں کھنؤ

ٹیلیفون ..... ۵۷۶۵

پرنٹر: شاہی پریس، لاہور

ناشر: شمیم (نہرو ڈسٹری بیوٹرز)





بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## امیر مینائی

حضرت امیر مینائی اردو زبان کے اکابر شعراء میں تھے اور اپنی نسبی اور علمی حیثیت سے بھی ممتاز تھے۔ امیر مینائی اپنے زمانہ میں کھٹو کے شعراء میں سب سے زیادہ مشہور و مقبول تھے۔ ان کی یہ شہرت ان کے علم و فضل، ان کے اخلاق و مزاج، ان کی کثیر تصنیفات اور بلند پایہ شاعری کی بدولت تھی۔ آخری تابعدار اودھ واجد علی شاہ الہی کی بہت قدر کرتے تھے لیکن جب اودھ کی حکومت کا ستارہ گہنا یا اور گہوارہ علم و ادب انگریزوں کے ہاتھوں پڑ ہو گیا تو ابوسفیت علی خاں دانی رامپور نے حضرت امیر مینائی کو اپنے پاس بلا لیا اور بہت ہی عزت و احترام کے ساتھ رکھا۔ علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال اور علیا حضرت خطاہ دکن نے بھی ان کو شاہانہ عنایتوں سے نوازا۔

حضرت امیر مینائی کا پورا نام امیر احمد تھا۔ امیر تخلص تھا اور چونکہ آپ حضرت شاہ مینا کے خاندان سے تھے جن کا تبار مبارک کھٹو میں سرچشمہ فیض عام ہے اس لئے مینائی کہلائے۔ آپ کے والد بزرگوار کا نام مولوی کوہ محمدی تھا۔ حضرت امیر مینائی ۱۶ برس شبان المظہر کو دہلی کے دن سارے دس بجے کھٹو میں پیدا ہوئے۔ یہ شاہ نصیر الدین حبیبی کا زمانہ تھا۔ درسی کتابیں مفتی سعد اللہ اور علمائے فرنگی محل سے پڑھیں۔ امیر مینائی بڑے شگرفراز عابد زاہد اور صوفی منش انسان تھے طب، جفر اور نجوم وغیرہ سے بھی واقف تھے۔ وہ نہایت ذکی، طباع، محنتی، جفاکش اور دھندلہ تھے۔ حضرت مظفر علی آسیر کے شاگرد تھے اور بہت جلد قابلیت میں استاد سے آگے نکل گئے۔

امیر بہت بزرگ شاعر تھے۔ انھوں نے بہت سی کتابیں شریں بھی لکھی ہیں۔ ایک دیوان خدیج میں تلف ہو گیا تھا پھر ۱۸۹۵ء میں آتشزدگی سے آخر تصانیف بل کو خاک ہو گئیں۔ ان کے دو دیوان

”مرآۃ الغیب“ اور ”صنم مناد عشق“ کا شقہ رنگ میں ہیں۔ صحاح منہاجہ انبیاء

نغمۃ کلام کا بحر ہے۔

آج کل کے شعراء نے تقدیر اور ترائیں عموماً اور نہ اسحق و ایشی اور امیر و شمس  
خبر صاف و بجا ثابت ملاست ہو رہے ہیں انیس حالت میں امیر صلیانی کے کلام کی اشاعت کرنا  
ان کے کلام پر اثر اور شمس کو بڑی جرات کی بات ہے لیکن ان کی زندگی کا سب سے بڑا کام ان کا  
شاعری میں سنا ہے اپنی شاعری بھی کی بدولت وہ شہور مآثر ہوئے اس لئے ضروری ہے کہ ان کی  
شاعری کو باقیوں پر پڑھایا جائے۔

امیر صلیانی کو صرف شاعری پر کچھ قدرت حاصل تھی وہ کچھ مکتوب بھی لکھتے تھے  
کبھی جرات تھے تو کبھی انصاف و انشراح و انصاف و انشراح و انشراح و انشراح  
نادر و شہادت دل نشیں استعارات و محاورات اخلاق و اصول کی باتیں قدرت و مدد و مدد و مدد  
درہ معاملہ بند کیا اور انداز و غیرہ کی شاعرانہ لطافتوں سے ان کا کلام بالاعمال ہے۔ قافیہ میں سونے کا  
مضمون چاہتا تھا وہ اپنی بدولت طبع کے زور سے دیرپا ہی مضمون اسے عطا کر دیتے تھے اور شعر میں  
کوئی نہ کوئی لفظ ایسا رکھ دیتے تھے کہ بلاغت کا دریا بہنے اور فصاحت کا سمندر جھپٹ مارنے لگا تھا  
امیر کے لئے یہ کہا جاتا ہے کہ وہ شاعر پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ اپنے آپ کو اپنے علم و فضل  
کے زور سے شاعر بنا لیا تھا۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے اس لئے کہ جو شخص فطرتاً شاعرانہ طبیعت لے کر  
نہیں آیا وہ خود کو ایسا قادر الکلام شاعر بنا ہی نہیں سکتا اور پھر واقعات شہر ہیں کہ امیر صلیانی  
نے بچپن ہی سے شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔

ابو آتابہ ہر بار پرستہ نہیں مانی اس غم سے مرے آفتوں کی بڑی دانی  
یہ شعر اس وقت کا ہے جبکہ امیر نو برس کے طفل تھیں تھے۔ اس لئے دعوے کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے  
کہ وہ قدر شااعر پیدا ہوئے۔ ان سے انھیں دیگر خصوصیات کے ساتھ یہ فرقہ بھی ملا اور اسی چیز  
نے ان کو شہرت کے بلند پایہ بنا دیا۔

امیر کو ہر ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ان کے یہاں آمد نہیں ہے اور وہ ہے اور اس کی وجہ یہ  
برائے کی جاتی ہے کہ امیر کے یہاں عشق کی مجازی کثرت نہیں ملتا اور اس کے بغیر واردات محبت  
کی صحیح تصویر کشی اور جذبات نگاری ممکن نہیں اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ واردات محبت کی  
صحیح تصویر کشی اور جذبات نگاری کی قوت خدا داد ہوتی ہے۔ اس کا انحصار شاعرانہ قوت پر  
ہوتا ہے اور جس کو خدا کی طرف سے یہ قدرت و دلچسپی ہو جائے اس کے لئے یہ بات دشوار نہیں ہو سکتی۔



دو قول عالم کے کچھڑوں سے کچھڑا دے یا رب  
زندگی ہندس حسرت سے ہوئی ہے آخر  
خلق کے سرور شاخ محشر صلی اللہ علیہ وسلم  
نور عجب، نیر اعظم، سرور عالم، مونس آدم  
خیر چاہیں عرش مکان ہیں شاہ شہاں ہیں سیف زبا ہیں  
قلعہ عالم کعبہ عظم، سب سے مقدم راز کے محرم  
دولت بنانا خاک برابر ہاتھ کے خالی دل کے تو ننگ  
رہ پر رومی، ہادی عیسیٰ، تارک دنیا، مالک عقبی  
سرور ماں، پھر و گلستان، جہتیاں، مہر و نشان  
پھر سے ملور مشہ ریشہ نعت اُمیدوار اپنا ہے پیشہ

اپنے محبوب کو اک بار دکھا دے یا رب  
اب تو وہ روشہ پر نور دکھا دے یا رب

مرسل داور خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
نورج کے ہمدم خضر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم  
سب پر عیاں ہیں آپ کے جوہر صلی اللہ علیہ وسلم  
جانِ مجسم روح معبود، صلی اللہ علیہ وسلم  
مالک کشتہ رخت نہ انصر صلی اللہ علیہ وسلم  
ہاتھ کا نیکہ خاک کا بستر صلی اللہ علیہ وسلم  
سنبھل بچاں، زلفِ معنیہ صلی اللہ علیہ وسلم  
درد ہمیشہ رہتا ہوں پر صلی اللہ علیہ وسلم

امیدار مینائی کی عاشقانہ غزل رنگ برنگے پھولوں کا ایک گلہ مستہ ادبِ قلمی ہوا ہر کا ایک  
نوزیہ ہے مثلاً "گلستان کا" "ریاں کا" اس زمین میں ایک گریباں ہی کے قافیے کو کیسے تو آپ کو پتہ  
چل جائے گا کہ آج میرے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں اور اشعار کہنے متفرق رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔  
تہیں سودا فقط و صرف کو اس کے دور و اماں کا  
مرے ہی ساتھ دامن اٹھا کر ناز سے چلتا  
نہ ہو گا بند جب تک نقد جہاں باقی ہے قالب میں  
نظر آیا وہ پہچان ہوتے ہوتے رہ گئے وحشت  
کہاں رہا تھا وحشت میں کہ نامہ یار کو دکھتا  
ترو کیا جو تم کو یہ تو دھنا نکوں میں اچھا ہے  
غافل امید مینائی محرم اپنی قوت شاعری کی بدولت پُر رنگ ہیں بہتر شہر کہاں کہتے تھے ان کے دوا دیں پڑھئے

ایسے گلہ بستے محرم پڑ گئے تہیں گلستان اور دھوکے چرس کے پھول کیونکہ نظر اُس کے رنگ کا اعتبار سے بھی اور دھوکے کی خاک  
میں یعنی قلمی سے لیکر اپنے صاحبِ قلم کی شاعری عہدِ عرب و قبلہ میں رہی ہیں جو نعت کے استاد مشہور  
مردوں سے ہیں امید مینائی نے ہر دھوکے نما شاعر کے پہلے پہلے پروا کر لی کہ شش کی ہر شاعرانہ قوت و تہذیب  
کا اس بہتر کیا ثبوت ہو سکتا ہو آپ بھی ایسے استاد کا کلام ملاحظہ فرمائیں گے تو یقیناً اس کا مستاد کی کمال پہچان ہو جائے

شمیم انہونی (ایم۔ اے)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قصیدہ در مدح جناب مستطاب بلال رکاب انجم خدم نواب  
محمد کلب علی خان بہادر دام ظلہم اقبالہم شمسناظرہ دانش و دہم

تخت کا غدیہ ہوا صدر نشین شاہ قلم  
ہیں جو یہ عرصہ کا غدیہ حروف و حرکات  
ہے فصاحت جو مصاحب تو ناغت و دیکم  
مستحب ہیں جو مضامین تو سانی ہیں لطیف  
اہل دفتر نے جو کی کھول کے بستوں کی نشست  
کبھی منصب کبھی تقسیم میں دیں جاگیریں  
وقت دربار ہوا جمع ہوئے مجرائی  
سامنے آنے لگے خیر طلب بہر سلام  
رد برد و خسرو حجامہ فلک فر کے نگاہ  
ہوئی بحرے سے بخوبی جو فراغت حاصل

دارے طبع کی صورت میں الف تک علم  
یہی لشکر ہے یہی فوج یہی خیل و خدم  
وزرا مرتبہ و دبیری و جہاد و حشم  
ہیں وہی گنج و خزانہ وہی دینار و درم  
گردن فشی گردوں ہوئی تسلیم کو خم  
شعے لکھے گئے ہونے لگے فرمان رقم  
عقل فہم و خرد و ہوش و تدبیر و حکم  
مرد ہا تھا جو ادب کا وہ بکار ابیہم  
تا ابید سلطنت پشت و پناہ عالم  
مسند حکم ہوئی مطلع انوار قدم

رو برو دستخط خاص کولایا کاغذ  
 عرضیاں گزریں خالق کے برائے مطلب  
 بعد اخبار کے پہچوں کی جو نوبت آئی  
 کہ ملازم میں جو سرکار کے دانش و دہم  
 بحث اک بات کی دونوں میں پیری ہو  
 حکم عالی یہ ہوا جلد کرد حاضر بزم  
 حاضر بزم ہوئے وہ تو ہوا یہ ایما  
 عرض دانش نے یہ کی روز ابد تک قائم  
 بندہ خاص نے دیکھے ہیں ہر احوال  
 ایک عالم ہے خاک جہاں خرد من زکی  
 نام ہے کلک علی خاں بہادر حمیہ  
 علم میں علم میں جو دو کر وحدت میں  
 جسمیں جو بات ہو کیونکر اسے کوئی نہ کہے  
 میرے کہنے کو ذرا دہم نے یاد نہ کیا  
 کہ کمالات کا حصہ ایک میں ہو ناممکن  
 کیسے کیسے نہیں گزریں میں ہر عین نامی  
 سارے عالم میں ہر سچیاں کی تھیں ہو  
 کسکو معلوم فلطوں کی نہیں جو حکمت  
 پیار سو ہمت حاکم کا ہے آوازہ بلند  
 تو جو کہتا رہے کہ ان سب سے بڑھ کر کوئی  
 میں یہ کہتا ہوں میں دعویٰ میں ہوں کا صاد

حکمت الدولہ جو تھا منشی یا تو ترقم  
 لب ہوئے لعل فشاں کھل گئے ابوالکرم  
 نئے مضمون کا اک پرچہ ہوا پیش اسد  
 در دولت یہ ہر ہنگامہ لڑے میں باہم  
 کہ ہم گتھ گئے ہیں صورت خط تو ام  
 دیکھیں کیا کہیں تھیں خود دونوں ہم کو حکم  
 کیوں لڑے کیا سبب کیا ہو گا ہون ہم  
 یہ حکومت یہ ایالت یہ شہادت یہ حشم  
 حکمرانان زمانہ رؤسائے عالم  
 صاحب علم و مہر معین اخلاق و کرم  
 جسکے خدام ہیں ہم مرتبہ قیصر و قلم  
 ہے وہ یکجا ہے زمانہ سراقس کی قسم  
 پیش انصاف گزریں حق کا چھپانا ہر قسم  
 بلکہ مارا رہ انکار میں منکر نے قدم  
 کارخانہ ہے خدا کا نہیں خالی عالم  
 خواجگان عرب تان و صنادرید کرم  
 سارے آفاق میں کسری کی عدالت جو عالم  
 حکم نادر ہر عیاں جلوہ نما عشرت ہم  
 شش جہت پر ہر عیاں سے ہر تھیں ہم  
 زعم باطل جو نقطہ مانتے ہیں کب اسے ہم  
 ہیں دلائل جو ہوں گوش شنوا گوش اہم

کچھ یہ سنتا نہیں انکار یہ باندھے ہے کمر  
ہو گیا حکم کے ہاں محکمہ بحث ہو گرم  
دہم بولا کہ مجھے عدل میں پہلے ہے کلام  
فی البدیہہ اسے دانش نے دیات یہ جواب  
میرے مدد و مدد کا وہ عدل جو تھا عدل مول  
کفر و اسلام کے آئیں میں ہو ظاہر تفریق  
چپ ہو او کم کہا خیر یہ مانا میں نے  
ہنس کے دانش نے کہا یہ بھی نہیں سمجھا تو  
وہ بھی دیتا تھا خلائی کو جو دیتا تھا خدا  
بیش ازین نیست کہ دعوت میں کیا کرتا تھا فتح  
میرے مدد و مدد کی کشور نے خزانہ کی ہو حد  
اسے سائل تھے قبیلے میں نبی نے کہا  
روز پاتے ہیں زر و نچ ہزاروں سائل  
کرتے ہیں صاحب زر ہو کے غنی زر بخشی  
بات منقول تھی کچھ دہم کو آیا نہ جواب  
بہر کچھ دیر کے بولا کہ رہا اب یہ کلام  
کس جوان مرد نے مانا نہیں لوہا اسکا  
سنکے اس بات کو دانش کو ہوا کچھ جو سکوت  
شاہنامہ نہیں کیا تیری نظر سے گزرا  
سیستان میں تھا نقطہ ایک مگر نام سائل  
میرے مدد و مدد کی جرات تھی بھلا اس میں کہا

اب جو ہیں اسلئے جنگ یہ آگے تھے کہاں  
 اسپہ پڑ جائے صف فوج عدو میں بھاگڑ  
 اسمیں بھی بند ہو ادم تولى اور ہی راہ  
 کی یہ تقریر کہ اچھا نہ سہی ذکر نبرد  
 جام حشیدہ کی پوشیدہ نہیں کیفیت  
 سینکے دانش نے کہا خوب کہاں تھکوتیز  
 فرض کردم کہ جیتا ہوں سب اسباب نشاط  
 آپ ہی میں جو ہوا سکو ہو حاصل کیا خاک  
 اگلے لوگوں میں کہاں تھی یہ تراش اور تراش  
 پیر بن رشاک چہن بوقلموں رنگ برنگ  
 خوبصورت وہ حسیں ماہ جبین پیش نظر  
 کباب و طاؤس کی رفتار تو جیسے کی کر  
 رقص وہ جس سے سر اسیمہ ہوتاؤں فلک  
 جام جم سے اگر آئینہ تھا احوال جہاں  
 طرح میں وضع میں تر صبیح میں ایکادو میں  
 نہ چلی وہ ہم کی اس میں بھی تو بولا مجید  
 حکم تاد رکافلا طوں کی ہے حکمت باقی  
 کہا دانش نے کہ یہ بات بھی دشوار نہیں  
 دجر ترجیح کی نادر سے تو یہ حکم میں ہے  
 آنکھیں کئی نہیں نادر نے نکالیں بجرم  
 کسکی گردن یہ نہ نادر کی چلی تیغ جفا

نہ یہ تو ہیں نہ یہ گولے تھے نہ سیل نہ بلم  
 سر میدان خود کارے صفت شیر اجم  
 رزم سے بھیر کے دھرا بزم میں ناچار قدم  
 کئے آراستہ کی بزم طرب صورت جم  
 جس سے تھا پیش نظر آئینہ حال عالم  
 مست و مدبوش کو کیا ذائقہ ناز و نعم  
 مطرب ساتی و نقل دمی و اصوات و نعم  
 لذت سامعہ و ذائقہ و قوت ششم  
 یہ نفاست یہ نزاکت یہ لطافت یہ شیم  
 زیوروں میں دو چمک نور کاجن میں عالم  
 خم خم زلف رسا آئینے زانو شکم  
 آنکھیں وہ شہنشاہ کہ آہوئے غزالان رزم  
 کان زہرہ بھی پکڑے و مزا سیر و نسیم  
 راز کوئین سے آگاہ یہاں دل ہر دم  
 مستخر ہیں سر اسر قدما سے اقدام  
 خیر قابل ہوں پر اسے فارق انوار و ظلم  
 فرق ان کا بھی سڈوں کوں سدا کوں بزم  
 لائق مدح ہے حمد و مدح ہے ہاں قابل ذم  
 وہ ہمہ ظلم و ستم تھا یہ ہمہ عدل و کرم  
 سرمد روشنی چشم ہے یاں خاک قدیم  
 گردنیں سیکڑوں احسان سے اسکے ہویم



بیٹھ کر خم میں ہوا راہی اقلیم عدم  
پھیل کر قطرہ نہ دریا سے کبھی ہوا عظم  
دل صفا سے ہے یہاں مطلع انوار قدم  
وہ اگر ہیئہ دوزخ تو یہ ہے سرو لہم  
ختم کیا سر کو لیے دوڑ کے دانش کے قدم  
بہر تقسیم کھانسن کہ تو ہے نیک شہم  
وصف محمود جویں اور وہ اب کتبہ ہیں  
ایک ہی فرد ہے پختا ہے وہ خیر عالم  
یہماں سیکڑوں ہر شام ہر خواں کم  
کیہیا کرتی ہے ادن کو نظر فیض شہم  
گھر میں مبتوں کے لگیں آئینے قد آدم

ادر حکمت میں فلاطوں کا ہو کیا ذکر کوہ  
یہ وہ دریا کہ خم چرخ جہاں ایک صبا  
طرقہ حکمت کی نجی سے بھی وہ قائل نہوا  
کفر ایمان میں بڑا فرق ہو لازم و تخیر  
جب نے ایسے براہین یہ ہوا ہم کا حال  
چشم الطاف سے دانش نے بھی کی انظر  
یہ تو تھے تیرے سوالات کرانے ہم کو  
علم میں حکم میں الطاف میں انائی میں  
ہر سر مشغلہ فریاد رسی داد رسی  
جتنے جس شہر سے آتے ہیں مسافر جہان  
اس جگہ چاہیے موزوں ہوں کسی مطلع صفا

مطلع

نقش پاراہ میں بنجائے میں دینا دردم  
لو لگائے ہوئے ہوا لام ہو یاد او قسم  
ساحت لوح یہ سمجھئے کہ ہو مید ان قلم  
عوض برگ ہر اک شاخ سپید ابوں دردم  
سنگ پر جیسے پتھر کے پڑے نقش قدم  
کسر نفس اسکو نہ کس طہت کے رخ سے ضم  
صاف پی جائے جو کھائے کوئی جھوٹی بھی ضم  
حسرت اٹھو گویا ہوتی ہے ہوئے ضم نہ قدم  
کہیں ڈھونڈھے نہیں ملتا بڑ نشان سر خم

وقت رقاب زریز عجب فیض قدم  
در دولت کی وہ عظمت ہو کہ جس سے ہر دم  
تنگ دل وہ جو عذر نام جو اس کا ہو دردم  
چشمہ فیض سے اوس کے چشمہ ہو لیا لب  
دلیں وہ سخت دلوں کے بھی جگہ کرتا ہو  
ہے تواضع کا نتیجہ کہ ہے سب پر غالب  
عفو ایسا کہ خطا کا ہے بھی ہر اٹماض  
زائر درجہ شوق میں ہونے میں ردال  
بشیں دولت والا نے یہ پامال کیا

مرکز کاف کی شمشیر سے کتنا سر میم  
وہ میجا ہو تو پھر خلق کا مرنا کیسا  
صور سے کہدے تو وہ بھول بھلیاں بجا  
فیض سے اسکے وہ کرتے ہیں دشنائے تقسیم  
قہر رب کہتے ہیں جسکو وہ عتاب اُسکا ہو  
صر صر قہر چلے اس کی تو ہستی کیسی  
سود غور ہے عدد کیوں نہ زمین پوٹے  
عہد میں اسکے یہ بدخواہ کو ملتی جو سزا  
اثم الٹا ہوا بھی خود ہو گرفتار جنوں  
بت پرستی کا مٹا عہد میں اسکے یہ رواج  
بسکے پابند شریعت ہے وہ مقبول خدا  
کہ کسی راہ کے چلنے میں کسی رہرو کا  
آپ عابد ہے وہ کرتا ہے نصیحت سب کو  
تم یہ ہوتی میں شب روز غازیں جو قصا  
اٹھ گئے کفر کے آئین ہوئی رونق دیں  
ہوتے آذر بھی تو پابند شریعت ہوتے  
تن پہ کیا اسلحہ جنگ نے پایا جو فرخ  
ہے سپر لپٹ مبارک پہ کہ حمزہ کی سپر  
حملہ در فوج عدد پر وہ اگر ہودم جنگ  
کھیت کشتو تکان تیار بھی ہونے پائے  
تھسا یہ روجو عدد اُسکو کیا خون میں تر

نظر میں نظم میں سب طرح کی رنگینی ہے  
کیوں نہ عالی سخن اُس کا ہو کہ جو استفاد  
یہ حکومت یہ ریاست یہ ایالت یہ شکوہ  
سناج کہتا ہے کہ سناج سکندر کا مال  
تاجداروں پہ میں چھایا ہوں یہ جو کو چتر  
اسب کا قصد کہ میں عرش کا پایہ چھو لوں  
تین کہتی ہو کچھ سے دل مرتج ہے آپ  
مدن محمد روح بہت تجھ سے جو دھواں میر  
روک لے روک لے دیوار طبیعت کی غنائی  
نور اقبال رہے اسکی جبین سے ساطع

طلمت بخت سیہ حصہ اعدای دہم

ایضاً قصیدہ ہمدردیم

تا کجا کو تہی اسے دست ہوس کہ جیوٹ  
جیتنا ہو جو سوار ان سخن سے میدان  
بھی گو ہے یہ میدان بھی معنی بھی لفظ  
پی چکے گو کہئے صاف نخی کوئے نوش  
خیم میں نیلے میں ایسے بھی لڑائی نہیں ہڑ  
دو قصیدے جو سے مصحفی و النشا کے  
سخت پتھر سے جو تھے قافیہ ناما نوس  
ذائقہ ہے تو فقط گرمی و بیباکی کا  
ہمت فکر نے باندھی جو کر بہر جواب

آخر آخر یہ ہوئی نظم کی قوت پیدا  
کوسنہ گوش توجہ سے ذرا نظم فصیح  
کر لیا تازہ مضامین کا علاوہ کورٹ  
دہ سے صاف نہیں نام کو تھیں مچھٹ

مطلع

شب دوشنبہ جولی غلاب میں بنے کر دٹ  
کچھ عجیب فتنہ کہ اُس کی جو نظر جائے پٹ  
شعلہ رخسار جفا کا قیامت آفت  
رحم دکھلائے جو منہ دور سے پھر جائے نگہ  
گر پڑی جان پہ زبور کے جاک سے بجلی  
دہ نگاہیں غضب آلودہ ترگاں کی صفیں  
ایکے انحر کا جو لشکر اتر آئے مرخ  
پختہ کار اسکو جو دیکھیں طبع خام کریں  
طرز چہرے کی لطافت وہ سنہری زنج  
آپ ہی چھپر کرے آپ ہی بھر جڑھے  
مستی حسن سے گردن میں کبھی ڈال دے ہاتھ  
پتلیاں آنکھوں کی در پردہ اشارہ دل کہیں  
مانگ لے مانگ دکھا کر کبھی عشاق کے دل  
رخ و گیسو پہ مرے ایسے سلمان بند  
فتنہ حشر کو رکھے تو کب تک زلف سے آگ  
طلاق کا کل وہ پھینکتی میں کہ سر کی کوئی پو  
ہاتھ چھو جائے جو گیسو کو دکھلے کوئی  
دیکھ کر ابرو نے پو پتہ یہ ہوتا تھا گمان

آئی اک حور لقا پاس الٹ کر گھونگھٹ  
ساتھ ہی چرخ پھرے لے یہ زمانہ کر دٹ  
شوخ عیار غضب تہر جھلا دانت کھٹ  
شرم آجائے تو آنکھیں کہیں چل دور ہو پٹ  
کھینچ لے دیکو دہ پوشاک میں خوشبو کی لپٹ  
لشکر جنبہ نہیں دیکھ کے کھائے گھونگھٹ  
کھینچ کر تیغ ادا حیت لے میدان جھوٹ پٹ  
خمر پیش رس حسن میں وہ گدہ راہ پٹ  
دست افشار طلا سے بھی سوار ماہ پٹ  
توسن ناز کو پوئی سے وہ پھینکے سر پٹ  
بے چھوے گاہ بجا کو کی طرح جائے سمٹ  
ناچنے ہی کو جو نکلے تو کہاں کا گھونگھٹ  
باندھ لے گاہ گل کھول کے وہ زلف کٹ  
مقرر ہو گئے تغیر پھرے سب مر گھٹ  
لاچھپے میں اسے دیر نہ کر دٹر جھپٹ  
روک لے مرے تودہ جھپک کے لنگے پٹ  
جس طرح کاٹ کے کالا کوئی جاتا ہو پٹ  
پہلوں دو میں کہشتی میں ہو میں غٹ پٹ

جلوہ گر مردم چشم و صفت ز کائنات یہ صفا  
 پھر کر آنکھ کبے آنکھیں میں زکس کی مٹھی  
 چوری چوری چمن رخ میں جو آجائے نگاہ  
 وصف کچھ لب شیریں کا جو کوئی کاتب  
 بڑھ کے گلبرگ سے بھی وہ کف رنگین نازک  
 آرزو ہر کو مشرق سے نکلے ہر صبح  
 استواں تن میں نہیں لیک یہ ہوتا تھا لگان  
 کس طرح ہونہ گلا کیف مے حسن بکست  
 سینہ آئینہ شفاف شکم حشرہ حسن  
 شور غفلت سنا مے جو رواں ہو وہ گام  
 غرض اس شکل کی مستوتہ کیا جکایا  
 شوق دل نے یہ کہا مست جو یہ سر وہی  
 ہاتھ دامن پہ پٹا تھا کہ وہ پیچھے سر کی  
 چوٹ سی دل پہی ہاتھ گیا جب خالی  
 نہکے ظاہر میں کہا وہ ری ٹھنڈی گرمی  
 چپ رہی پہلے کہا تو یہ کہا دیر کے بعد  
 ہوش میں آؤ ذرا خبر ہے کیسا بوزاج  
 میں وہ ہوں حسا ہی ہوس میں میں نہرا ہا  
 زہرہ بالائے ہلک کشتہ شمشیر نگاہ  
 مرغ دل سیکڑوں شہساز نظر کے میں شکا  
 ذوق و صلت میں ہوئے گور کارے کتنے

چور مٹھی جو درخلد یہ کھولے ہوئے پٹ  
 دس تباہ نہ دے صفحہ کہ ہے غنچہ پٹ  
 زلف مشکیں کی رس باندھے کے پٹ  
 صفحہ سے صفحہ غنچہ دبت کے سبب جاتے پٹ  
 غنچے لیں انگلیوں کی کیوں نہ بلاتیں جاتے پٹ  
 کہیں جو شن کی طرح جاتوں باندھے پٹ  
 گل مغل کی طرح تن میں غضب نہ ہا پٹ  
 پی ہے لٹے میں صراحی کی صراحی غنچہ پٹ  
 موج دریا کے لطافت شکم صاف کی پٹ  
 مردے اٹھ بیٹھیں تہ خاک یہ ہو گھر پٹ  
 نظر آئی تو عجب جی کو ہوئی لپچا پٹ  
 عشق پیچھے کی طرح جاتے مٹی میں پٹ  
 سر قدم تک بھی نہ پہنچا کہ مٹی دور وہ پٹ  
 تازہ پائے سے نہیں کہ وہ پڑی تیغ چوٹ  
 آپ ہی لطف و کرم آپ ہی یہ شخص جھلا پٹ  
 نفی ملاقات کہاں کی کہ یہ تیزی تھ پٹ  
 خفقان سے تو طبیعت میں نہیں گھر پٹ  
 سیکڑوں مر گئے نفی جن کو مرے نام پٹ  
 صلق مزاج کو پھلا لے ہو مری زلف کی لٹ  
 خال وہ زانغ یہ ہے کہ پھیچے کے پٹ  
 شوق دیدار میں گفتوں کی گئی آئی لٹ

صبح تا شام ہے انکارے در پر جھگھٹ  
 بادہ وصل کی پانی نہ کسی نے سمجھٹ  
 میں کیس ہوں تو مکان جازیم سے پٹ  
 ہو کر ان تھک جو آنا بھی جاؤں میں پٹ  
 دیکھ اعضا کو ذرا پردہ فطرت کو آٹ  
 خلق اسکا مرے گیسو میں چو خوشبو کی لپٹ  
 عزم اسکا مرے شاہین گم کی جو جھپٹ  
 دامن فیض کا لٹکا دھری رلف کی لٹ  
 کہیہ دل کو جو دیکھ تو اُسی کی چو کھٹ  
 دیتے ہیں جسکو ملک عالم بالائی رپٹ  
 کر لیا سارے گلستان کا علاقہ کدوٹ  
 سانے چکے گل و لالہ میں کوڑا کرکٹ  
 انھیں لوگوں کا رہا کرتا ہے اکثر جھگھٹ  
 سن ترانی کا ترانہ ارنی کی تردٹ  
 سر پہ طاؤس چین رکھ لکھنیا کا لکٹ  
 چکے دروازے کے میں جرات و جھٹ  
 سخت خفتہ کو جگاتی ہے قدم کی آہٹ  
 کو ان چار مصلوں سے جو اسکی چو کھٹ  
 بیڑہ کے کوثر چہ زمزم ہوا گر جائے سٹ  
 کہو نیسان سے بحرین کا کھ لے پرٹ  
 منہ میں بیمار کے باقی نہ رہے کڑواہٹ

بند تک روم سے چنے کہ میں شہزادے  
 پانوں کتنوں کے گھسے مثل سبھوٹے  
 ناطقہ خانہ دولت ہے مرا نام صفت  
 ملہم غیب نے بھیجا تو میں آئی ترے پاس  
 وصف تو کر تا جو جسکا میں ایک ہی صفت  
 روئے انور سے اُسی کے مرے اکھو میں جو  
 صفت مرگان سے عیان چہ پیرود کی کھٹ  
 اُس کی جو راستی طبع وہی قد میرا  
 مصحف رخ کو جو دیکھ تو نمایاں ہی شان  
 کون وہ کلب علی خان بہادر جمہا  
 حاکم خلق نے تحصیل کی خوشبو کی لپٹ  
 کیا شگفتہ ہے بہار چین نزدست طبع  
 بزم میں زمزمہ حسن ہے یا نغمہ عشق  
 شمع و پروانہ سے ہر شب وہ سنا کرتا جو  
 طرفہ فطن کہ پے رقص یہاں آتا ہے  
 واہ کیا تھر حکومت ہے رفیع اور دلی  
 فیض مقدم سے تو اگر فقر ہوئے ہیں  
 شیخ سید مغل افغان ہیں فراہم ہر صبح  
 جو روبرو اپنا د کھائے جو کبھی قلم لطف  
 دم شش اُسے درکار ہیں یہی وہی ہوئی  
 کس قدر نام جو شیریں جو زبان پر جائے

رزم میں ملتا جو بندوق کا تو تباہی نام  
 اسی معجون سے طبیعت نے لاشقت پالی  
 عدل وہ ہے کہ زبانے میں نہیں کوناد  
 در دولت ہے عجب فیض کی چوڑ کہ جہاں  
 آگے بہت کے جو یہ دولت دنیا کیا مال  
 دی عجب پنجہ دبانہ میں خدا نے طاقت  
 کہو رستم سے کہ کیا جان کے تھوڑھٹا  
 نگہ قبر کے سنگہ لوں کو چو رنگ  
 کب عدد کو ہے چہ پستی نعمت سے نجات  
 برق جا کہ جو جلاتی ہے عدد کے خرمن  
 زشت کیا دشمن کا فری کہ ہے اسکی جگہ  
 اس جگہ سے میں کہوں ہو کے مخاطب کونف  
 غائبانہ ہو اگر نصف خطابی بھی ہو نصف  
 میں تمے باب حکومت کے دو عالم دیوٹ  
 تب بنی اس سے تمے خاک قدم کی گیسر  
 کیا ترے قبر کا دایہ و تماشے کی جگہ  
 ہر کہاری ہے ہوا دار کی صورت میں پری  
 زیر فرماں رہے ہر دم جو کہے تو وہ کرے  
 حق تو یہ ہے کہ ترے قبضہ قدرت کے سوا  
 جس کا تو دوست ہوا اسے حزانہ پلایا  
 حکم تکی دہن تنگ سے جائے جو بیکل

وسعت طبع جو وسعت کا سناے فرماں  
 عاجزوں کو جو ملی عدل سے تیرے وقت  
 سکے شمس و قمر میں جو کہیں نقش نہیں  
 تار ہے اسبہ ترے ردے منور کا چراغ  
 سب رئیسوں سے ریاست جو تری بالا تر  
 حسن وہ جائے اگر قاف میں کھچو کھچو  
 چین آتا نہیں جب تک کہ عروس دولت  
 کیوں نہ مشتاق زمانہ ہو کہ حسن شباب  
 تھکا ساقی سے مے صاف ملی روز ازل  
 مقام رکھیں نہ اگر تیری اعانت کے سوا  
 ہیں چٹکتی میں چٹکی تیرے ارض و سما  
 خلق سے کیوں نہ معطر ہو زمانہ کا دماغ  
 علم دیکھو قاف میں کتب کے آسان  
 جو یہاں تذکرہ معنی تفسیر حدیث  
 تجھ سے ہر ترادشمن ہو خدا کی قدرت  
 فیل گردوں کرے دو نو کلو مسل کہا مال  
 کیا تری تیغ کی ترفیع میں ہو تیر زبان  
 آبداری میں وہ جو ہر نظر آئے ہیں یون  
 پر یہ مضنون نہیں خوب یہ شبہہ جو ٹھیک  
 کچھ غمی ہو کہ جنگ میں جو میان سے وہ  
 ایک دم میں صف اعدا کو کیا دھڑکے

ہو ہر اک قطرے میں دریا سے سوا پھیلاؤٹ  
 شیر کو دے لگائے شکم گاؤ کی بیٹ  
 کر دیا کیا تری چٹکی نے مسل کر سپلٹ  
 نیلے چوب شجر طور سے آئی ڈیوٹ  
 معتبر جیسے ہوا اخبار میں اخبار گزٹ  
 جتنی پریاں ہیں وہ لیں تیری بلا میں چٹ  
 دیکھ لیتی نہیں یہ چہرہ اٹھا کر گھونگھٹ  
 کیا زہر دیتا ہو میوے میں جو ہو گرا بیٹ  
 آگے خسرو جمشید تو پانی پلٹھٹ  
 ہو ابھی حسن فلک گر کے زمین پر چوٹ  
 سر کی چوٹ ان سے نہ لگی نہ ان سے بالٹ  
 مشک نانے سے سوا اس میں جو خوشبو کی لپٹ  
 کوئی مشکل نہیں ایسی کہ وہ جاتی نہیں کٹ  
 اہل منطق سے کہو لائے کہاں کا جھٹھٹ  
 زراغ بلبل سے مقابل ہو ہما سے کھوٹ  
 سیار سنگی اسے دے لاکے جو گیدڑ یا کھٹ  
 خوف ہر کام سخن ہو کہ کہیں جائے نہ کٹ  
 جسطرح ٹھہرے جام میں مے کے کھٹھٹ  
 برج آبی میں ستاروں نے کیا جو جھٹھٹ  
 رو میں یا سوئی ہو میں سج سج کے کھٹھٹ  
 سیکڑوں بار چلی پر نہ پڑی یہ کبھی پٹ



حسن تن کے لیے ہر چال قیامت اسکی  
 پاٹ کر لاشوں سے میدان کو لیتی ہو دو  
 جھکوتا کے وہ کبھی جان نہ چھوڑے اسکی  
 وصف رہا ورساک روکا کرے کیا کوئی  
 شب ہناب سے کم منہ پہ نہیں اندھیاری  
 دامنِ شاد کنناں ہو ہر اک دامنِ زیب  
 شرق سے غرب میں پھر غرب سے آئے سو شرق  
 دقت رفتار کبھی رہد خفتہ کی طرح  
 ورقِ گنجفہ ساں ساتھ پھر یں لیلِ نہار  
 ایک ہی ٹاپ میں ہو جائیں دو عالم برسم  
 فیلِ خرطوم میں لے کر جو زمین کو پھینکے  
 دم زنتار اسے خضر بھی دیکھیں تو کہیں  
 زور ساز درج کچھ پانوں میں اسکی جوٹے  
 کر کوہ سے کیوں کر ہو تحمل اس کا  
 ہو کشادہ دہن اس کا کہ درباغِ ارم  
 اس جسامت پہ کہ ہر صورت اندیشہ جسم  
 لیلۃ القدر رکھ اب نامِ قصیدے کا امیر  
 ملک و دولت کی ترقی ہو اپنی سرور  
 حل ہوں ممدوح کے ہاتھوں سے ہما چھا

ایک ٹھوکر میں ہی یہ قلعہ نہ در چو پٹ  
 ملک الموت سے ہتی ہو کہ بول آ کے رپٹ  
 ہو سرِ حشمتِ حیوان تو کہے در ہو ہٹ  
 چالِ دل لیل کی تو ہو خوش کی صورت حیوٹ  
 بلکہ زیبا ہو اگر کہیے دو ہن کا گھوٹ  
 سر پہ کلنگی کہ کنہیا کا ہے یہ مورِ مکٹ  
 دم میں سو بار چور اکب اسے پھینکے سر پٹ  
 ہو نہ راکب کو خبر راہ سفر جائے گٹ  
 گشت کے دقت کرے یہ جو اٹا اور پٹ  
 ملکہ چودہ طبقِ ارض سما ہوں غٹ پٹ  
 آندھی آجائے یہ جلتے فلک گڑیں اٹ  
 دستِ صرصر سے گیارہ ظلمات سمٹ  
 عرش آئے ابھی زنجیر کے ہمراہ گھسٹ  
 پانوں رکھ دے یہ اگر گاد زمین لے کڑٹ  
 دونوں دندان ہیں کہ موتی کے ہیں گویا ندپ  
 چشمِ سوزن سے نکلیجائے اگر بجائے سمٹ  
 کہہ یہ خامر سے کہ مصروف دعا ہوٹ پٹ  
 سجدہ گہ سارے زمانہ کی رہی ہو چوٹ  
 در دولت پہ رہے اہلِ غرض کا جگھٹ

نفس چند جو باقی ہوں مرے زلیت کے بھی  
 انھیں قدموں کے تلے جائیں بڑے لطف سے کٹ

# قصیدہ دیگر

فصل گل آئی ہوا گلزار حیرت بوستاں  
 ہر طرف گہلے رنگارنگ گلشن میں کھلے  
 خم نہیں شاخیں درختوں کی ہوائے خفاک پر  
 خم باذن اللہ کہتی آئی گلشن میں بہار  
 جھوم کر آیا ہوا ہر کو ہمارا باغ میں  
 لالہ کہتا ہے کہاں ہو سہمی ہیں اگر دیکھ لیں  
 جھومنا سستوں کی صورت ہر درختوں کا بجا  
 لالہ احمر نے یا توئی کی ڈیسی کی درست  
 دار بہت تاک میں خوشے نظر آنے لگے  
 سیم غنچہ کیوں نہ بے حد ہوز گلن شہنشاہ  
 ہر روش پر بھی ہے بزاز بن کر خرمی  
 فیض شبنم نے دے اشجار کو آبی لباس  
 نود و سدان چمن کو ہر جو اسر کا جو شوق  
 یوں ہر جنبش میں ہوا سے ہر نہال ہلایا دار  
 ہر مبارک فال کوئی ہو نیوالی کو خوشی  
 جان پھولوں میں ہری زندہ ہوئی خاک چمن  
 تم یوں کا قول جو ہم میں طیلور باغ خلد  
 صحن گلشن میں نزاکت نے چلایا ہر رنگ

بڑھکے خضواں ہے ان رزوں باغ باغبان  
 جیسے صبح عید کچا ہوں حسینان جہان  
 کر رہے ہیں سجدہ شکر خدائے النور جاں  
 جی اٹھے جو ہو گئے تھے مردہ دل وقت خزان  
 رقص میں ہیں ہر روش طائیں ہوا شادان  
 صاف جلوہ ہر چراغ طور کا چھ سے عیان  
 نہایت گل میں بھی ہر کیف شراب ادنیٰ ان  
 نہ گیس شہلانے کھلی ہے خوشی کی دکان  
 جس طرح جھڑٹ ستاروں کا فراز آسمان  
 یہ کھتی ہو اکیس کی بوٹی بہار بوستان  
 جس طرح دیکھو کھلی ہو سنبھل کی دکان  
 بر میں ہو مردم گیا کے چائے آب روان  
 نیچے فیروزہ آیا ہے چمن میں آسمان  
 ہو خرامان جس طرح کوئی حسین دشتان  
 ہر چراغ لالہ جویش رنگ سے ہو گلستان  
 ہر دم جاں بخش عینے یا نسیم بوستان  
 سر کہتا ہے کہ میں ہوں طوفی باغ جہان  
 مرغ بوکا آشیان ہر شاخ گلشن پر کھلن

ہو بلند و درازی اسقدر ہر شاخ میں  
پائے گرسورج کھنکی کے سایہ میں تھوڑی جا  
چودھویں کا چاند جو چاندنی کا پھول ہو  
سیر کو جو آئے اُسکانت آہو ہو مشام  
دیدہ بیدار نرگس کا تو کیا مذکور ہے  
چے تبسم غنچہ گل کا کہ تیغ آب دار  
حبس طر دیکھو زگل باغ میں انبار ہو  
غنچہ سوسن سے کیا ہو شکر احسان بہار  
اسقدر جو شیطاوت جو عجب کیا ہو اگر  
قطرہ خون کی عوض نکلیں گل پاقت و گل  
جو عجب فیض ہو اپیکان کے غنچہ کھل گئے  
مصر کا بازار کہتے بارخ کے بازار کو  
جون و کافر سے کہدو آئیں سب گلزاریں  
جبکی کہتے ہیں شیش جبکی کہتے ہیں طلب  
آئینہ خانہ جو گلشن آئینہ جو برگ برگ  
گوچر صحن باغ میں ہر سال آتی ہو بہار  
ہو سبب اسکا کہ ان روز دن ہوا مسدود  
شیخ جو دود بخاوت سعدن لطف و کرم  
انتخاب صنم حق عالی نسب والا حسب  
نام نامی وہ کہ ہو سب کے بھین دلہہ نقش  
اُسکے وصف پاک کا دل نے ارادہ جب کیا

جو محیط مشرق و مغرب بزرگ لہکشان  
بھول جائے ہر جنبش مثل قطب آسمان  
چادر ہمتاب جو فرش فضائے بوستان  
گیسوئے تشکین سنبلیں لبیکہ جو عنبر فشان  
خواب میں کرتا ہو سبزہ سیر گلزار جنان  
لوک کی تپہ پکائیے یا چھوٹے ہیں سنان  
شکل فارہ اٹھاتی ہو زمر میں گنج نہاں  
دہ زبان بید سن ہو یہ دہان بیریان  
یا سمیں پیدا کریں گڑ زمین میں آستخان  
نشر فضا اگر کھوے رگ سنگ گران  
ترہی چوب خشکانہ دکن بار و رشاخ کمان  
گل جو یوسف گرد اسکے بلبلوں کا گلزاران  
عمر کرتے ہیں عمت دیر و حرم میں رنگان  
اُن مکانوں میں ہو پوشیدہ یہاں سحر عیان  
جلوہ گر ہو ہر طرف رنگ بہار بے خزان  
اور آتا ہو نظر رنگ زمین و آسمان  
سر و گلزار ریاست صاحب بخت جوان  
ماہ لاج چرخ قدرت ہر اوج کن نکان  
روح جسم انس و جان فخر زمین و آسمان  
نامور کلب علی خان بہار در نوجوان  
بے تکلف آگیا مطلع یہ بالائے زبان

خشن بہت میں جو یہ خورشید کی تہ چھان  
 جہادہ چشم ہو جس کو قد مبوسی نصیب  
 اے خوشادہ سرزمین جانیں جہر اس کے قد  
 مرجا اسکو جو صبح و شام ہے اسکا مطلع  
 ہی وہی دل جمیں ہو اسکی محبت کا مقام  
 رستی میں رشک رستم زور میں افراسیاب  
 طفل کتب و اسطودہ جہاں دوس علم  
 شان دارانی کرے نظارہ دارا سے کہو  
 فی الحقیقت ختم ہو اس پر رعایا پروری  
 دستگیری کی ضعیفوں کی قوی بازو، ہوئے  
 شہرہ بخشش سے خلقت جو درد و دل پر ج  
 آئے اسکے سامنے مقصود کو پہنچے وہ پیر  
 قلب روشن ہو وہ آئینہ کہ ہمیں نشان عکس  
 شہر گلشن تکبہ میخانہ مسجد خائفہ  
 دامن لطف و کرم حبیبک نہ تھا اسکا دار  
 خاک کو اسکی نگاہ ہر کردیتی ہے زر  
 عہد نصفت ہمد میں سرکش نظر آتے نہیں  
 جس طرف چاہے اسے پھیرے اسے جو اختیار  
 زور بازو سے تو اناسے کیا وہ ہو گئی  
 بہت عالی سے ہیں دلہائے عالم مطمئن  
 ذکر خط کیا خط پیشانی کو پڑھ لیں کم سواد  
 گد پھر پھر کہ فدا ہوتے ہیں ساتویں آسمان  
 جہادہ سر جو ہو صرف سجدہ آستان  
 اے خوشا کشور پھر ہے حکم طوف اسکی غفلان  
 آفریں اسکو جو روز و شب ہر اسکا صلح و ان  
 جو وہی سینہ ہو جسیں اسکی الفت کا مکان  
 بہت عالی میں حاتم عدل میں نوشیروان  
 رد برد اسکے فلاطون عالمی کج مچ زبان  
 شوکت و اقبال کو دیکھے سکند رہے کہاں  
 واقعی ایسا شریفوں کا کہاں جو قدردان  
 حتی یہ و محنت نہیں جاتی کیسی رایگان  
 جیسے مسجد میں مصلیٰ آتے ہیں سن کر اذان  
 ڈھونڈتے تھے مولیٰ سے جو بخت جوان  
 صاف آتے ہیں نظر اشکال اسرار نہان  
 سب میں خالی رہا اسکے جمع ہو سالہا بہان  
 تھا سفینہ آرزوے خلق کا بے یار و بان  
 جیسے نخل تازہ اعجاز نبی سے استخوان  
 خوف کے مارے و آتش ننگ کہیں نہان  
 ابلق ایام کی جو دست قدرت میں عنان  
 پہلوانوں سے نہ کھنچ سکتی تھی جو مطلق کہاں  
 جو عصا سے پیر جز طفل شمشیر جوان  
 بہر کھل چشم لے جائیں جو خاک آستان

کیا ہر شمع روئے روشن کی تجلی میں کلام  
 بزمِ عالیِ رودۂ جنت سے برگز کم نہیں  
 ہو جسے جس چیز کی خواہش ہے اس بزم میں  
 حکم ہے عالیِ دماغی کا شہستان میں یہی  
 ہر دراجِ شرع ایسا عہدِ نصفِ ہند میں  
 تلکدے تھے جس جگہ اُس جانبی میں سجدیں  
 قلزمِ مہتمی سے ایسی رسم ایذا اٹھ گئی  
 صرف اگر اُسکے قصدِ حق میں ہو ہنگامِ صبح  
 دیدۂ انصاف سے دیکھو تو باخِ دہر میں  
 اور اک مطلعِ سناؤں جس کا مضیٰ صحیح

جب نہ بھی نہ شمع طور کا ہو ہم زبان  
 ہر نصیبِ خلقِ گلگشت ہمارے خزان  
 ڈھونڈے گر عاشق تو یوں تنقوش کا پائے زبان  
 نہکت گل بیکے نیکے شمعِ محفل کا دھواں  
 پوست کھینچا اجائے ہو کھینچے اگر پیرِ مزان  
 جس جگہ ناؤں سے تجھے تھے وہیں جوابِ اذان  
 خار میں جزو تن ما ہی بجائے استخوان  
 پھر گلِ خورشید میں ہو کون شلخِ زعفران  
 ہر بہار اُسکی عنایتِ تہرہ اسکا خزان  
 کوئی سمجھے یا نہ سمجھے ہو یقیں کیا لگان

مطلع ثالث

تیرا حکم مطاع میں زمین و آسمان  
 بہر سجدہ جس جگہ جھکنا ہر فرقِ فرقہ ان  
 دے لے انجم کے نقطے جب لے آئیں  
 گو کہ تصویریں ہزاروں ہیں مریخ ہر جہان  
 یہ وہ گلشن ہے کہ خود جس کا خدا ہی باغبان  
 دل و دریا ظرفِ عالی طبع صافی بکند ان  
 شمع کی صورت فقط کہنے کو کہتے ہیں بیان  
 ایک صفحہ گلستاں ہو دوسرا ہو بوستان  
 جھک گئی ہر تیغ پر خم تیرے شکلِ کمان  
 مشتری و زہرہ کا گویا نظر آیا قرآن  
 تیری مرضی کے موافق کیوں نہ ہو دھڑان  
 آستانِ تیرا ہر اے عالیِ مکانِ آستان  
 کاتبِ قدرت نے تیرا خطِ مہتمی لکھا  
 کمالِ قدرت نے کوئی کھینچی نہیں ایسا یہہ  
 آنکھیں رگس سرو قد رخسار گلِ شہدِ دہن  
 دیدۂ حق میں ہے میں تجھ کو گمشدہ حقِ روشن  
 وصفِ رخِ روشنِ بیانوں سے بجا سکتا نہیں  
 دونوں رخساروں کی نگہیں ہم کو کاغذِ صفت  
 ابرو و مژگاں کے آگے سرکش کی جیل  
 دونوں آنکھیں دیکھ لیں جسے سعادت کی جھل

چاہتا ہے غنچہ تو صیف دہن پر کیا کہ  
کیا قدر خسار سے تیرے مقابل ہو سکیں  
ساعدا سمیں کو کوئی شمع سے دے کیا مثال  
ہر دم کو ہی قد مبوی کا الیا اشتیاق  
حسن میں سمجھے سوا وہ ماہ کنعان لگھیں  
تیرے آگے کر سکے کوئی حسین کیونکر کلام  
کیا ہو اگر تو زمین پر ہے فلک پر آفتاب  
کس قدر دریا تری دریا دلی کا ہی دستخ  
کون عالم میں جمال پاک پر عاشق نہیں  
حکم حکم کہ جس سے ملک ہو رزق پذیر  
رزق تو نے اس قدر سب اہل عالم کو دیا  
تھی جو بہر رزق خونریزی کسی جاوہ نہیں  
ہو گئے منتقم جلائے ہیں وہ اب مجر میں عدد  
کوئی عالی منزلت تجھ سزا مانے میں نہیں  
ہر عجب تیری میسائی کی مسجد جانفزا  
خلق پر تو ہریان ہو خلق تیری خیر خواہ  
جو ترا دشمن ہو کرتا ہے عدالت بخیر د  
کچھ نہیں تفریر کی حاجت کہ دالے کی طرح  
شامت اعمال سے جلتا ہے بار قبر میں  
کون ہو تجھ سوا لاو مر دیدان مدد جنگ  
تیرے ہاتھ میں وہ برق آشار ہو

نطق ہو سکتا نہیں جو بھول جاتی ہو زبان  
گل گزیران مثل بوہر سردی سرد فغان  
یہ سراپا مغز پہ لعلہ سراپا استخوان  
سر جھکاتے ہیں زمین پر پاؤں پڑتا ہے جہان  
کھول کر بیٹھے ہیں جو ایمان خوشی کی دکان  
خال لب اسکا ہو تجھ لکے کسبے جہان  
وہ سبک پلہ ہو تیری حسن صورت کا گراں  
مثل نیلوفر نظر آتا ہے جس میں آسمان  
مال در منتقم قدر کرتے ہیں نفس نقد جان  
باغ کو آناستہ کرتا ہے جیسے باغبان  
اٹھ گئیں ساری نزا عین تحسین جو باہم ہزبان  
آسیا کرتی نہیں اب دہر میں کار فسان  
تھا غنیمت جن غریبوں کو زنت میں دھواں  
چرخ ہفتم ہے ترا ایوان زحل ہو پاسبان  
صبح اٹھ کر مرغ بسیم اللہ دیتا ہے اذان  
تجھ میں خلق اللہ میں گویا خدا ہو دریاں  
مثل شیطان ہو مرد و خدا نے انس جان  
پس ڈالیں اُسے خود آسماں آسمان  
تیرہ نختی اسکی ہو اس کو جہنم کا دھواں  
روح رستم مانجھی ہو آجنگ جس سے امان  
جسکا لوہا مانتے ہیں سب شجاعان جہان

چشم عزرائیل سے جوہر نہیں کچھ ہمیں کم  
دشمنوں کے سرگرتی ہو تری شمشیر بلوں  
رعشہ ہو مرتج کے تن میں رنج خورشید زندہ  
حشر برپا جنگ میں جہدم کرے آواز تیغ  
کس طرح دم میں سرگردوں کا جھگڑا چکرتا  
تیر چھوٹا شست سے جہت کا آیا پیام  
جہان دشمن خاک نیزے کی سنان سے رہے  
تیر کی اسپ سبک دآے کیونکر عقل میں  
ہاتھ راکب کا جوہل جائے یہ ہو صر قدم  
تا بدت پہنچے کمان سے چھوڑ کر جتنا کہ تیر  
تا کجا طول سخن اب ہو مناسب اختصار  
جب تلک روشن رہیں افلاک پر خورشید ماہ  
جب تلک ہو تنگ سے چید آتش یا قوت و لعل

مثل گل احباب تیرے اس چین میں سرخو

روئے دشمن زرد یارب صورت باوخران

قصیدہ مدحیہ مستملیہ مناظرہ شانہ و آیلینہ

مژدہ اے اہل تماشا کہ ہے ہنگام نظر  
صرف آرائش زینت ہیں جیدان جہان  
بدھیاں بھول گئی ہیں زینت خدائے ہرودش  
کو تیاں ہیں شکم صاف پر اوچی ادچی  
استدر مست ہے حسن کہ سر سے دروش  
نہم عشرت میں ہوئے جی حسین رشک قمر  
بدلے جاتے ہیں لباس اور وضع زبور  
دست و پا میں ہوتا سر ہو منظور نظر  
بند انگیا کے کسے زلف رساتا بہ کمر  
آرہاڈ حمل کے دوپہ نہیں اتنی بھی خبر

شانہ ہوتا ہے طلب آئینہ آتا ہے حضور  
 شانہ و آئینہ میں لبیک صاحب دلوں  
 آئینہ شانے سے کہتا جو کہ سر چڑھ نہ بہت  
 دیکھ جھکو کہ جگہ کو کہ ہے زانو پہ سری  
 مرتبہ جو مرا تھکودہ حاصل ہو کہاں  
 کونسی بزم میں ہوتی نہیں صحبت میری  
 آبداری کامرے سامنے دعوئی جو کہے  
 یمن ہو اہل جہان کو مرانظارہ رخ  
 صفائی قلب سے پایہ جو یہ رتبہ میں نے  
 اب نان جھکو نہیں ہو کسی جھان سے  
 نہیں رکھتا ہوں لگی حال بدو نیکیاں  
 مجھ سے بھی عقدہ نیرنگ جہان کھتا ہو  
 بزم عالم میں نقطہ وجہ سے میرے اب تک  
 مجلس خاص نبی میں تھی رسائی میری  
 وہ صفائی مجھے حاصل ہو کہ ہر دل ہو غور  
 ہاتھ سے دامن دولت نہ کسی دم چھوٹا  
 اہل تیغ کی آنکھوں میں بھی ہو قدر میری  
 بولتا جو میری تائید سے طوطی اس کا  
 خاکساری جو ان اوصاف پہ تجھ میں ایسی  
 ایک تو ہو کہ نہیں تجھ میں ذرا نام کو نور  
 پارہ جو بگ جگہ چاک دنی بے قیمت

بنے ہیں گیسو و رخ کرتے ہیں جو بن نظر  
 ایک سے ایک نے باندھی جو رقابت پہ کمر  
 منہ کی کھائے نہ کہیں چاک نہ تیرا نہ جگر  
 حیرت حسن سے ہر کے کی طرح ہوں ششدر  
 صاف طینت ہوں صفائی کا ہو تجھ میں جو ہر  
 خانہ بردوش ہوں نڈھلیں امیر کے ہو گھر  
 روبرو صاحب انصاف کے چھوٹا ہو گھر  
 دیکھتے ہیں تجھے جب دیکھتے ہیں ماہ صفر  
 چاندی سونے کا دیا ہو تجھے اللہ نے گھر  
 دشمن دوست کے تجھ پر ہو کشادہ راہ  
 صاف کہہ دیتا ہوں آتا ہو جو کچھ پیش نظر  
 چرم کو دیتا ہے اگر جام زانے کی خبر  
 نام روشن ہو چراغ لوح اسکندر  
 ابتدا سے مرے طالع کا جو روشن اختر  
 جتنے اصحاب تھے رکھتے تھے تجھے پیش نظر  
 اہل دولت ہی کے زانو پہ ہوئی عمر بسر  
 ہوں کبھی مشتری دوزخ کبھی شمش زمر  
 در نہ طوطی میں کہاں ہو کوئی سرخیا کا پر  
 غاڑہ چہرہ نہیں اور بجز خاکستر  
 زحل آسانرے طالع کا سیہ ہو اختر  
 چار پیسے کو جسے مول نہ لیں اہل ہنر



یال بیکہ ہو حسینوں کا تو توڑیں ترے دانت  
قاعدہ بزم ادب کا تجھے بھولے جو کوئی  
پنجہ شل سے نکلتا نہیں ہرگز کوئی کلام  
یال یوں منہ میں ترے ٹوٹ کے رہتا ہوں  
گر کہہ کر ہی تیزی وندان سے ہوئی اور تری  
کشمکش نے تری کانٹوں میں گھسٹا ہوا تجھے  
سوز بانیں میں ترے منہ میں تو حاصل کیا ہوں  
اس لیاقت پہ یہ دعویٰ تجھے کیا مال ہو تو  
کچھ بھی غیرت ہو تو پانی میں کہیں دبے  
صاف صاف آئینے نے بڑھکے کاجت کلام  
کھپ گیا شانہ ملامت کا نشانہ ہو کر  
ہمتن ہو کے زبان کہنے لگا اور دست  
رتبہ میرا تجھے معلوم نہیں میں مجھ سے  
ہو حسینوں میں رسانی تری گلے گلے  
رائق خندہ شادی سے عیاں میں مکر دانت  
میری ہی شکل سے مقبول دل عالم ہو  
کہتے ہیں پنجہ مرگان کو جو شانہ شاعر  
ہے جو لہر نہ غسل شانہ زبور غسل  
کی جو تشدید نے پیدا ہو شبہ است میری  
شانہ عاج بھی شانہ شمشاد بھی  
صاحب ریش نہ جب تک کہ کرے شانہ کشی

دانت دینے لگیں ایذا تو شکستہ بہتر  
پیش جائے نہ تری ایک کرب زیر زبر  
خشاں ہو شاخ تو اس سے نہیں پسند شتر  
جس طرح شانہ خفاک میں تھا سانپ کا کھر  
جس میں دندانے پڑیں ترے وہ بے جوہر  
پہلوؤں میں ہیں ترے خارا دھر اور ادھر  
گنگا کی طرح سے خاموش ہو تو آٹھ پہر  
کہ چڑھے لالہ رخاں سمن اندام کے سر  
ایسی ذلت سے تو ہو خاک میں ملنا بہتر  
غیر کے عیب سب اظہار کیے اپنے ہنر  
موسے تنہا است ہوئے تیرے کھیت کھیت  
منہ بنا چاہیے عاقل کو عقلی سے حذر  
منہ ہے صفت عقدہ کشائی مجھ پر  
کو چہ زلف میں سیری ہے جگہ آٹھ پہر  
انہی تقدیر کو روتا ہوا تری آنکھ ہے تر  
پنجہ مر جان کا ہو یا پنجہ غور شید سحر  
اسکو آنکھوں پر جگہ دیتے ہیں ارباب نظر  
اس غددیت کا سبب نام کا میرے ہوا اثر  
لفظ اللہ میں شامل ہے وہ کہ خوب نظر  
شانہ میں دیکھتے ہیں خال تو بانی میں نظر  
ہونہ حاصل شرف پیر دی پینمبر

اُس میں بھی لفظ ہوشانے کا زہر عذرا  
 تو نمائے تو نمائے مجھے کیا پر داسے  
 سوچ تو دلیں ذرا عیب میں تھیں کشتے  
 سو جھتا خاک نہیں کور ولی سے تھکے  
 رہبر وادرا حال ہو غیبت میں کچھ اور  
 چشمہ آب تو ظاہر میں ہر باطن میں صواب  
 خود نمائی کے سوا کچھ میں نہیں کچھ بھی صفت  
 صاف امیں ہر سن الامس کہ شب کو جو تو  
 نہ چمے پر نہ جے شکل جو ہو دس نشین  
 قصہ کوتاہ زیادہ ہوئی دونوں میں بحث  
 آئینے کا تو رخ صاف طرفدار ہوا  
 شکل روز تو زیر علم خسر و رخ  
 اک طرف ماہ ہوا ایک طرف پر تو ہر  
 پہنیل و شب و طرف زلف سیاہ  
 پیر گردوں نے کہا طرف قیامت آئی  
 یج میں پڑ کے کہا خوب نہیں ہو قیاد  
 حق میں دونوں کے یہ ادلی ہو کہ پائل کو جلو  
 کون وہ کلب علی خان بہادر نامی  
 نقش پاتاج شرف بہر سر رخ بلند  
 فکر کی اسب معلیٰ میں جو میر کوں نے

جل شانہ ہو جو تو صیف حدائے اگر  
 عیب میں جو ہو اُسے کہ نظر آتا ہے ہنر  
 ساوہ دستوح و دیدہ درین دیدہ گوہر  
 سخت جان تیرہ دروں اصل ہر تیری پتھر  
 صاف عالمک دورنگی کا ہو کچھ میں بھی اثر  
 دھم کے پیاسوں کو دیا کرتا ہی تو شام سحر  
 سادہ لوحی کے سوا کچھ میں نہیں کوئی ہنر  
 شب تیرو میں تھے کچھ نہیں آتا ہے نظر  
 نہ مے پر نہ مے بال پڑے دل میں اگر  
 تھے جوان دونوں کے حامی ایسے پیچی خیر  
 یاندھ لی زلف نے شانے کی حمایت یہ کمر  
 فوج شب بادشہ گیسوے چھین کی سپر  
 اک طرف شام ہوئی ایک طرف نور سحر  
 لشکر لالہ گل جانب رد ملی الور  
 اب کوئی آن میں ہوتا ہی جہاں زیر ذبر  
 صلح اس جنگ سے ہر ایک طرح ہو بہتر  
 صاحب حکم جو ہو ہر عدالت گستر  
 بیخ بود سخا زب دہ علم و ہنر  
 خاک پاسہ نہ بینائی چشم اختر  
 آگیا مطلع ثانی بھی زبان کے اوپر

# مرآة العقب مطلع

حک اُس کا جو کرے پیش حفاظت کی سپر  
جس کچن میں نہ ہوا اسکی حفاظت کی چلے  
پر تو ہر سے اس کے ہون میں چشمہ ہر  
بجوح کہتے ہیں جسے دیرولت کی مین  
کاہ فریہ اثر لطف سے ہو صورت کوہ  
دست ہمت نے تقسیم کیا مال جہاں  
پانیوں جنگاہ میں رکھتے ہمایوں کی ہست  
ایک لشکر ہو مقابل تو نہ وہ نہ موڑے  
صاحب علم جو میں مدرسہ عالم میں  
وہ کرے ہر نوران قضا ہو جاری  
ذوہ صحرائے عنایت کا یہ بیہ مسکن  
صاحب تخت جو رکھتا ہو حدائی اس سے  
ابھی کرنے لگیں دیندار پرستش اسکی  
بخشش عام کی تو صیف ہو دریا دریا  
فیض کہتے ہیں اسے جسے جو مانگایا  
سیکڑوں دھن میں کس کس کا بیاں کوئی کرے  
ردے روشن نے جہاں سایہ عالی ڈالا  
لوگ کہتے ہیں کہ ہر کے پہلو میں ہلال  
دست ہمت کے مروج کے ہیں دو چشمے  
واہ جان بخش ہو کیا مجلس عانی کی ہوا

عود آتش میں سلامت رہے پانی میں شکر  
شاخ آرزو ہو درختوں کیلئے برگ ہتر  
شعلہ قہر سے اسکے ہونلک خاکستر  
عش کہتے ہیں جسے لوگ نہ ہو کر سی زر  
قہر سے کوہ پر کاہ کی صورت لاغر  
معل کہار میں باقی ہو نہ دریا میں گہر  
سرو قدردن و غار جو علم فتح و ظفر  
دل جو بہر اب کار کہتا ہو توہ تم کا جگر  
سب مشتق ہیں نقطہ ذات معلیٰ مصادر  
دستخط اسکے میں طفر اے منشور ظفر  
قطرہ دریا سے لطافت کا یہ جز خضر  
مثل طاؤس جدا سے ہو اسکے افسر  
بت جو سنگ در عالی سے تراشے آذر  
ہمت خاص کا آواز ہو کشور کشور  
گل دے اُسے زمین کو تو فلک کو اختر  
ایک شمع ہو کاتب جو لکھے سود خضر  
جرم خود شیعہ جہاں تاب ہوا حلقہ در  
تیغ ہوتی ہو کسی روز اگر زیب کمر  
اسکو کہتے ہیں جو تنیم تو اُس کو گوثر  
طرب صحن گلستان ہوا اُس کا گذر

گوش گل میں ابھی ہو جائے سماعت پیدا  
 دہی حق میں ہے جسے اس رنج روشن کی یاد  
 بکھو دے جو کوئی اس دردندان سے مثال  
 سایہ قد میں ہے آرام سے سب خلق خدا  
 اس کی بخشش کی ہوا ہو جو ہوا میں مثال  
 شست سے تیر جو چھوٹے تو ہوں نہرین شکار  
 اسکی ہستی سے ہوئی خلق میں بد الش خلق  
 ملک دانش میں ہو کیا جہل کے یا جو چ کا دل  
 تیغ ایما سے ہوا بند ہر اک تیغ کا دم  
 ہو شرر مورد آفت جو جلانے پہنہ  
 حال اجرام یہ ہے رتے منور کے خدیوہ  
 بادہ لطف سے وہ جان دوبارہ پائے  
 تیغ وہ تیغ کہ کہتے ہیں جسے برق اجل  
 جنگ میں کرتی ہے یہ تیغ سیر دو ٹکڑے  
 ہو جو اونچی تو کرے شیر فلک کو چو رنگ  
 اس طرح جنگ میں سرزن سے لگتی وہ تیغ  
 وہی چالوں میں کیا چار عناصر کو مطیع  
 تیز وہ صورت خود رشید ہو تو سن کہ جسے  
 دامن زمین نہیں اڑتے ہیں ہوا کہ سیر  
 تیز تر رہی دریا سے میان دریا  
 آب زمی میں تو گرمی میں وہ آتش سے ہوا

دیدہ ز گس شہلا کو ہوا یا سائے نظر  
 وہی حافظ ہے جسے مصحف رنج و آزار  
 نعل آسار رنج گوہر مرغوشی سے احمر  
 ہے علمدار کے ہمراہ یہ سارا لشکر  
 تابش برق کی جاہر سے ہوا بارش زہر  
 سر مرغ جدا ہو جو وہ کھینچے خنجر  
 کہ چمکتا ہو کہیں رنگ عرض بے جوہر  
 قوت عقل سے کھینچی ہے سدا اسکندر  
 تیر فرمان سے ہوئے قطع ہر اک تیر کے پر  
 شمع روشن جو بجھائے ہو مآب صرصر  
 جیسے ذرات زمین عاشق ہر انور  
 عمرے کش کا جو لبریز ہوا ہے ساغر  
 قتل کفارہ کا جس میں ہوا زل سے جوہر  
 جس طرح چرخ پر انگشت سمیرے قمر  
 ہو جو غی تو کرے گا و زمین دو پیچ  
 نخل سے ٹرتے ہیں جس طرح کہ آندھی میں ثمر  
 چار حملوں میں مسخر ہوئے ساتوں کشور  
 باختر سے ہو طریق دو قدم تا خادہ  
 کسی طائر نے یہ پرداز کو کھولے شہر  
 گرم روم رخ ہوا سے بھی ہوا کے اندر  
 خاک سے اصل مگر تیز ہوا سے بڑھ کر

گروش دیدہ راکب اُسے چلے میں غمان  
بس امیر آگے نہ بڑھو روک غمان خامہ  
تازیا نہ دم رفتار اسے تار نظر  
عذر تقصیر ہے لازم دم اظہار ہنہ  
پانوں اس راہ میں قاصر میں سرخز گول  
مدح مدوح حقیقت میں نہیں حد لبشر  
ہاتھ اٹھا ہر دعا جلد کہ ہے وقت دعا  
دافرشنوں نے کیے دیرے ابواب اثر  
جب تلمک لالہ دگل سے ہو گلستان کی کہاں  
جب تلمک چرخ پہ ہو جلوہ توحید نور  
نخل امید میں یارب گل مقصد بھیو لیں

مہر اقبال فرزندہ رہے تاج شہر

قصیدہ مستملیہ تقریظ الطرز تازہ و روش دلینہ

ہوا جو شاہد مدہ آسمان پہ جلوہ فردش  
سودا شب میں نظر آئے اس طرح انجم  
عزیز ہالہ پھر اگر دکھول کر آغوش  
اٹے ہوں گرد میں جس طرح طفل بازی کوش  
وہ چاندنی کہ ہوا قلم ضیا تواج  
نہ شور مردم بازار ٹھکانہ بانگ درا  
جوان و پیر و صغیر اپنے اپنے بستر پر  
گلوئے ناطقہ میں مرسلہ سکوت کا طوق  
نرا ز پڑھ کے عشاء کی جو میں نے خواب کیا  
جگہ کار ہا جو تجھے کہہ رہا جو تجھ سے یہ بات  
ہوئی جو آج مرتبہ وہ بزم اہل کمال  
حکیم شاعر و نثار د عالم و فاضل  
طلب جو تیری بھی جلدی سے دیکھ سن چلک  
یہ مرثوہ سنکے میں خوش خوش اٹھا روانہ ہوا  
ہوا جو داخل محفل عجیب سمان دیکھا  
عزیز ہالہ پھر اگر دکھول کر آغوش  
اٹے ہوں گرد میں جس طرح طفل بازی کوش  
بسان رعشہ اندام رند سا غروش  
کہیں کہیں جو رہا بھی تو پایا ننگا فردش  
برنگ صورت دیباچے تھے خاموش  
عذار ساموئے بہان زیر پردہ گوش  
تو پھلی رات کو دیکھا کہ کوئی مثل سروش  
شتاب اٹھ کر دانہ ہو کھول دیدہ ہوش  
کہ جس میں جمع ہیں سب شیر طبع دریا جوش  
صفیں درست ہیں مٹیجے ہوئے پیش و پیش  
زہے رسائی تقدیر چشم طالع و گوش  
تبا غماہ عبا کر کے زینت سرو دوش  
در مکان تھا کہ کھوئے ہوئے تھی جو آغوش

عجب فرش عجب روشنی عجب شب ماہ  
 بزرگ ایک بغز و دقار صدر نشین  
 خدا شناس خدا رس ادھر ادھر کچھ لوگ  
 جو لوگ سامنے بیٹھے تھے سبہ صاحب علم  
 یہ رنگ دیکھ کے ایسا ہوا میں روئے زرد  
 سلام کر کے ہوا میں شریک صفت لیکن  
 کمال مجھ کو پریشان و مضطرب پا کر  
 کہ ہے یہ صدر نشین پیر مرشد عالم  
 فرخ حوصلہ عبد الرشید مولانا  
 یہ راست چپ جو میں بیٹھے ہوئے ملک صورت  
 یہ رو برد جو صفت انیس سب میں الی کمال  
 یہ میں ظہوری و طغرائی عرفی و فیضی  
 پیر شیخ سعدی ہے جس نے کہ چشم بردن کو  
 فیروز بیدل و آزاد و صاحب شوکت  
 طلب ہوئے ہیں جو یہ لوگ اسکی وجہ یہ  
 مرید ایک ہی اس مقتدا کا خاص الخاص  
 مہینہ تا جو رہ شہر مصطفیٰ آباد  
 جناب کلب علی خان بہادر دیجاہ  
 سحاب فیض غبار قدم و ہاتھ تو کیا  
 صدائے ضربت شمشیر وہ کہ سنکے جسے  
 بلند مرتبہ ایسا کہ جس کے مطبخ میں

ہر ایک جھاڑ سے نوار ہائے نور کا ہوش  
 ملک نضال فرشتہ جمال و خرقہ پوش  
 زیان یہ ذکر خدا لیں معرفت کا ہوش  
 وحید عصہ فرید زمانہ صاحب ہوش  
 کہ تھے سب کوئی دارد و زعفرانی پوش  
 ہوئے جو اس سراسیمہ صورت بد ہوش  
 کہا یہ مجھ سے مرے عنشین نے گوش گوش  
 زمین ہے تاج سر آسمان تہ پاپوش  
 تمام اہل معارف میں جسکے حلقہ گوش  
 مرید خاص میں اسکے شراب نان نوش  
 بخور دیکھ ذرا ان میں کھول دیدہ ہوش  
 یہ میں نظامی و جامی جو بیٹھے ہیں بد ہوش  
 کیا ہے نظم گلستان کی بیت میں جس پوش  
 غنی یکلم سوا ان کے اور بھی ذی ہوش  
 زرخیز کسی کامل کا ہو گا زیور گوش  
 دھست بادۂ عرفان یہ پیر بادہ فروش  
 میطیع شرع نبی متقی عبادت گوش  
 جو اسکھ اسکی جو حق میں تو گوش عند ہوش  
 جو کوس قوج طغریوح ہر وہ رعد فروش  
 کھڑے ہوں کان ہر بردن کے صورت گوش  
 طبق زمین کا ہے خوان آسمان سر پوش

چمن میں ہر گل تر اُسکے فیض سے خندان  
وہ نہر خدمت مرشد میں اس نے بھیجی جو  
نہیں جو دیر پڑھی جائیگی کوئی دہم  
سنایہ حال تو تصویر دار بیٹھا میں  
جو ان فیض بیان ایک ناگہاں آیا  
ملا جو اذن تو کھولی زبان سحر بیان  
نیکلی کے طفل مضامین زبان تارکی سے  
زبان کا قصد کہ جائے فلک پشور شا  
کہا کسی نے خوشی میں کسی سے لانا باقیہ  
ادجھالے دست زبان نہ یہ اُسکے وصف میں ل  
اُچھل پڑے گل مضمون نوید فردوسی  
کہیں وہ نہر لفظی کے لفظ سے بہتر  
بھرے ہوئے تھے ہوا میں جو لوگ تھے  
وہ فرہی نہ رہی سن کے وہ سخن سرسبز  
خفا پسند ہلومی خطا مفر طعنا  
کہان جلال حلا لا شان بر خور دار  
قتل کس میں کہ کھنچوہ اپنی تباہ زبان  
جو شرم ہوئی خوش ہوا وہ صدر نشین  
ہوا خوشی میں جو دریائے رحمت بولج  
جو پارچے کوئی پوچھے تو ایک سوا تیس  
زیادہ اُس پہ کیا تحفہ دعا سر دست

فلک پہ ماہِ ہر ماہ سے اسکے حلقہ گوش  
کہ نیش اہل حسد کو جو منصفوں کو جو نوش  
نہیں گئے کان جو اس دم سماعت گوش  
لگا کے تکیہ دیوار مطمئن خاموش  
لئے ہوئے کیے اجزا ورق ورق گلپوش  
پڑھی وہ شرمقہ کہ سب کے اڑ گئے پوش  
در آئے دیدہ حساد میں رخ پا پوش  
پکارا تھایہ سینے میں دل جو خوش بخوش  
جو سر سے سر توڑے بھونٹے میں دوش دوش  
زمین تو کیا قصص آسمان ہوا اعلیٰ پوش  
اٹھایہ لطف کہ جامی بھی اڑ پڑے مد پوش  
بیان کے نور نے کی شمع انوری خاموش  
یہ رشک سے ہوئے لئے کہ گھٹ گیان تو نش  
دوا دم کی جو جیسے گیاہ مرز بخوش  
وحید فرد غلط شوکت انکسار فروش  
زبان گنگ تھی جو یائے گوش عذر نوش  
کہ ہے سخن کے تلوار میں ایک دست فروش  
شہادہ مدح میں گویا کئے لب خاموش  
شگائی کشتی خلعت جو تھی جو اسر پوش  
کہیں قبول کے اعداد جنکو صاحب پوش  
دیادہ حامل خط کو کہ بجائے مثل سر پوش

جو نثر کا ہی مصنف اُسے کرے توفیق  
اٹھا جو نامہ رسان بزم ہوگی بخت  
خدا نے پاک رسول کو یم کا صدقہ  
جہاں ہمیشہ رہے اُسکی ذات سے روشن

رہوں رکاب سعادت میں میں بھی فارغ بال

مدام سر بکف دست و غاشیہ بردوش

قصیدہ شتلمضامین تعزیت

سپاہ اشک کی آنکھوں نے کی تیاری  
ہجوم غم کا ہوا نیند ہوگی پال  
نگاہ دل میں ہو یوں صورت جہاں سیاہ  
زمانہ آپ کو شاید حسین سمجھتا ہے  
پڑیں جو داغ کسی دل میں بونتان سمجھے  
عدم کو جاتے ہیں مٹی سے قافلے کیا کیا  
ہر اک سوار ہے پاد رکاب عالم میں  
جو دن کو مرتے ہیں ہر شام اگلے نام میں  
اجل سے روح ہے تن میں کس طرح محفوظ  
بچاؤ گرم کچھری جو ایسی موت کی ہے  
امید زال جہاں سے عبث ہو الفت کی  
اٹھا جو آب دم تیغ مرگ کا طوفان  
ادھر تو تیرا دھر تن پہ تیغ پڑتی ہے  
ادھر مکان بنا اس طرف مزار گھدا

کہو کہ نیزہ مرگان کرے عملداری  
وہ آئی آنکھیں طالع میں تھی جو بیداری  
کسی مریض پہ جس طرح رات ہو بھاری  
کہ جانتا ہو سبب خرقہ کا دل آزاری  
کہے کہ ہنر روان ہو جو اشک ہوں جاری  
یہ شاہراہ شب دروز رہتی ہے جاری  
سمند عمر میں کتنی ہے تیز رفتاری  
پہن کے آتی ہے شب جامہ غدا داری  
نہیں ہے تلخ آہن یہ چار دیواری  
کیا ہے فشی تقدیر نے تسلیم جاری  
یہ بند جانتی ہے شیوہ جگر خاری  
جو ایک ڈوب چکا دوسرے کی ہجاری  
کہاں کہاں کی بھلا ہو سکے خبرداری  
ادھر لباس ادھر ہے کفن کی تیاری



سحر ہوئی جو کھلا ہے سدا کا دروازہ  
وہ خوش خرام ہوئے خاک چٹکے ماتمیں  
زمین پر سر کو ٹپکتے ہیں کباب کہاری  
کہ جن کی خاک پہ روتا ہو ابراہیم آزادی  
کسی کی جن سے نہ ہوتی تھی ناز برداری  
لحد میں اُنہ پر ابو جہہ سیکڑوں من کا  
لحد نہیں یہ ہے زمیں کی بہر عیاری  
کہان وہ تخت سلیمان کی تھی جوتیاری  
کہان وہ عشق زلیخا کہان وہ شاہی ہر  
کہو کہ آئیں نہ اس کے قریب میں عاقل  
بہی حقیقت دنیا ہے تو ہے کیا دنیا  
ہوئی تھی جنگ لے خلقت زمین و زمان  
مسافر اسمیں روانہ ہیں آنکھ بند کیے  
اگرچہ پڑے ہیں دنیا میں حادثے دن و رات  
مگر ہوائے خزان آجکل ہے ایسی گرم  
فسردہ ہو گئے دونوں گل ریاض ہرنا  
یہ ایک سال میں دو حادثے پڑے ایسے  
جہان میں کون ہے جسکو ہوا نہ یہ ماتم  
جگر یہ حضرت آقائے نامدار کا تھا  
جناب کلب علی خان بہادر دیکھا  
کھون بطور مخاطب یہاں کوئی مطلع  
مطلع

یہ تیرے عہد میں رائج ہوئی سبکاری  
کہ بت سے کر نہیں سکتا شیخ دل بھاری

مثا ہے نام یہ علت کا دور میں تیرے  
ترخیال جو تجھ کو دے نہ قوت دل  
رد ارج صدق کو مدت گزری اتنی  
کیا یہ دفع ضرر کو کہ تا بہ کو چہ زخم  
نگاہ لطف نے قوت یہ دی و جھت کو  
وہ رعب ہو جو یہ چھایا رہے قیامت تک  
وہ عدل ہے کہ کھینچے وار ہوئے نرگان پر  
بدن میں بھی یہ اثر اب جو سن نیکی کا  
عد دے لذت دنیا میں نفق کھولی جان  
جو وقت نزع بھی پانی ترا عدا مانے  
پہنچ کے دیدہ دشمن میں در دکنا ہے  
خوشی یہ اُس کو ہر ہونی کے کھینچنے فقط  
جو سرکشو نگہ سزا میں یہ ہیں عجب کیا ہو  
نہیں یہ غار زمین نہو کی جو سرتابی  
رہے شدید یو میں بجز نول یہ کہ تہید  
کسی دیار میں ہو سترہ جو حکم ترا  
دہن ہو خانہ زندان زبان شاعر کو  
حباب ڈالیں ابھی پائے کوچ چھالے  
یہ باغ دہر میں چرمردگی ہوئی پامال  
بجا ہر مدح جو عارض کی ہوئی ہر بار  
کھے صفت کوئی شاعر جو طبع رنگین کی

سزا ہے جو کہیں ابر کو بھی آزاری  
نہ ہو سکے کبھی نیلے کی ناز برداری  
کہ چرخ بھول گیا شہدہ ہائے عکاسی  
نہ ہو سکا گذر ہوئے مشک تانا ساری  
چھپی ہے دیدہ زنگس میں جاکے تیاری  
دہان صورت سے نیلے صدا بد شکاری  
کرے جو زنگس بھوب مردم آزاری  
بکیں گناہ تو تو یہ کرے خریداری  
گس کو شہد ہوا باعث گرفتاری  
زبان پر اُس کے ہو پانی کی بوند چنگاری  
یہاں ہے جھگ کو سزا دار مردم آزاری  
ہو ہے رنگ تو ناسور چشم چکاری  
کہ سر وید سے لے عاریت نگون ساری  
پڑے ہیں زخم ترے تیغ قبر کے کاری  
یقین ہو چھوڑ دے اطمین ارشاد کاری  
جگ سے ہل نہ سکے بھر جو رسم ہو جاری  
سخن جو رنگ کو پکڑے سچ کے سیکاری  
مضہ جو اس کی ہو ساحل کو تیز رفتاری  
خزان بہار تک آئی تو بن کے زنداری  
کہ سات طرح سے قرآن کو پڑھتے ہیں قاری  
تو بیت بیت میں بھر خود بخود ہو گلکاری

ہواے فیض سے تیرے ہو گلستان گلشن	بے وہ کرک شب تاب اڑے جو چنگاری	اری
علو مرتبہ ایسا تجھے خدا نے دیا	کہ فخر ہے شہ خاد کو کفش برداری	اری
وہ خلقت نہایت خوش جس سے عاریت لیکر	صبا نے باغ میں رکھی دکان عطاری	اری
لیا اس خاص گنہگار کی خطا پوشی	طعام خاص ہے خلقت خدا کی غنچواری	اری
پڑے جو عکس تری شان عیب پوشی کا	دکھائے جو ہر آئینہ شان ستاری	باری
گہر نشان تو خلائق پہ بسکہ دست کرم	برس رہا ہے عجب ابر رحمت باری	ری
جو دامن عشق میں تیرے ہیں ہو گئے آئندہ	یہ قید حضرت یوسف کی ہو گرفتاری	ری
ہوا جو بسکہ زمانہ عازم سرکار	عدم میں خاتمہ نصیب ہو گئی ہے بیکاری	ری
نہیں ہو باغ میں بہ شادان پر شکوفہ گل	نکل نکل کے ہوئے ہیں یہ جمع دیاری	ری
اتیر مدحت مدوح ہو سکے کیوں کر	نہیں ہیں ہوش بجا فکر کی ہے بیماری	ری
تیرا یہ حال اب تو کہ آسمان تجھ سے	کرے جو عیش کا وعدہ تو سہو ہویاری	اری
گمکہ عبث ہے دعا کر کہ جو یہ وقت دعا	اٹھا کے ہاتھ بدرگاہ حضرت باری	اری
رہے یہ دولت و اقبال حشر تک قائم	ہر اک ہم میں پیسر کریں مددگاری	بی
بشر کا ذکر ہے کیا بلکہ جن مستخر ہوں		بی
مطیع حکم مہرے ہوں خاک کی و ناری		بی
قصیدہ در مدح جناب مستطاب مفتی القاب یہ حرکت ملی نعمت دام اقبال		بی
عالم خواب میں پہنچا میں عجب باغ میں گل	شیوہ طور کو جس باغ کی کہیے کوئل	ی
خواب میں سیرہ خوابیدہ جو دانکا دیکھے	خواب ہو طالع خوابیدہ کا غلاب نخل	بی
سنانے اس کے کسی اور چین کا کیا ذکر	گلشن خلد بھی مجھ کے نظر آجینگل	ی
اک شکوفہ تھا اسی باغ کا باغ عشرت	ایک غنچہ اسی گلزار کا گلزار اہل	ی
سرا غر عشرت کو نین دہیں کے دوپھول	میوہ مقصد دارین دہیں کے دوپھول	بی

خون لعل آئے رگ کوہ بدخشان سے نکل  
کہوں آئینہ تو آئینہ میں اتنا نہیں دل  
پھر بھی دیوار پہ جب چڑھتی تھی حوائی تھی پھیل  
حسرت شیش محل میں کوئی روشن مشعل  
نقش ثانی جو یہ فرخوس، جو نقش اول  
عرش تاک فرشتہ سے جو باد بہاری کا عمل  
صورت دست چنار آئینے سے نکل  
طارم لبت جو اس باغ میں چرت اول  
خوشہ تاک رگ تاک سے آیا جو نکل  
نکلے گربات میں بھی شاخ تو پھولے کو پل  
شب ہی کو گلشن انجم کو کرے مستاصل  
گل ہو گلستان میں انگارے درون متعل  
بھر کے آیا تھا وہاں چھا گلون میں گنگا جل  
چتر کھولے ہوئے پھرتے تھے ہوا پر بادل  
سج تھی پھولوں کا بالائے بساط تحمل  
جھومتے پھرتے تھے متوں کی طرح سے بادل  
اس فنائیں کہ گجائے گلے سے بادل  
غنج کہتا تھا چٹک کر کہ خبردار سبھل  
گل صد برگ بنے غنجہ اسیر ارازل  
کلر توحید کا پڑھنے کے عزا دہلیں  
کہ دھواں اٹھتے ہی بنتا جو سپاہ بادل

دادہ رے نشو گل دلالہ اگر عکس پڑے  
سخت حیران ہوں کہ دیوار کو درد سے سناں  
دست مڑگاں سے بٹھالے تھیں گنگو آئینوں  
لالہ آتا تھا نظریوں پس دیوار چین  
خط گلزار سے ہر گل پہ یہ مصرع تحریر  
طوبی و سدردہ کی شاخیں پی تسلیم پیچم  
ہے یہ تاثیر نو ہاتھ جو حرم کے کٹیں  
قوت نامیہ کا تھا یہ قلعی سے کلام  
سبزہ کا ہکشان غنچہ پروردیہ کیسا  
اور شاخوں کا تو کیا ذکر یہ ہے فیض نو  
خواب میں دیکھے اگر ترک فلک یا نکی بہار  
کچھ بھی دکھلائے اگر باد بہاری نیزنگ  
مکھوٹے بدلی کے نہ تھے بندہ سون کیلے  
نوجوانان چین دھوپ سے کیا کھلائے  
ہر روش سبزے پہ دان عکس گل لالہ نہ تھا  
مور تھے رقص میں مصروف برنگ بطنی  
سینے تلے ہوئے پھرتے تھے جن میں ڈنڈا  
لو کھڑا تھا جو ستی میں کہیں پائے نسیم  
چمن دل میں جو عوارف کے چلے داغی نسیم  
سوئے تجانہ جو پہنچتی تھی ہوائے جان  
کیا عجیب دانہ اسپند ہو جل کر پھر سبز

طرفۃ العین میں وہ روشنی آپہنچی قریب  
توت نامیہ کے جوش سے آئینے میں  
تخم تخم اُس کا شجر بن کے نیا پھل دیتا  
پانی دیتا صفت دامنِ تردت فشار  
گرد گلزار کے ہوتا تھا قصدِ خورشید  
نقش پا تھا صفت جامِ لباب سے  
گلِ نسرین پہ تھا یوں عکسِ شعاعِ خورشید  
غنچہ لب کا تو کیا ذکر ہے گل ہے کھلتا  
ایک مہلبیلِ سرمست جو ہوتی تھی خموش  
دل سے کلفت کو مٹایا یہ صفائے گل نے  
آگیا گل کی صفائی کا جو مہلبیل کو خیال  
آبادار ایسی تھیں نہریں کہ مقابل ہوا اگر  
بکھرت گل سے ہر اک موجِ جوابِ رگِ گل  
شہد کی نہرِ دالِ مثلِ جہاں ہوتی تھی  
بویا لوٹ میں سامان یہ آیا جو نظر  
لے اڑی ہوش مرے حیرتِ نظارۂ باغ  
متحیر تھا کہ یارب ہے یہ کیسا گلزار  
گوشِ گل میں ہو ہوئے طربِ انجیر بھیری  
قمریوں کو نہیں کو کوے مجالِ گفتار  
تھا اسی فکر سے دریا ئے خیر میں غرق  
ناگہاں طرفِ چمن میں نظر آیا اک نور

نخلِ مونی کو بھی لے آتی تو لے آتا پھل  
کیا عجب سبزۂ زنگار سے گل آئے نکل  
ٹوٹ جاتا جو کہیں گے زمین پر کوئی پھل  
تھا یہ ترسائیہ دیوارِ چمن کا کسل  
چاہتا تھا کہ کرے لائے سے دستار بدل  
رنگ پھولوں سے ٹپکتا تھا کہ آیا تھا آبل  
جیسے سونے کو کریں ساغرِ الماس میں حل  
عقدہ گیسوئے خوبان جو زبان ہوتا حل  
جامِ منقار سے آتی تھی بے لنتہ ابل  
زنگ آئینے کا جس طرح مٹا دے صیق  
سہ بھی بیٹھے نہ نکلا کہ گیا پاؤں پھیل  
آب میں چشمہ خورشید کے آجائے خلل  
پر تو گل سے حجاب لب جو رنگ محل  
پھول پر بیٹھ کے اڑتی تھی جو زبورِ عسل  
پانوں کس طرح بنبھلتا کہ گیا دل ہی پھیل  
آگیا غش مجھے بیہوش گرا سر کے پھیل  
غنچہ ہے تنگ دہن کس سے نہا ہو پھل  
کون سنتا ہو جو پوچھوں میں کہ کیا ہو پھل  
بلبلوں کو نہیں فنوں سے کسی شائع پہ پھل  
کہہ رہا تھا کہ زہے صنعتِ صناعتِ ازل  
آنکھ نے دل سے کہا دیکھ کے اُس کا کہ پھل

طرفۃ العین میں وہ روشنی آپہنچتی یب  
 دیکھتا کیا ہوں کہ ہر چ میں اک جور لقا  
 گل کھلا فیض طراوت سے ہوا کے تازہ  
 حورہ حور جسے دیکھے تو فردوس سے حور  
 فرق سے تابقدر پیکر انداز دادا  
 گرمی حسن سے رخسار بھیدو کا ایسا  
 چال وہ چال کہ بھونچال ہو جس سے زربا  
 ہوزمانہ نہ دبالا جو وہ ہوتے خرام  
 چہا گلوں کے یہی دو حکم تھے وقت رفتار  
 چو کرڑی آہوئے مشکیں کو ختن میں جوئے  
 قطرے کہتے تھے پسینے کے رخ گلگوں پر  
 لب نازک پہ جمائی تھی بلا کی مستی  
 ہائے رے ناز بچکتی تھی نزاکت سے کر  
 بتلیوں کا جو ان آنکھوں کی تماشا دکھا  
 تیر پر تیر پڑے دل پہ نگاہیں جو لڑیں  
 اور کی عوض کہ اسے عشوہ گرد غنہ فروش  
 رخ روشن کی طرح آئینہ تو ٹھیکو کیا  
 کون سا باغ ہو یہ کون ہو تو میں کون کہاں  
 مقسم ہوا پہلے تو وہ سہ ماہ ناز  
 سراٹھایا توں سے یہ بے ادبی خوب نہیں  
 ہوش میں آئیہ نہیں قسم نہایت سے باغ

کھل گیا دیکھتے ہی اسکو مرے دل کا کنول  
 کچھ حسین گرد ہیں آگے و فرور ان مثل  
 پھول سو سن کا بنا ٹھٹھی ہو دو د مثل  
 مضطرب نعرہ زناں خاک لبرائے نکل  
 غمزہ و ناز سے ڈالے دل عاشق کو مسل  
 شمع کی طرح جسے دیکھ کے دلجائے پھیل  
 چنچ پر مثل زمیں جس سے پڑے اک پھل  
 ہو لہیں جائے زمیں پاؤں کے نیچے نکل  
 زندے مر جائیں پڑیں وہ صدائے پھل  
 بال کھولے جو حلیہ یہ وہ دکھائے پھل  
 جوش کھا کر حن آئی ہو چہرے پہ ابل  
 اور آنکھوں میں لگایا تھا غضب کا کابل  
 کچھ جو کاندھے سے دوپٹے کا ڈھلا تھا آنکھیں  
 دل نادال مرے پہلو میں گیا اور پھل  
 نیچاں پاؤں پہ اس کے میں اگر کے پھل  
 رحم کر رحم بس آگے دل مضطرب نہ پھل  
 اپنے کیسے کی طرح کر مرے عقد کو بھی حل  
 تجھ سے دشت نہیں یہ اور ہر حیرت کمال  
 پھر اک انداز سے بولا یہ دکھا کر کس بل  
 اچھی صورت پہ لگیا دیکھتے ہی خوب پھل  
 ہے سراپا عین صنعت خلاق ازل

انس کچھ آج نیا تجھ کو نہیں دے مجھ سے  
 نہ پری ہوں میں نہ انسان ہوں نہ غلام ہوں  
 باغ نقشہ ہے صفات حسنہ کا اسکی  
 ہاتھ پھیلائے ہیں زرگس نے جو کاسہ لکیر  
 ہے یہ نکتہ کہ فقیر ان جہاں کی صورت  
 ہاتھ پھیلائے جو شاخیں زرگل دیتے ہیں  
 اشرفی کے جو گلیں کا جو چین میں انبار  
 رز یہ ہے کہ پھیلے پھولے ہیں نخل امید  
 نظر آتی ہے چمکتی ہوئی طوطی جو تجھے قلعہ  
 یہ اشارہ ہے کہ ہر عضو بدن حضرت کا  
 بار و رآتے ہیں تجھ کو جو نظر یہ اشجار  
 جوش رحمت کا ہے اس بحر کرم کے شہ  
 دیکھتا ہے جو روال نہر میں پانی شفاف  
 پوچھتا ہے جو حقیقت کو مری اسے ناداں  
 میں زلیخا ہوں وہ دیوسف کنعاں کمال  
 ناز میں ہیں جو مرے گرد ادھر اور ادھر  
 جھکوب کہتے ہیں واسوخت شرارت ہری  
 شجر سیب و انار چین خلد بریں  
 اک ادا میں دل عالم کو سرچھل جاتا ہوں  
 تربیت تیری ہے در پردہ تجھے مد نظر  
 سیر ہو عالم برزخ کی مبارک تجھ کو

کھا چکا چوٹ مرے صن کی تور و ازل  
 پر لطافت میں نزاکت میں ہوں انصاف  
 حسن فطرت میں جو یوسف سے کہیں جو اکل  
 اور کاسہ جو کہ سونا ہو کیا اس میں حل  
 سائل اسکے درد و ملت پہ ہیں ارباب دل  
 ہر یہ مطلب کہ ڈش میں جو وہ تھیل بدل  
 یہ اشارہ ہے کہ دولت میں جو وہ ضرب مثل  
 پھو لکرائے ہیں اس باغ میں اشجار چھل  
 ذوق سستی میں شاد دل سے جو سنتا ہر غزل  
 جو نوا سنچ سپاس کرم عز و جل  
 پہنچے ہیں اپنی مرادوں کو یہ سب نخل اہل  
 اس گلستاں میں جو برساتا ہو پانی بادل  
 چشمہ فیض یہ اس کا ہے نہیں گنگا جل  
 طبع نازک ترے آقا کی ہوں اس عید جل  
 گرم ہے آٹھ پہر شاد مضمون سے نفل  
 یہ قصیدہ دھنس ہے یہ قطعہ وہ غزل  
 فتویٰ مجھے ہیں جبکہ جو مری اک چھل بل  
 ہیں مری لذت گفتار کے آگے حنظل  
 آہوئے چین و ختن میں یکباں جو پھل بل  
 روز سنتا ہو مرے فیض سے تو تازہ غزل  
 ہوئی تقدیر مر سادان لئے کھٹ

تازہ تر ہونیکا باعث ہو یہ اس گلشن کے  
خلوت خاص بچانے کو ترے آقا کے  
ہوئی انزائش ملک اور بڑھے منصب بھی  
راشدا خواب تغافل سے دراموش میں آ  
تہنیت میں تجھے لازم ہے قصیدہ کہنا  
پڑھ کے دربار گہر بار میں اشعار مدح  
الغرض کان میں میرے جویہ مژدہ پہنچا  
مستعد ہو کے کھکا مطلع روشن ایسا  
مطلع

عدل کا ترے زمانے میں یہ بیٹھا چو عمل  
ناخن کیا کہ نے سچ کہا ب دل باز  
عام ہو فیض ترے حفظ کا یہ عالم میں  
غیب تاریک میں پھر ہیں بہرے کھٹکے  
چار سو امن رعایا جو تری شک گزار  
میں گئے زخم کے مانند شگاف در کوہ  
پھنک اٹھی دشت میں ہر جادہ نقیہ کی طرح  
رض گدوں کی طرح گاؤں میں چل نکلی  
موجہ حکم کا پائے تری ایسا اگر سیل  
دیر جو منہ سے نکلنے کی نہیں تو قنات  
تیر ہو چلے نشیں جا کے کہاں کے گھر میں  
شکل متعارفوں دونوں لب سننا رہم



زلف لیلیٰ سے پیسے کا دل خوش ہو کر  
گرتے ہو کب اقبال مسعدت کا قصہ  
جس طرح لائے کی آنکھیں چہن چہن  
جس طرح داغ ہوا غوش میں لائے کی ہیں  
بیچ سے شوق ہو سہ خانہ نولاد کی طرح  
ہر لقیں شاخ سرگاز میں پر پھرے  
جان غمگین ترے دشمن کے بدن سے نکلے  
پھل نہ پائے ترا حاسد کبھی جھلا کے دخت  
جیسے گرجاتی ہے دستار سرے کش سے  
کشت دل میں جو مخالف کی تری جا بھلے  
رنگ اڑ کر رنج دشمن سے پر نادک ہو  
چشم بدور سر مرداک دیدہ فتح  
کیا عجب دائرے کے گرد جو مرگن ہو محیط  
پانوں میں خار کرے ناخن تدبیر کا کام  
ڈال دے ہاتھ سے نیزے کو سماک راج  
گر تیری عزیم کی توصیف میں شاعر کھے  
گرد و گرد جو سواری کی ترے جاتی ہو  
زلف جوڑا کو ہے جادو بکشی کی خدمت  
فیض سے تیرے ہندس میں صفت فلک  
رگ لگ بنتا ہوں تک ترے آتا ہوں شتر  
برق دھڑکے جو تو سن کو ترے دون ٹٹل

شخص نہی اگر آنکھ دکھائے بہ مثل  
کہ ٹٹلا دیکھے کو اکب سے نخست کا خلل  
یوں ہی میخ کی آنکھوں میں فلک ہو مقفل  
ڈر کے مرخ کے سینے سے لپٹ جا کر حل  
سایہ انگن ہو تری تیغ جو بالائے جبل  
کہیں دھوکے میں پڑے میان سے تیرا گل  
نالہ جیسے دل پر درد سے آتا ہے نخل  
اور بالفرض جو پائے بھی تو تلوار کا پھل  
کاسہ سرے ترے خضم کے مغزائے کل  
جو ہر تیغ طے مور کو دانے کے بدل  
گر اشارہ ہو ترانادک بے برگ کو کہ چل  
چشم دشمن میں جسے دیکھ کے آجائے سبل  
دسعت خلق کا یہ دور میں تیرے ہر عمل  
چاہیے لطف ترا پھر تو نہیں سب عقدے حل  
تجھ کو پائے جو طرف دار سماک اعزل  
پر نکالے صفت مور ہر اک حرف غزل  
زہرہ آنکھوں میں لگاتی ہے سچ کر کا حل  
ہے اک آزاد غلام حبشی تیرا زحل  
ایک ہی اینٹ سے چاہے تو ہو تعمیر محل  
بومے گل بنے معانی وہیں آتے ہیں نکل  
جتنے عاقل ہیں کہیں ہوش ہیں اسکے فحل

دور ہے عقل سے تشبیہ سکون و سرعت  
 سبقت اندیش ہو ہر عضو سے عضو آخر  
 سحر و اعجاز کی نسبت سے ہو ایماں میں خلل  
 پیچھے رہ جانے کے باعث سے ہو داغ کفیل  
 دھن میں گرمی رفتار کے شاعر ہو چکے  
 کر کے موزوں کوئی قطعہ کہ قصیدہ کہ غزل  
 لفظ کیا نقطے بھی دیوان سے یوں اڑھایا  
 دانے اسپند کے مجر سے گئے جیسے نکل  
 لاسے کے پھول کو آغوش صبا میں دیکھا  
 نظر آیا ہے رفتار میں وہ داغ کفیل  
 آئینہ فعل کا اس کے ہر جوہر پر کرتار  
 قطرہ اور آنکھ اس سے مقابل ہو تو دیکھے پھل پھل  
 حشر تک نور نور ملک سے گئے پیچھے غزل  
 حقے اور سانس میں گھوڑے کے وہ ان سبیل ہو چلا  
 فیاضانے میں ہیں ہر گام کے ہاتھ یزد  
 ایک تھننی ہو گئی ان سب میں جو سب دہلند  
 فیمل گردوں بھی ہو دیکھے تو جھلک جاں دہل  
 اور تشبیہ نئی اک گئے سو گئی ہے ابھی  
 پایہ زنجیر ہے ہر چند مگر ہے آزاد  
 غفلت و نشان دجلالت کا ہو کیا اسکیرا  
 ہو در قلاب گردوں کی کلیہ اسکی کجک  
 شیعہ کی یہ طرہ ہے رفتار میں یا انہم پشیاں  
 بس اتیرا گئے نہ بڑھو روک عنان خلوت  
 پر کہاں ذرہ کہاں پایہ مدح و تشبیہ  
 شکر کر شکر کہ مداح ہو اتو اُس کا  
 قدر دان سخن و اہل سخن ہے مدح  
 اور یہ کہ عرض بصد خبر و خلوص دزاری  
 کہ خدا یا بحق آل بنی مرسل

سرخ درنگ سعادۃ سے ہے جب تک نہرہ  
 حن کو ناز رہے عشق کو جب تک کہ نیاز  
 روپیہ داغِ غوست سے ہے جب تک کہ رزل  
 رہے معشوق کا جب تک کہ دل عاشق میں عمل  
 جب تک کہ ہر سے پر نور ہے سارا عالم  
 پر تو مہ سے کٹاں کا ہے جگر جب تک چاک  
 گرنی ہر سے تاموہم کا دل جائے پھل  
 تلخ کاجی رہے جب تک کہ نصیبِ خظل  
 نیش اور نوش کے باقی رہیں جب تک اناں  
 لے مزا بیٹھ کے ہر بھول پر زبورِ غسل  
 گلی کے آگے پڑھے نابھلی شور بدِ عزل  
 خلد کی طرح سے شاداب رہے بارغِ ازل  
 جتنی امیدیں ہیں برائیں مہ آقا کی

ملک و اقبال کو یارب ہو توفی گھڑیوں  
 یہ کیٹھرتو ہے کیا ہند میں ہو جائے ٹل

# بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کچھ غم نہیں جو پیش ہے دفترِ قصور کا  
کیسی نظر حجاب جو مانع ہو نور کا  
ہمت ہے شرط راہِ خدا ہے کھلی ہوئی  
مردم اُس کے خوالہ بختی سے کون ہو  
کہتے ہی یا کریم اُدھر سے اُدھر گئے  
میں خاک بھی ہوا تو ہوا اسکی خاک در  
وہ صاف دل ہوں مردِ اکِ چشم کی طرح  
مئے اعتقاد صفت کی اسمیں رہے مدام  
زاہدِ لحاظ رکھ کہ نہ گل ہو چراغِ زہد  
دیکھیں کہ کیا دکھائے قیامت میں شوق دید  
حاضر مرے جنازے پہ ہوں سب ملائکہ  
کیا ڈر جو قصرِ عفو مقامِ بلند ہے  
دیدار کا تو وعدہ وفا ہو گا حشر کو  
عاشق کیا ہے شوق نے تیرے حبیب پر

عنوان نامہ نام ہے رب غفور کا  
دریا سے قطرہ قصد کرے کیا عبور کا  
پہنچا وہ جس نے قصد کیا راہِ دور کا  
حصہ ہر ایک آنکھ نے پایا ہے نور کا  
لطف و غضب میں فاصلہ تھا کتنی دور کا  
چھوٹا نہ دستِ عجز سے دامن غفور کا  
میرے سیاہ خانے میں عالم ہے نور کا  
مینا سے دل کو سنگ نہ توڑے فتور کا  
تھوکانہ آنے پائے ہوائے غرور کا  
در پیشِ مرحلہ ہے شہود و ظہور کا  
سایہ ہو سر پہ مثلِ سیماں طیور کا  
زینہ لگا کے پہنچوں گا عذرِ قصور کا  
ارشاد ہو علاجِ دلِ ناصبور کا  
یارِ امید دار ہوں عفوِ قصور کا

دیکھا نہیں ہے تجھ کو مگر شوق دید ہے  
مگر ملی نجات لحد کے فشار سے  
پھیلا کے بانوں چین سے سوؤں نرا میں  
یارب اکیلے رہنے کی عادت نہیں تجھے  
مخمسہ کے روز ساقی کوثر کا واسطہ  
اک جام تشنگی میں شرابِ مہور کا  
الفت امیر آل محمدؐ سے فرض ہے

مشکل ہے بے سفینہ اراوہ عبور کا  
نام عاصی داخل فرد شفاعت ہو گیا  
مرغ عصیاں اڑ کے مید باز قوت ہو گیا  
فرد تھا وقت پر کش پر رہا سیر میں  
گر می خورشید محشر سے ہوئی محال نجات  
آل احمد کی محبت کا چھبھا تھا دلیں خار  
جسم گیا تھا دل میں جو مشق معاصی سے غبار  
داہری رحمت جو رکھا پانوں بالا سے سراط  
جس علم کے نیچے پانی فیض احمد سے جگہ  
دفعۃ صورت بدل کر بن گئی امید یاس  
راستہ تھا ادلی منزل جو ناموار پیش  
قصر یا قوت زمرہ کی ہوئی اسان خرید  
تشنگی میں کوثر و تسنیم کے چشموں پہ ہم

صبح محشر جلد چھٹکارا ملا ہم کو امیر  
مہر کیا چمکا کہ تاباں خیم قسمت ہو گیا

نہیں سودا فقط یوسف کو اسکے چاکر دار کا  
 مزہ عاشق کے دل سے پوچھیں شہزادیاں کا  
 یہ تیری تیغ نے رکھا ہونا کا شہر اسکاں کا  
 دل پر داغ پر یہ حسرتوں کا خون جوتا  
 زبان حال سے کہتا ہو خیر مہیاں کھینچ کر  
 مرے ہی سامنے دامن اٹھا کر ناز سے چلنا  
 تکلف حسن کا ہر موئے خط یا ر میں پایا  
 بہار تازہ دل دیکھ اگر شوق تماشا ہے  
 نہو گاہ نہ جیتک نقد جاں باقی ہو قاب میں  
 بہار لکھنشاں داغ و خرم و افلاک کیا دیکھوں  
 کھینچے یک دست یہ مضمون ترے دست خانی کے  
 نہ گہراے دل وحشی سودا شامِ فرقت سے  
 خیال عیش کر لینگے فلک لے کو پھنسا یا ہو  
 معانے اشخ دھوکے میں اڑائیں دھجیاں میں  
 اچھلتا ہو کلیجا ڈوبتا ہو دل خدا حافظ  
 چنچے کیا طول حشر ہے غم کوئی اکھو نہیں  
 دہان گور سے آواز یہ کانوں میں آتی ہو  
 توبہ کر دم نکلیاے منگو کھلنا نہیں ممکن  
 جگر کو دہل کہ دلوں بتاے ناواقف

گدا درس بھی ہو کو چہ چاک گریباں کا  
 تماشا دیکھ پر دانا کی آنکھوں سے چراغاں کا  
 کہ چھاپا ہو قضا کے ہاتھ پر خون شہیدان کا  
 ہو بنگر ٹپک جاتا ہو رنگ اپنے گلستان کا  
 کہ گھر بیٹھے بہلتا ہو کوئی جی مرد میدان کا  
 بھی سے پھر گلہ اٹھا کرے چاک گریباں کا  
 نظر آیا تھے ہر مور میں جلوہ سنبھال کا  
 بہشت اک بھول مچھایا ہوا ہو اس گلستان کا  
 سخی کے گھر کا دروازہ ہو چاک اپنے گریباں کا  
 نہ بیل اچھی نہ بڑا خوشا ہو اس گلستان کا  
 محسن جو سرے دیوان میں ہو خیمہ مرجاں کا  
 کہ یہ سارہ بھی ہمسایہ ہو اس زلف پریشاں کا  
 تصدقہ ہو سکتا نہیں ہے اہل زندان کا  
 ترے خرقے پشک مجھ کو ہوا اپنے گریباں کا  
 سمندر سیر نا ہو جھیلنا شہمائے جزاں کا  
 ازل سے تاابد پہلا پیر ہے روز ہجراں کا  
 نہیں ہو کلام اس گھر میں کسی نافذہ جہاں کا  
 تری دل کی گوہ ناگنا ہو مرے نرم نہیاں کا  
 کہ دوپیا سو نہیں ہو یہ ایک قطرہ آبیدیاں کا

امیر آئینے کیا کیا شمع ردراؤں کو چھپ چھپ کر

نیا انداز ہو گا میرے مدفن پر چراغاں کا

اگر در کار ہے رنگیں تمہیں کہ گریباں کا  
ایسے عشق ہو کہ زمرہ میں طائر جہاں کا  
کنارہ مر کے ہاتھ آیا ہو جھکے ملک ایمان کا  
تہہ ہمارے بانجھن کی شان کچھ اسیں نکلتی ہو  
دھواں اٹھتا ہے داغ آتشیں سینہ سے ایسا  
خیال خط میں آگے جا نکلتا ہوں جگہ میں  
نظر یادہ جہرہ ہوتے ہوتے رگ کی حشر  
جہاں معشوق ہو عاشق دکھایا گیا ہے  
یقین ہو بنے بنے ہو لبالب خون حسرت سے  
نہ پوچھو حال دل کا میری آہ یا اثر دیکھو  
دل سرگشتہ میرا دیکھ کر یوں وہ بری بولی  
کہاں سماں تھا وحشت میں کونسا بار کوکھتا  
زہے شوق شہادت استخوان گاہ محبت میں  
دم رقص اس پری نے دی جو گردش اپنے دامن  
تعلق رکھتی ہے سرگشتگی نخوت فروختی پر  
وہ دیوانے ہیں آنکھوں سے ذرا ایسا اگر کر دیں  
جیسے سارا زمانہ آفتاب حشر کہتا ہے  
نئی تقریب پر یوں کے بلند نیکی ہو دیوانو  
ہوئی ہیں لبکہ آنکھیں لوٹ اسکی جالہ زہی پر  
وہ زخمی ہیں تو کب کسی چھڑکنا اگر نمک قاتق  
بڑے نادان ہیں یہ جو لوگ ڈرتے ہیں آبر اس سے

لگاؤ لعل اسمیں قطرہ خون شہیداں کا  
چمکتا ہے رقص میں جا کے طبل اس گلستاں کا  
بڑی شکل سے دردازہ لاشہر خوشاں کا  
کھینچے تو دور کر صفحہ چوم لوں شمشیر سزاں کا  
کہ چھپ جاتا ہو بدلی میں ہلال اپنے گریباں کا  
لگاتا ہے ہزاروں برہجیاں سبز گلستاں کا  
اٹھائی اس نے جلن رہ گیا پردہ گریباں کا  
شید طوق قمری ہو دھواں سرور چرخاں کا  
اگر کاسہ بنائیں کاسہ گر خون شہیداں کا  
درخت بے شری بہ اُسی اُجڑے گلستاں کا  
یہ دل کا ہیکو ہو کوئی گولیہ ہو بیاباں کا  
دیا قاصد کو پردہ بچھا کر میں نے گریباں کا  
قدم بڑھتے ہی ہاتھوں بڑھ گیا دل و میداں کا  
مری آنکھوں میں عالم بھر گیا خیر سیلماں کا  
کہیں دامن سے ہوتا ہو مقام اوچھا گریباں کا  
نکالے شیر پر آنکھیں غزال اپنے بیاباں کا  
وہ اک اُترا ہوا چھاپا ہو اپنے داغ خزاں کا  
کسی صحرائیں عرس اکدن کریں جگہ سیلماں کا  
نچا ہیں کھلتی ہیں گیند اس گونے گریباں کا  
دہان زخم سے ہم چوم لیتے صفحہ نمکداں کا  
اجل تو نام ہوا کہ زندگانی کے نگہباں کا

جنوں کو اک پردہ نشیں کے دور دامن کا  
نظر آتا ہی دلیں رنگ کیا حسن خجریاں کا  
پھیلا جو عیب عریانی سے رخت جسم عریاں کا  
کہیں ضبط نفاس سے عشق کے آثار چھپے ہیں  
صدائے قلقل مینا سے میخانے میں آتی جو  
مگر اڑتی ہوئی پریاں پھنسائے کا ارادہ ہے  
جنوں کے گل کھلاتی یوں صبا کو کیا سہیقا  
کیا اظہار درد دل تو کھینچا میان سے خنجر  
خیال طرہ بندہ جانے نہ کیونکر جو کی منتظر  
عدم کو چل دیا خاموش جو عاشق ہوا سیر  
تہارا خنجر رنگیں چڑھا جب نے نگاہوں پر  
تراغنون ہوں اسے ضعف پردہ رنگیلا سیر  
ملایا خاک میں انکو جہاں کی یونانی نے  
تعجب کیا کمال شوق میں لپٹا جو میں اس کے  
اسے کہتے ہیں یاس راز الفت دکھاتے قاتل  
زخماں پر جو انگشت خانی بار نے رکھی  
مزاج آگے تو دیوانوں سے یوں برہم رہتا تھا  
کہاں جائینگے اڑ کر یہ پر پر میری چالو سے  
نصیب دشمنان قاتل کو سکتا ہو گیا شاید  
ہو ائے زلف میں اک حر کے سودا چوکا جو  
آئیر الیا شگفتہ جو ہجوم داغ سے پہلو

گلا کاٹوں جو پردہ فاش ہو چاک گریباں کا  
تماشا دکھتا ہوں ایک غنچے میں گلستاں کا  
مرداغ جنوں پیوند ہے میرے گریباں کا  
لب خاموش سے پیدا ہر صدر درد نہیاں کا  
کہ بخت سبزاں طوطی جو مستوں کے گلستاں کا  
ہوا پر جال پھیلا یا جو کمیوں زلف پریشاں کا  
جسم میں جو گل صد برگ نام اپنے گریباں کا  
نیا نشو نکالا آپ نے یہ درد ہجر اں کا  
طلار یہ پھر رہا جو آنکھ میں خواب پریشاں کا  
دہان یا درد دانہ جو کیا شہر خوشاں کا  
جمایا رنگ اُتر ادل سے اپنے نجوم جہاں کا  
چھوٹا قلعے دامن دست نشت سے گریباں کا  
کتابہ خط کو فی میں لکھو گور عریاں کا  
دیا شمشیر نے دھوکا کسی کے جسم عریاں کا  
سیا جو صفہ ترے تار کر سے زخم نہیاں کا  
تو میں سمجھا کہ جو سیب قن بھل شاخ نہ چا کا  
اثر جو اسے پری یہ صحبت زلف پریشاں کا  
جلاو میں بنوں گا جا کے درگاہ سلیاں کا  
کہ لبعل آئینہ دکھلا رہے ہیں چشم حراں کا  
براض صبح جنت جو سودا اپنے میاں کا  
کہ ہر تاسو دل رختہ جو دیوہ گلستاں کا



دکھاتا چاہیے کچھ بانگین سودائے خزاں کا  
 نہ چھوڑا تار باقی دستِ دشت نے گریباں کا  
 جوابِ ردِ غصہ رضواں جو تھمتہ کوئے جہان کا  
 شنگہ نے نہیں کٹھیں اپنے گوگھوٹا نکا  
 بنا کر آئینہ پر یوں کو یوں خود میں نہ کرنا لھا  
 زیں ہو ایک مشت خاک صحرائے محبت کی  
 تردد کیا ہو تم کو یہ تو دو ٹانگوں میں اچھا ہو  
 دبستانِ جنوں میں جو سبق تھا درس میں تیرے  
 نہ بھولے آپ کو بھولے جو دنیا کو تو کیا بھولے  
 کسی عارض کا آئینہ ہے اپنا دیدہ حیراں  
 در آ یا بن کے بکلی دیدہ خورشیدِ محشر میں  
 لبِ بام اس بری نے بال کیا چرسے کرے  
 ذرا سی چھیز میں یکوں بھڑپتے ہو تم اچھا ہو  
 گشتا میں غم کی چھا جاتی ہیں دلیر توہ بخوتے  
 ملایا چاہتا تھا ہاتھ سے اس گل کے ہاتھ اپنا  
 اترتا ہی نہیں غصہ کسی دم چشمِ داہر سے  
 خیالِ زلفِ رخ ہی رات دن آنکھوں میں تیار ہو  
 سرے غم میں اداں آنسو میں آنکھوں جیسے دینے  
 اتنا حق پوئی ہیں قمریاں حق سرہ کیسا

بہت اب لوگ کی بقا ہو ہر کانسایاں کا  
 دیام چند میں نے واسطہ یوسف کے داماں کا  
 قضا چھڑکا ڈرتی بھرتی ہو خونِ شہیداں کا  
 نکل آیا ہو جو بہ جفا شمشیر گریباں کا  
 سکندر کچھ تو چھہ کو پاس لازم تھا سیماں کا  
 فلک تھوٹا اس اک میدانِ ہونے بیاباں کا  
 عدد کا زخمِ دل کیا چاک ہو میرے گریباں کا  
 وہ اسے جنوں برآوردہ ورق ہو میرے دیواں کا  
 یہ منت سوداگر پوری تو بھیتے طاقِ نسیاں کا  
 دل صد چاک شانہ ہو کسی زلف پریشاں کا  
 اگر اونچی آڑا ذرہ کوئی اپنے بیاباں کا  
 اٹھا کر ابر کے پردے کو گویا برق نے بھیا نکا  
 اسی سے چھڑتا ہو تم کو ہر کانسایاں کا  
 بلا جو رخصت کھلنا آپ کی زلف پریشاں کا  
 یہ باعث ہو کس شل حق نے بنایا بچہ جواں کا  
 پر پردوں پہ کیا تنہا ہو سرکارِ سلیمان کا  
 اُجالا صبحِ وصلت کا اندھیل شامِ حیراں کا  
 کو ماتم ہو رہا ہو گھر میں پردوں کے سلیمان کا  
 جسے کہتے ہیں دارا کر سرہو پنے گلستاں کا

کتاب لوحِ محفوظ اے امیر اس کا ہے دیر پا

سوا د خاتمہ کن خاتمہ ہے اپنے دیواں کا

ہم سے جگڑ کے غیر کا تو یار ہو چکا  
ترغیب دی شراب کے پینے کی کیوں اُسے  
انکھیلی کی چلے نہ چلے چال ابہ شورش  
بالیں پہ میرے کس لیے آیا ہوا ہے طیب  
آیا نہ ایک بار عیادت کو وہ مسیح  
زنجیر پا ہے ضعف سے ہر سوج بوریہ  
افسوس آنکھ خواب تغافل سے تہ کھلی  
اب عفو وہ کریں نہ کریں اختیار ہے  
جب آستان یار پہ حاضر ہوئے ہیں ہم  
باقی ہزار شوق خط شوق ناقص  
کافی ہے زلف جال کھیلنا کس لیے  
دنیا میں کون غم ہے نہیں جیکے لوغش  
دل راہ چلتے چھین لیا مجھ سے یار نے  
میرا سوال سن کے جو خاموش ہو رہے  
اب لب پہ لائیں کیا رنی صورت کلیم

باقی ہے کس کو وصلہ خفا کے عشق کا

رسوا امیر کو چہ و باز رہو چکا

واعظو حشر کا ہر مرتبہ چچا کیسا  
دیکھیں حوریں بھی تو بیہوش ہو رہے روتے  
روز کا تم نے نکالا ہے یہ جھگڑا کیسا  
سب کیسی تری کشتی کا تماشا کیسا  
مے کشو خیر ہے اندیشہ فردا کیسا  
دوستانہ بھی کسی دوست سے لگا کیسا

## مرآة الغیب

جائے آرام نہ دیکھی کبھی اس عالم میں  
نبض دیکھی تو حرارت سے جلے دستِ ح  
نام چاہے تو نہاں ہو نظرِ عالم سے  
آبلہ پانی دے تابی و سرگردانی  
کبھی دیوانہ الفت نہ تہارا سمجھا  
شک نہیں اسمیں کہ ہر صریح موزوں قدیار  
جوشِ دشتِ حبیب اس دشت میں لایا کہ بھٹا  
کچتے ہیں زلفِ مسلسل کی کھو تو تفریق  
تری تصویرِ خیالی بھی نہ آئی مرے پاس  
نہیں آگیا کھول کے اغوشِ تنہا کیسا  
نہیں معلوم کہ ہے عالم بالاکسیا  
تیرے بیمارِ محبت کا مدد اکیسا  
گوشتِ گیری سے ہوا شہرِ عفتا کیسا  
اے جنوں گھر میں یہاں ہوں تو صحر کیسا  
لوگ سمجھانے کو سمجھا چکے کیسا کیسا  
پر کمزیر سے غائب ہے یہ سکتا کیسا  
آہوئے قیس نہیں ناقہ سیر کیسا  
دیکھیں اس فن میں جو تلو کیسا  
رہ گیا کھول کے اغوشِ تنہا کیسا

میرے لبِ ناک نہیں آیا ابھی نالہ بھی امیر

زلزلے سے ہے یہ عالم تہ و بالا کیسا

پوچھنا نہ جائے گا جو وطن سے نکل گیا  
ٹھہر کبھی کو میں نہ دم بھر بھی راست رو  
خلعت پہنے آنے کی تھی گھر میں آرزو  
پہلو میں میرے دل کو نہ اے دردِ کز تلاش  
مرغانِ یاغ تم کو مبارک ہو سیر گل  
کیا رنگ تیری زلف کی بونے اڑا دیا  
پیا سا ہوں اس قدر کہ مرادوں جو گر پڑا  
سار ابراہان نام کے پیچھے تباہ ہے  
کاشوں نے بھی نہ دامن لگائیں بکھولیا  
کیا شوق تھا جو یادِ ساگ یار نے کیا  
بیکار ہے جو دانت دہن سے نکل گیا  
آیا کہاں میں تیر تو سن سے نکل گیا  
یہ حوصلہ بھی گورو کفن سے نکل گیا  
مدت ہوئی غریبِ وطن سے نکل گیا  
کانشا تھا ایک میں سوچیں سے نکل گیا  
کاغذ ہو کے مشکِ ختن سے نکل گیا  
پانی اُبل کے چاہِ ذقن سے نکل گیا  
انسان کیا عقیقِ یمن سے نکل گیا  
بلبل کو ذبح کر کے چمن سے نکل گیا  
ہر استخوانِ ترپ کے بدن سے نکل گیا

ہو سبزہ رنگ خط بھی بنا اتلو بسنے  
منظور عشق کو جو ہوا ادب حسن پر  
بد نظر رہی ہمیں ایسی رضائے دوست  
طاؤس نے دکھائے جو اپنے بدن کے داغ  
صوا میں جب ہوئی مجھے خوش چہرے کا لاش  
خجر کھنچا جو میان سے چکا میان صاف  
بیگانہ تھا جو سبزہ چمن سے نکل گیا  
تفریق کا نالہ سرد چمن سے نکل گیا  
کافی زبان جو شکوہ دہن سے نکل گیا  
رد تھا ہوا احباب چمن سے نکل گیا  
کوسوں میں آہواں ختن سے نکل گیا  
جو ہر کھیلے جو مرد وطن سے نکل گیا

میں شعر بڑھ کے بزم سے کیا اٹھ گیا ایسر  
بلبل چہک کے صحن چمن سے نکل گیا

دعدہ نہیں ہو حشر کے دن کس سے دیکھا  
اللہ رے انقلاب بہانہ پلید کا  
قاتل کے کان تک نہیں پہنچی اسی قتال  
کچھ لگیئے ہیں زراغ و زعفران کھسک جا  
کہدے کوئی حسیوں کی نیچا نہیں  
ہاں اے کلید دار قضا کھول عقل بخت  
کشتہ کا کھیت کاٹ کے کھیتی دینا یاد  
کیا جانتا ہے کوئی فقیر کا مرتبہ  
پوچھوں نہ حال خلق رقیب سیاہ رو  
کیا جانے رہر دوں کا ہوا کیا اعدہ حال  
اے ترک ترے رعب نے الیا دبا دیا  
دور میں ڈالے جاؤ گئے جس وقت پرست  
دل میرا اسکے روئے غلط نے چھین کر  
حصہ ابھی سے بانٹ رہا میں وہ عید کا  
خون حسین غازہ ہو ~~کھلا~~  
کیوں تیغ نے گلے کو دیا خطر رسید کا  
لاش اپنی بد مرگ ہو تو شہ فرید کا  
آئے جسے جسے ہو ارادہ خرید کا  
کچھ اسمیں گھس نہ جائے گا ناخن کلید کا  
جامہ بھی پہ قطع ہے قطع و برید کا  
دل نام پر عرش نقب ہے مرید کا  
بگڑا ہوا اخیر ہے خاک یزید کا  
اب تک تو ایک نے نہ لکھا خطر رسید کا  
اُچھلا نہ خون حشر کے دن بھی شہید کا  
ناقص غل چائے گا بل من یزید کا  
جھوٹا بنایا ہے قبائلی خرید کا

اب کی بہار سے مجھے آتی ہے بوئے فوں آیا ہے لالہ ہمیں بدل کر شہید کا  
کیونکہ کھنچوں نہ میں طرف قرب حق امیر  
پھندا مرے گلے میں ہے جبل الوریہ کا

آئے جسے ہو شوق تجلی کی دید کا  
آنکھیں ہیں اور لطفِ جواب کی دید کا  
دودہ شیب فراق کا نقاش مجھے لے  
سجد سے سوائے یکدمہ اسے یوں نہ چھو  
کیسی سزا کہ رعب سے قاتل کے روزِ حشر  
کھینچا نہ ہاتھ قتل سے قاتلِ حرام  
آنے خود بہا رہ دوں میں رہن سے  
حیرت نے کر دیا ہمیں تصویرِ پیش یار  
وہ یاد ابن ساقی کو خرمیں میں یوں  
پیری میں مجھ سے خنجر قاتل گلے ملا  
غلطی شیمہیں کھینچے رخسارِ یار کی  
ہم منتظر کہ لائے وہاں سے جوابِ خط  
اس غمگدے میں کنگلی یوں انہی زندگی  
پوچھو نہ کچھ مرے دل زخمی کا مجھے حال  
کس دن نہیں ہیں چار گدا چار میہاں  
رزق اپنا اے امیر ہے توشہ فرید کا

بھگو عجب سمجھ کے حسین شہید کا  
یہ شوقِ جو خلق کو قاتل کی دید کا  
کرتا ہے تنگ تافیتِ تک بھی زید کا  
جائے شہابِ خون کے کا شہید کا

ہوتے ہیں ترپینے سے آنکھ میں حسیں  
اتراتے ہیں جو لوگ پہن کر لباس نو  
بت نیکہ وقت نزع نہ بالیں یہ میرے بیٹھ  
ثابت ہوا عدم کو مسافر پہنچ گیا  
کرتا ہر فعل چرخ زمانہ بھی پائمال  
گردن تو کیا نہیں مرے اعضا کو خونِ یخ  
کھو لئی گلات مار کے ہم میکے کا در  
کیسا جواب خط کہ ہوا نامہ بر کا خوں  
نازک ہر دل میں دھن کی مجلس میں جاؤں کیا  
پیر معاں نے مجھ کو سنبھالا تو کیا ہوا  
باطن میں غم ہے عشرت دنیا کے ظاہر  
مہدی کی ٹٹیاں نہیں پر میرے باغیاں  
فاتح سے ہوں تو صاحبِ حیرت نزع کر

پھر لوٹے مجھ کو ڈھب ہو عرق کی کشید کا  
ہنتا ہر چاک پیر میں صبح عید کا  
ہوتا ہر آج خاتمہ گفت و شنید کا  
تو یزید قبر پر نہیں خط ہے رسید کا  
مسک جو پیر کا وہ چلن ہے مرید کا  
بل ایک ایک رگ کو ہر جیل الوریہ کا  
پاپوش اپنی کام کرے گی کلیہ کا  
کاغذ پکارتا ہے یہ خط کی رسید کا  
درہ ہے جھگڑا ذکر عذاب شدید کا  
ہر پیر دستگیر ہے اپنے مرید کا  
پہننے ہوئے لباس محرم ہے عید کا  
کیوں ان پہ باقہ صاف جو قطع و بید کا  
دعوت خلیل کی ہو کہ توشہ فرید کا

اٹھ اٹھ کے بیٹھنے سے ہوئے کشتہ ہم امیر

خنجر بھرا گلے یہ ملاقات عید کا

ہو دو کو شوق اس بت قائل کی دید کا  
غزوہ ہو میکشو کہ ہوا چاند عید کا  
یار ب رہے وہ چاہ و ذوق خط غصہ میں  
جی چاہے جس حسیں کا وہ ہے مجھے جنس دل  
دیار پرست کیا رہے عقیدہ کریں گے طے  
وہ مست ہوں کہ میں نے شب قدر کی دعا

ہوئی کا زنگ جس کو لہو ہے شہسب کا  
نحتاج تفعل میکدہ تھا اس کلیہ کا  
گھیرے نہ اس فرات کو لشکر پزید کا  
سرمایہ کریم ہے توشہ فرید کا  
نعلے گا خاک گھر سے قدم زن مرید کا  
مدد سے تمام ہوں کہیں دنائے عید کا

کس گلبدن نے ہاتھ سپرہ لگا دیا  
 ہونے نہ پائے غیر بقل گیر یار سے  
 اپنی کہیں کہ اسکی نہیں وقت نزع ہم  
 سارا احباب ختم ہوا حشر ہو چکا  
 بابک کے روز کھاتے میں داغظلم داغ  
 لوٹے گی لذت لب شیریں مری زباں  
 شیطاں کبھی رقیب سے ہوتا نہیں جدا  
 ضائع نہ جائے دل پہ جو کھایا داغ غم  
 چاکر سفر میں بھول گئے ہم کو وہ امیر  
 ہاں اور دوستوں نے لکھا خط رسید کا

اندھے مکر صاحب بخل شدید کا  
 گردن کو تیغ سے نہیں رشتہ بعید کا  
 اُس کو چچے کے گدائے تہیدست میں ہم  
 کرتی ہیں دلوں خون اُن آٹھو کی تیلیاں  
 ہو اُس سے بوسہ لب شیریں کی کیا امید  
 خبط عذار یار کا کیا وصف کیجئے  
 باتیں مری سینس تو یہ منہ پھر کر کہا  
 صحراد کوہ کشتہ الفت کہاں نہیں  
 لیتی جو بوسے عارض محبوب کے وہ دلف  
 حجام میرے دل کا دکھا دے جو آئینہ  
 کندن سازنگ یار دکھائے جو رخ ہوزرد

گاڑے تو زرمزار بنائے شہید کا  
 ڈنڈا جو پاڑھ کا جودہ جیل الودید کا  
 رضواں سے جو ارادہ خباں کی خرید کا  
 ان میخوں کو ذوق ہے مے کی کشید کا  
 شربت پہ فاتحہ بھی نہ دے جو شہید کا  
 نوروز کا یہ زرا پچ خطبہ جو عید کا  
 تار اس گنبد میں نہیں دل کی کشید کا  
 ہر لالہ ہے چراغ مزار شہید کا  
 کافر کو بھی ادب ہے کلام مجید کا  
 اُن سے زیادہ دواں انھیں انعام عید کا  
 زر سے ارادہ چاہئے زر کی کشید کا

کتنا ہے سخت قلب رقیب سیاہ رو      لطف یہ شمر کا ہے کہ بچہ یزید کا  
مقتل سے کم نہیں ہے قلم ال مر امیر  
ہر کلک ہے گلوئے بریدہ شہید کا

خط عارض نے دل اہل رقم توڑ دیا      بیت ابرو نے ہلالی کا قلم توڑ دیا  
اس کڑی کا تحمل تھا کہاں شیدائے دل      وہ کہی بات کہ دل تو نے صنم توڑ دیا  
اہل محشر یہ ہے احساں ترے دیو کا      سر کو ٹکرا کے دربار غلام توڑ دیا  
باندھتے غیر کو چڑا ترا ہم دیکھ سکیں      رشتہ الفت کا ترے سر کی قسم توڑ دیا  
دل نے اک آہ میں تابو د کیا انجم کو      سب جھٹھا کھینچ کے ششیر دوڑ توڑ دیا  
حکم دے کہ نہ آئے کوئی درد انسا پر      آئرا تو نے غریبوں کا صنم توڑ دیا

صفیہ دہریہ صورت گرفتار نے امیر

اس کی تصویر وہ کھینچی کہ قلم توڑ دیا  
ہمسر زلف قد حور شامل ٹھہرا      لام کا خوب الف بد مقابل ٹھہرا  
دیدہ تر سے جو دامن میں گرا لی ٹھہرا      بچے بچتے یہ سفینہ لب ساحل ٹھہرا  
کا نظر ردئے کتانی پہ تو کچھ دل ٹھہرا      کتب شوق بھی قرآن کی منزل ٹھہرا  
نہایت گل سے پریشان ہوا اسکا داغ      خندہ گل نہ ہوا شور غنادل ٹھہرا  
نجد سے تیس جو آیامے زنداں کی طوف      دیر تک گوش بر آواز سلاسل ٹھہرا  
حسن جس طفل کا چرکا وہاں باعث قتل      جس نے تلوار سنبھالی مرا قاتل ٹھہرا  
خط جو نکلا رخ جاناں پہ ملا بوسہ خال      ہی دانہ فقط اس کشت کا حاصل ٹھہرا  
علم اک نقطہ جو مشہور تھاے جوش جنوں      غور سے کی جو نظر نقطہ باطل ٹھہرا  
دور جہنم تک تھے تر پتا تھا میں کیا کیا      پاس آ کر جوہ ٹھہرے تو مرادل ٹھہرا  
کثرت داغ سے گلہ ستہ بنا دل تو کیا      زینت باغ نہ آرائش محفل ٹھہرا



## مرآة الغیب

دوڑنا قیس بھی آتا رہی نہایت ہی قریب اک ذرا ناتے کو اے صاحب محل ٹھہرا  
دم ہو بیتاب تھا مدت سے مرے سینے میں تیغ قاتل کے تلے کچھ دم بسمل ٹھہرا  
رسم بڑی دور سے آئے ہیں تہا رہی یہ حال گھر سے دروازے تک آنا کئی منزل ٹھہرا  
اب تک آتی ہے صدا تر بیت لیلیٰ سے امیر

سارباں اب تو خدا کے لیے محل ٹھہرا

ہیگا نہ ہو کے سارے جہاں سے جدا ہوا اے عالم آشنا جو تر آشنا ہوا  
تکھے کفن نصیب جو بعد فنا ہوا سرکار عشق سے ہمیں خلعت عطا ہوا  
دور یاے معرفت سے جو دل آشنا ہوا ترک خودی سفینہ اہل فنا ہوا  
نخت سیہ نہ ضعف میں ہم سے جدا ہوا قد خمیہ حلقہ زلف دوتا ہوا  
میں مٹ گیا تودہ بھی مرے ساتھ مٹ گیا سایے سے خوب حق رفاقت ادا ہوا  
بچھٹا رہے ہیں خون ہر اک کے کیوں حضور اب اس پہ خاک ڈالیے جو کچھ ہوا ہوا  
حال کیا تو دیکھو مجھے قتل کر کے خود اوروں سے پوچھتے ہیں یہ کیا ماجرا ہوا  
زائل ہوئی نہ بھیس بدلنے سے بوئے عشت قصیر میں بھی رنگ ہو رخ سے اڑا ہوا  
ہر دل کا سرد مہری معشوق سے یہ حال جیسے درخت برف سے کوئی جلا ہوا  
مرنے کے بعد کیسے پریشاں میں عضو تن کیا کیا درق کتاب سے اپنے جدا ہوا  
یاد کر میں بھول گئی دل کو طرز آہ کا سے میں اپنے بال پڑا بے صدا ہوا  
جب سامنا ہوا دل عشاق کھینچ گئے گیسو کا حلقہ بھی دہن اثر دہا ہوا  
یہ ضعف سے سبک ہوں کہ نقیر قدم مرا پڑتا تو ہے زمین پہ لیکن مشا ہوا  
آئینہ اس کو کس نے دکھایا غضب کیا جلاؤ خلق ایک تو تھا دوسرا ہوا  
بوسہ طلب کیا تو یہ کہنے لگا وہ بت قدرت خدا کی تم کو بھی یہ حوصلہ ہوا  
غالی قدح دکھائے مجھے کیوں دور سے ساقی کا دل ہو میری طرف سے پھرا ہوا

شاید خط اس شبلی کے حلقے تھے جال کے  
ڈھوڑھانہ کب بہانہ مے دلنے بہر رنج  
چاو ذوق کو چہا بہ مصر کیا کہوں  
ایسا نہ ہو کہ کوئی تجھے چھپ کے دیکھ لے  
قاتل ستم ہے رشتہ الفت کا توڑنا  
کشتے کی اپنے بچہ کو ہرے ترک کچھ خبر  
آٹھوں پہر ہے جلوہ مشوق سامنے  
انسان کی مرگ و زلیت نہیں دیکھ ہاتھ  
نامہ دیا تو اس گل گلزار حسن تک  
دم میں پہونچ گیا مرا قاصد ہوا ہوا

خُور آگئی نظر کہ پری کوئی دیکھ ملی

سودا سا ہے امیر کو کیا جانے کیا ہوا

فراق یار نے یحییٰ مجھ کو رات بھر رکھا  
شکست دکھا باقی بچنے عزت میں اثر رکھا  
برابر آئیے کے بھی نہ سمجھے قدر وہ دل کی  
مٹائے دیدہ دل دونوں سے ایشا خچین نے  
ستہارے شک و کا ایک کرا بھی جو ہاتھ آیا  
جناں میں ساتھ اپنے کیوں نہ لجاؤ گناہ صبح کو  
نہ کی کتنے سفارش میری دقت قتل قاتل سے  
غضب بر سر ہے میرے آتے ہی معلوم ہوتا ہو  
بڑا احسان ہو میرے یہ اسکی لغزش یا کا  
زیر میں دانہ گندم صلف میں ستم ہو گوہر

کبھی محبہ ادھر رکھا کبھی تکیہ ادھر رکھا  
لکھا اہل وطن کو خط واک گوشہ کثر رکھا  
اسے زیر قدم رکھا اُسے پیش نظر رکھا  
عجب طفل ابر حقانہ گھر رکھا نہ در رکھا  
عزیز ایسا کیا مرگ سے چھاتی پہ دھر رکھا  
سلوک ایسا ہی سیکر ساتھ ہو حضرت نے رکھا  
کماں نے ہاتھ جوڑے تیغ نے قدم پہ سر رکھا  
جنگ خالی جو پائی یار کو غیروں نے بھر رکھا  
کراُس نے بے تحاشا ہاتھ میرے دھن پر رکھا  
ہمارے عجز نے ہر مرکز میں ہم کو در رکھا

مرآۃ الغیب

ترے ہر نقش پا کو رہگذر میں سجدہ گئے سمجھے جہاں تو نے قدم رکھا وہاں غیب بھی سر رکھا  
امیر اچھا شگون سے لیا ساقی کی فرقت میں  
جو برسا بر رحمت جائے مے شیشوں میں بھر رکھا

جلانا چاہتی ہو جب کسی سرسبز گلشن کا  
وہ ہوں جانا ز قفل پر گیاں ہو پھلو گلشن کا  
ترا خنجر گلے پر غیر کے کیونحنہ رک جائے  
نہ پوچھو دیکھنے کا حال مینے کچھ نہیں دیکھا  
بہار آئی ہو اے دست جنوں یا عید آئی ہو  
بصیرت ہو تو انسان زمر سمجھے شرم و ترنگوں کی  
کبھی کہے کبھی بتجانے میں دیکھا ہوتا تھا جھک  
میں اک بردہ نشین صاحب عصمت کا زخمی ہوں  
دھڑکی سچی کی ہونٹھوں پر جی ہو خیر و یارب  
تیرے شمشیر قاتل کی طرف حسرت سے تنکنا ہوں  
بلوں کفار میں جا کر شکست کفر کی خاطر  
تردو کیوں ہو یاروں کو کہاں گاڑیں کہاں توں  
نہ گل سنبھلے نہ چٹخے مسکراتے دونوں رو دیتے  
لب جہاں بخش پر مہی نہیں اسے جمائی ہو

ہلال و بدر دونوں میں امیر اُسکی تجلی ہے

یہ خاک ہے جوانی کا وہ نقش ہے روپ کیں کا

کھڑا ہوتا ہوں رستہ روک کر اس شوقِ جہنم کا  
خیال آیا جو ساقی اس صراحی دار گردن پر  
دہر دہر ہوں کہ آگ کا باندھتا ہوں جاکے رہنم کا  
پڑا پھندا کچلے میں گونگی نے ڈھبل گیا منکا

مہر پر شرم عصیاں حذر باز ہو گئی مجھ کو  
 قدم یاں بھونک کر رکتی ہو چکی ہی جاتی دو  
 اٹھانوں سختیاں لاکھوں کڑی بات اٹھانوں  
 وہ مشتاق شہادت ہوں کی جلا د اگر کرنا  
 تصور سے سخن رد یوں کے یہ خالی نہیں رہتا  
 مسی مایہ لبتے کی ہو گئی جس جگہ آئے  
 وہ جو درد الفت ہوں کہ بھگو گشت میں  
 گرم فرما جو ہوا برکم میری زراعت پر  
 یہ کس گریاں کا ساقی میکہ میں دور آخر  
 پھل پھولے جن میں دفن کرنا چاہئے تھکوا

امیر آیا نظر جب چودھویں کا چاند تھکے ہم  
 کسی نقاش نے کھینچا ہو نقشہ اسکے جوہن کا

سیر اگر میرے یہ خانے کی سوخی کرتا  
 آبرو گرد پستی میں جو پیدا کرتا  
 ہاتھ رکھے میں اٹھان خم گلو پر دم حشر  
 تودہ بت ہو تری نخت سے جو ہوتا گاہ  
 جب تلک گنبد دودھ کا ہوتا اک دور  
 نور آنکھوں میں نہیں نام کو گز گس طیر  
 خطا پشت لب جال بخش نہیں بجائے عجب  
 اے اجل دن ترے آنیکا جو ہوتا معلوم  
 غم اٹھانے کو بہت تھے ترے بندے یارب

جل کے خاموش چراغ ید بھیا کرتا  
 گوہر اشک کو میں آنکھ کا تارا کرتا  
 تجھے ہوتا کہ میں جلا د کو رسوا کرتا  
 کبھی فرعون خدائی کا نہ دعویٰ کرتا  
 گرد شیش لاکھ ترا باد یہ چمپا کرتا  
 خاک اس گلشن ہستی کا تاشا کرتا  
 خضر سے کیوں نہ ملاقات سیجا کرتا  
 کچھ میں سماں تری دعوت کا تھا کرتا  
 کیا کمی تھی اگر اک مجھ کو نہ پیدا کرتا

وہ جو امید براری میرا آجاتے

پہلے میں ترک متنا کی متنا کرتا

غبار اُس کے لب بام تک بلند ہوا  
جہاں کسی کا دکھا دل میں درد مند ہوا  
کھلا ہے باب احباب دعا کو گرفتار  
بزنمگ اشک ندامت گرا ہوا آنکھ سے میں  
گلا وہ ہے جو تری تیغ کو ہوا مقبول  
کیا د فور معاصی نے جو صلی کو یہ پست  
یہ دل مرا ہے کہ جس میں خیال یار نقش  
کیا قبول نہ گل نے مرے گریباں کو  
تہاری آنکھ کا دوری نے دل مرا کھینچا  
چھڑک کے آئی وہ زلف سیاہ پر افشاں  
نہ پوچھ الفت خیال سیاہ کا باعث  
کوئی حسین نظر یا بنائیں عاشق زار  
مزدہ ملا سب جاناں کو استخوان کھاکر  
بزرگ شمع جلایا یہ سود الفت نے  
کھلا جو یار کا جوڑا تو دل کھینچا میرا  
لکھا تھا خط میں جو حال انہی خیم حیراں کا

امیر پائے طلب جب سے توڑ کر بیٹھے

کبھی نہ ہاتھ سوئے اغنیا لبند ہوا

نکا لینگے تہ شمشیر براں جو صلہ دل کا  
دہان زخم سے ہم چوم لینگے ہاتھ قاتل کا

تڑپے میں دکھا جاتی ہے کچھ اندازِ لبّیل کا  
عجب کیا ہے اگر گردن تہیہ ستوں سے کھینچا ہے  
سفر میں یاد اس کے مصحفِ عارض کی ایسی ہے  
بہر اگشتوں سے کیونکہ دامنِ مقفل میں حیراں ہے  
یقین ہے دیکھتا عالم میں شے کلِ حیرت کی  
کیا تو آبِ دانہ ترکِ راہِ عشق میں لیکن  
فساد اس ترک کو عشاقی میں مد نظر ٹھہرا  
بھلا کہ مانگ کی الفت کیا برباد کھولنے  
نہو جیتک کہ حکم اسکا کہے دہل کیا ممکن  
حیفوں کا گھٹایا رتبہ ایسا حسن نے تیرے  
اثر ہے نا تو انی کا یہاں تک بعد مرنے کے  
لگا خنجر جو سینے پر ہوئے کیا کیا رہا قیدی  
مدد اے سخت جانی ذبح کر لکھو وہ بیٹھا ہے  
رہ الفت میں بے آبی ذوق کی دکوائت ہے

امیر ایسا کیا بیتاب شوقِ قتل نے میرے

کہ ہے اس ترک کے خنجر پہ عالمِ مرغِ لبّیل کا

تری گردن پہ گدا خونِ حشر تہائے لبّیل کا  
نشاں اے نامہ یہ کیا پوچھتا ہے قصہ قاتل کا  
فرشتوں پر عیاں ہے سحر اس زہرہ شامل کا  
مزاج ایسا ترپنے سے ہے ہم میرے قاتل کا  
عجب کیا تن پہ میرے زخمِ دامنِ دان کا ہونا

نیرین اک ذرا دم لینے دو پھر لڑھکھو لینا  
 الگ یاروں سے چھلاؤ بلایا جو غیروں کو  
 زباں پر تذکرہ اُس تیغ ابرو کا جو ہر دم  
 ضعیف ایسا کیا ہے سختی راہ محبت نے  
 وہ گریا ہوں رہے بے آب خود لہر زبانی سے  
 جوانی میں نہ کر غفلت سفر کرنا جو پیری میں  
 الہی بعد مردن بھی رہے مشت ستم چھہ بہ  
 کسی نے نظار رخ بے نقطہ کرب عالم میں لکھا  
 جو پھیری آنکھ غیروں سے تو اٹھا لطف بارون کو  
 ثقی حد سے بڑھ جائے تو ہوتا ہے زوال آخر  
 وہ جو عزیز عالم تو جو رکھ دے ناز سے انگلی  
 کڑی اتنی نہ کر سوا کر گئی کیا قیامت میں  
 انہی اشک بھرتے تھے آٹھی سرد آہوں پر  
 نئی سراج پانی جو غبار گور بجنوں سے

امیر اتنا ہوا نہایت کشاکش سے محبت کی  
 مسافر کو لیے جاتا ہے کھینچے شوق منزل کا

اُس کی چلن سے نہ عاشق کو جدا رہنا تھا  
 سرخروئی تھی جو منظور تو مانند خدا  
 ہو گیا بند در میکہ کیسا قبر ہوا  
 شوق بابوس حسیناں جو چھہ تھا ایدل  
 چشم تر گس نہ ملی دیدہ آہو نہ ملا  
 زدیہ تیر نگہ ناز کے آرہنا تھا  
 دل کو اس شوخ کے قدموں سے لگا رہنا تھا  
 باب توبہ کی طرح اُس کو کھلا رہنا تھا  
 نقش پابن کے سر راہ پڑا رہنا تھا  
 اے حیا تھکوا نہیں آنکھوں میں کیا رہنا تھا

بھولنا عقانہ بہار چمن ہستی پر  
رنگ سے بو کی طرح گل کو جدا رہنا تھا  
آئے تجانہ سے کہنے کو تو کیا بھریا یا  
جھاڑے تھے تو وہیں ہم کو پڑا رہنا تھا  
ملنے عالم سے ہوا اور ہی عالم اپنا  
اپنے عالم میں ہمیں سب سے جدا رہنا تھا  
تھی اگر برق بگی کو نمائش منظور  
بن کے شوخی تری جتوں میں بنا رہنا تھا  
کیوں گیا کو چہ گیسو میں جوافت میں پھنسا  
میرے دل کو مری چھاتی سے نگار رہنا تھا  
تیخ اس کی جو رہے مجھ سے کشیدہ تو رہے  
دامن یار کو مجھ سے نہ کھنچا رہنا تھا  
شاید اس ترک کے قوسن ہی کو رحم آجاتا  
نیم جانوں کو سیاہ پڑا رہنا تھا  
من ترانی ارنی گو کو بھی کہنا عفا ضرور  
عشق کو حسن کے پردے میں چھپا رہنا تھا  
تھا اگر فتنہ محشر کو دبا لا ہونا  
قامت یار کے سایے میں پڑا رہنا تھا  
شل ہوئے مثل عصر عتب شہر کے پانوں  
دست ساقی میں صراحی کا گلزار رہنا تھا

ساز تھا مجھ سے جو آہ دل سوزاں کو آہر  
ابر غم بن کے مری گور پہ چھا رہنا تھا

کچھ نہ پوچھو دل رہا مجھ سے جدا کیونکر ہوا  
دیکھو دل سا آشنا نا آشنا کیونکر ہوا  
آشکارا راز حسن کبریا کیوں کر ہوا  
رہ کے سو پر دوں میں عالم آشنا کیونکر ہوا  
اے سیحان میرے دشمن ہوں شفا سے ناامید  
تو سلامت درد میرا لا ددا کیوں کر ہوا  
وجہ حیرت اہل دنیا میں ہو اپنا حال دل  
ایسے بیدردوں میں یہ درد آشنا کیونکر ہوا  
ہوش میں آبدوحاس اتنا نہ ہو روتا کیوں  
نامہ برقصہ بیاں کر گیا ہو کیوں کر ہوا  
اپنا بندہ بھی مجھے کہتا ہے پھر محتاج بھی  
چھ سے شاہنشاہ کا بندہ گدا کیونکر ہوا  
ناز ٹھہا میں نے پالا میں نے حضرت کون ہیں  
دل اگر میرا نہیں ہے آپ کا کیونکر ہوا  
پوچھ لے قاتل زبان تیخ سے سب سرگندشت  
کشتے کس منہ سے بتائیں کیا ہو کیونکر ہوا  
جیتے جی برسوں میں تڑپا بت زلی تم نے خبر  
مر گئے پر پوچھتے ہو کیا ہو کیوں کر ہوا



## مرآة الغیب

میں نہ مانوں گا کہ دمی اغیار نے ترغیب قتل  
خط کھا تھا میں نے میرے ہاتھ کرنے تھے قلم  
نوشتا دیکھا نہیں جاتا ہے ہو نرم دل  
دل اگر بے صاف کچھ مشکل نہیں دیدار  
میں نہ مانوں گا یہ آئینے کا ہے سارا تصور  
اُس نے کھینچی تیغیاں سر جھک گیا قصہ مٹا  
چاشنی ہو کیوں زبان تیغ قاتل بابر  
دلور محشر کو بھائی میری اسکی چھڑ چھاڑ

انفت گیسو بلا تھی مر گیا عینس کر امیر  
ہے بڑا جھگڑا نہ پوچھو فیصلہ کیونکر ہوا

کوئی دم پیکاں نہ ٹھہرا دلیں تیرے تیر کا  
دلت صید آیا تصور جب قضا کے تیر کا  
زخم دل ہم کو تیرا دیتے ہیں تیرے تیر کا  
مجھ سے دشتی کا پھنچے مانی سے نقشہ خل کیا  
ہوں وہ مجھوں جھاڑتا ہوں اٹھکے میں کیا صبح  
جب تھکا گردوں مرے دل نے اٹھایا بار عشق  
ہوں وہ مشتاق شہادت دیکھ کر میری تڑپ  
رات دن پہلو میں ہو کوئی نہ کوئی سیم تن  
دشت دشت میں چھپے میں خالی لیے ہر قدم  
جو صیلہ غیر کا ڈھونڈتے نہ ہو کیونکر خراب  
اہل دولت سے سوا ہر صاحب جرأت کی قدر

رہ گیا کیا کیا پھر ک کر دم ترے بچھر کا  
چل دیا صیدا دھچکا بھوڑ کہ بچھر کا  
دام ہے نقش قدم بھاگے ہوئے بچھر کا  
رنگ اصفیٰ پر نہیں جتنا مری تصویر کا  
رستہ جار دہ خرو سے کو چہ زنجیر کا  
بوچھ سر پر رکھ لیا اس نوجواں نے پیر کا  
صورت لبیل پھر ک جاتا ہر دم شمشیر کا  
جذب دل اپنا بھی شخہ ہے کوئی اکیسر کا  
پانوں شانہ بن گیا ہے گیسوئے زنجیر کا  
حال ہوتا ہے پریشاں خاک دانگیر کا  
سیم دوز سے تیز ہے زرخ آہن شمشیر کا

حشر میں پائیگا خوش چمنوں کی ایند آسرا  
پھونکتی ہو مجھ کو اس گیسو کی افشاں کی چمک  
تو وہ ہے نادر گلن تیرا بہک جائے تو ہاتھ  
حلقہ گیسو میں پائی نقد دل دیکر جگہ  
دست کھینچا جائے گا صیاد آہو گیر کا  
دل ہے پردانہ چراغ خانہ زنجیر کا  
آپ اڑ کر مقام لے پھر پلہ تیر کا  
دسے دیا پہلے کرایہ خانہ زنجیر کا  
کس پر ی کی زلف سے تشبیہ اُسکو ہو امیر

سلسلہ پہنچا کہاں جا کر مری زنجیر کا

ظالموں کو بھی ہوا ماتم تری پنجے کا  
عارضہ تاباں ہے شعلہ نالہ شبگیر کا  
آئینہ سکتے میں آجاتا ہے مجھ کو دیکھ کر  
سینہ بوج مزہ ہو دل و ابرو دسے دوئم  
طوق مجنوں کی گرانی کیا نگاہوں پر چڑھے  
توڑ کر سینے کو کاٹا ہو تری مڑگاں نے دل  
کیا حقیقت وہ جہاں کی وسعت دیکھو  
کچھ دم آخر نہ اٹھا سخت جانی کامزہ  
کیوں ہجوم خلیق ہوگا حشر میں حیران ہوا  
رنگ لایا بوسہ وحشت عشق چشم یار میں  
یاد دلو اتنی ہو کیا کیا ہائے بجلی کی ترپ  
اس قدر کبھی مری تقدیر کی بر گشتگی  
گرم بازار تجلی تیری باتوں سے ہوا  
رگ یاد روانہ کا کل تو حسرت نے کہا  
تھا کسی کی ابرو نے خمدار کا یہ انتظار

گرد باد آسا زل سے ہوں میں وہ دشمنی امیر  
خاک غریب سے بنا خاک مری تصویر کا

صاف کہتے ہو مگر کچھ نہیں کھلا کہنا  
رو کے اس شہ رخ سے قاصد مارو نہ کہنا  
مثل مکتوب نہ کہنے میں ہے کیا کیا کہنا  
اب تھوڑی سی شب وصل بٹھا دے بارب  
بھاڑ کھاتا ہے جو غیروں کو چھپتے کہنا  
ہرین موئے سرمہ میں ہیں یہاں وہ طیفان  
وصف رخ میں جو تہ شہرہ پہنچا کہنا  
لا سکی گئے نہ ذرا جلوہ دیدار کی تاب  
کر لیا عہد کبھی کچھ نہ کہیں گے منہ سے  
خاک میں ضد سے ملاؤ نہ مرے آنسو کو  
کیسے نادان ہیں بوا چھ کو برا کہتے ہیں  
دم آخر تو بتو یاد خدا کرنے نہ  
پڑھتے ہیں دیکھو اس بُت کو فرشتہ بھی درو  
اے بتو تم جو ادا آکے کرو مسجد میں  
اُن حسینوں کی جو توبہ کی پڑھتے ہیں  
شوق کہے بیٹے جانا جو جوں جانا ہو  
سارے محفل کو اشارہ میں لانا دیکھ جان  
گھٹتے گھٹتے میں رہا عشق کر میں آدھا  
میں تو آنکھوں سے بجالاتا ہوں ارشاد حضور

بات کہنا بھی تمہارا ہے معاً کہنا  
ہنس پڑے اس پر تو بھر حرف تمنا کہنا  
نہ مری طرز خوشی نہ کسی کا کہنا  
جمع نزدیک ہمیں اُن سے ہے کیا کیا کہنا  
میں یہ کہتا ہوں میرے شیر تر کیا کہنا  
عین غفلت ہے مری آنکھ کو دیر کیا کہنا  
شعر میں نور کے ہے نور کا تیرا کہنا  
ارنی منہ سے نہ اے حضرت موسیٰ کہنا  
اب اگر سچ بھی کہیں تم ہمیں جھٹا کہنا  
سچے موفی کو مناسب نہیں جھٹا کہنا  
ہو برا بھی تو اُسے چاہئے اچھا کہنا  
زندگی بھر تو کیا میں نے تمہارا کہنا  
مہ جاصل علیٰ جاصل علیٰ کیا کہنا  
لب حجاب کہے نام خد کیا کہنا  
پتا تو یہ ہے کہ برا ہے انھیں جھٹا کہنا  
میرے اللہ بجالاؤں میں کس کا کہنا  
سیکھ لا چشم سخن گو سے لطیف کہنا  
جامہ تن کو مرے چاہیے نیا کہنا  
آپ سنتے نہیں کانوں سے بھی میرا کہنا

## مرآۃ الغیب

چستی طبع سے استمداد کا ہے قول امیر

ہو زمین سست مگر چاہئے اچھا کہنا

قدم قاصدِ جاناں سے فخر خانہ ہوا  
حسد سے طرہ مضمون مرا لگانہ ہوا  
عدو کے خندہ دندان سے نشانہ ہوا  
بہانہ جو ہے خدا کے غفور کی بخت  
بے جو نزع میں آنسو اسے بہانہ ہوا  
برنگ بوا دھر آیا ادھر روانہ ہوا  
ریاض دہر میں پوچھو نہ میری بربادی  
کہ تا وہ کب غم الفت کا میں نشانہ ہوا  
ادھر دیا کہ ادھر داخلِ خزانہ ہوا  
کمان حسن نہ تھی آشنائے تیرا دا  
غبارِ اڑ کے سر قیر شا میا نہ ہوا  
خدا کی راہ میں دنیا ہے گھر کا بھر لینا  
ڈھلجیو کا نہ سے سے اچھل تو درخانہ ہوا  
ہوانہ غیر کا احسان پس فساد شکار  
بڑا ہفت پہ بھی تو تیر ہی نشانہ ہوا  
جنوں کا جوش گھٹا تھا کہ بونے گل آئی  
سمند ہوش رکھا تھا کہ تانہ یا نہ ہوا  
گھڑی بھر ایک طرح پر اسے قرار نہیں  
مزا جی یار بھی حق میں مرے زمانہ ہوا  
رجوم رنج ہے دینار داغ مٹے ہیں  
جگر کا چاک نہ ٹھہرا درخزانہ ہوا  
یہ بدھوا سس کیا شوق جہہ سالنی نے  
کہ سنگ راہ مجھے سنگ آستانہ ہوا  
زمین اٹھائی یہ نالوں نے سر پہ وقت سجود  
بلند بام سے وہ سنگ آستانہ ہوا

پتا امیر کا منزل میں گور کے بھی نہیں

یہاں سے آگے الہی کہ مر روانہ ہوا

امیر لاکھ ادھر سے ادھر زمانہ ہوا  
سر نیا ز کو تیرا ہی آستانہ ہوا  
وہ بت وقایہ نہ آیا میں بے وفانہ ہوا  
شہاب خانہ ہوا یا قمار خانہ ہوا  
ہوا فروغ جو مجھ کو غم زمانہ ہوا  
پڑا جو داغ جگر میں چراغ خانہ ہوا

امید جا کے نہیں اس گلی سے آنے کی  
 ہزار شکر نہ صنائع ہوئی مری کھیتی  
 قدم حضور کے آئے مرے نصیب کھلے  
 ترے جمال نے زہرہ کا دور دکھلایا  
 کوئی گیا در جاناں پہ ہم ہوئے پامال  
 فروغ دل کا سبب ہو گئی بھیجی ہو س  
 جب آئی جوش پہ میرے کرم کی رحمت  
 حسد سے زہر تن آسماں میں پھیل گیا  
 چنے ہمینوں ہی تنگے غریب ملیں نے  
 خیال زلف میں چھائی یہ تیرگی شب ہجر  
 یہ جوش گریہ ہوا میرے صید ہونے پر  
 نہ پوچھ ناز و نیاز اُسکے میرے کہتے ہیں

اٹھائے صدے پہ صدے تو آب و پانی

امیر ٹوٹ کے دل کو ہریکا نہ ہوا

کس ترک سے دھیان آیا اُس رخ پر نور کا  
 مل گیا بوسہ جو اُس کے عارض پر نور کا  
 رنگ داغوں میں مرے پیدا ہوا ناسور کا  
 رفتہ رفتہ راہ پر لانا ہے واعظ کو ضرور  
 آؤں کیا فردوس کو رضواں میں نازک پو  
 ہر قدم پر وادی وحشت میں کہتا جو یہ دل  
 کس قدر چچی مشقت کو کہنی نے حشر میں

آگے آگے سیکڑوں اکاٹھا شمع طور کا  
 ہم یہ سمجھے پھول ہاتھ آیا ہنساں طور کا  
 اب کلیجا ہو گا ٹھنڈا مر ہم کا فود کا  
 نے جلوں شہرت بنا کر نذر کو انگوڑ کا  
 ناز اُنھیں گے نہ غلام کے نہ غمزہ جو رک  
 المرداے شوق منزل ہے ارادہ دور کا  
 کچھ نہ دے شیریں بڑھا دے دل آس زور کا

اے جس کیا مٹھ پر پڑیکا جو تیرے مٹھ پر جس  
بارگاہ حق سے ہر طاعت کی طغی ہو جزا  
ہوں وہ میکش باغبان فوراً تجھے پرچہ لگا  
بار دنیا تک میرے اُسے راحت کہاں  
چاہیے دینی ہوا میں اُس کو گاہ سرد کی  
کب کی آج کی قیامت یہ مرا احسان ہے  
دادی امین میں تھی برق بکلی بے حجاب  
روز خلقت سے وہیں جو باہر آسکتی نہیں  
خیر جاری کا جو ہوا ہے حضرت اعظیال

دیکھ کر تجھ کو اتر جاتا ہے چہرہ حور کا  
ہے بڑی سرکار حق رہتا نہیں مزدور کا  
ایک پتا بھی گر اجب شاخ سے انگو رکا  
چور رہتا ہے مشقت سے بدن مزدور کا  
جوشش خون گرم سے آیا جو مٹھ ناسور کا  
بند ہے دم میرے نالوں کی بد دلت صور کا  
حیرت موسیٰ تھی پردہ جلوہ گاہ طور کا  
کہتے ہیں جنت جیسے ہو قید خانہ حور کا  
وقف کردو مولے کر باغ اک انگو رکا

سانباں اپنے سید خانے کا بنو اتا امیر  
ہاتھ آجاتا اگر دامن شب دیگور کا

کیا ٹپ رکھتا ہو شعلہ عارض پر نور کا  
داغ سیدھی چلے مٹھ ٹھیک گیا ناسور کا  
یہ غضب کا سنو وہ بت ہو جو صحبت دو گھڑی  
بیٹھتا ہوں صوف لکھنے اسکے حسن صاف کے  
در دمندی اسکو کہتے ہیں کہ روز حشر بھی  
میکش مقلس ہوں پہلے بھکدے ساقی شراب  
میں گے آج ہم ساقی تکلف ہو ضد  
گر گدڑی ہو کہ دم بھر کو کہیں جانے نہیں  
عاشق مرگاہوں بھکدو نوش سے بھکدو پیش  
تم مڑے سے حسن کے داقف نہیں کچھ ناہنڈ

لوٹنا آنکھوں میں پھر جاتا ہے برق طور کا  
دھیان بھی آیا جو دل میں مرہم کافور کا  
چٹکیاں لے لیکے زانو لال کر دے حور کا  
شع کا فوری سے روشن ہو کنول بلور کا  
رد دیا میں دل بھرا یا سن کے نالہ صور کا  
دل بہت ہوتا ہے تھوڑا مرد بے مقدر کا  
جام ہیرے کا ہو خم تر شا ہو بلور کا  
گھر مرا کیا قید خانہ ہے شب دیگور کا  
لطف اٹھاتا ہوں میں چھتا چھیر کر بنو رکا  
نام ہی سنتے ہو مٹھ دیکھا کس دن حور کا

جب بندی پر پڑے دیکھیں ہوں گے بھول  
اے خضر نند کو کچھ مشکل نہیں عمر دراز  
جلوہ حسن الہی اور چہرے کیلیم  
گور بھی بے گور کن تعمیر ہو سکتی نہیں  
آدمی کا صفحہ جو دعویٰ خدائی کا کرے  
ہم وہ یکیش ہیں کہا پیر مغان نے بعد مرگ  
تو نہ ہو اے یار تو جنت جہنم کی جیتے

عبرت اہل دہل منظور ہے مجھ کو اسیر

بھیک بھی مانگوں تو کاسہ لوں سرخفرو کا

پیسے باندھا ہے قصود اس رخ پر نور کا  
نحت داروں سے جیلے کیوں دل چھوڑ کر کا  
اس قدر مشتاق ہوں زاہد خدا کے نور کا  
تجھ کو لائے گھر میں جنت کو بھلا یا نہ کہے  
گور کا فرکس لئے ہی تیرہ دنار اس قدر  
حسن یوسف اور تیرے حسن میں اتنا فرق  
قصر تن مجھ کو کسی کا گور کن کی بنا پر کی  
چہرہ جاناں سے شرما کر چھپایا خلیلیا  
صاحب مشاطہ کیا رخسار روشن کے لئے  
زلف وردے یار سے نیرنگ قدر چو عیاں  
خاکساری کر جو ہو منظور آنکھوں میں جگمگ  
غاناں کے کان کب کھلتے ہیں کشور حشر

سارے گھر میں نور بھلا ہے چراغ طور کا  
مرہم کا ہونے سے منہ آگیا ناسور کا  
بت بھی بنوایا کبھی میں نے تائب طور کا  
ہم نعل تھپے ہوئے پہلو دبایا حور کا  
پڑ گیا سایہ مگو میری شب دیکھو رکا  
جو تیرہ نزدیک کی ہی دار تھادہ دور کا  
گھر کسی کا اگر پڑا گھر میں گیا مزدور کا  
خامہ تقدیر نے کھینچا جو نقشہ حور کا  
دیکھ لو گل کا شتابے کون شمع طور کا  
ہر کے پنجے میں ہے دامن شب دیکھو رکا  
خاک ہو کر سہرہ بن جاتا ہو چہرہ طور کا  
سونے والوں کو جگا سکتا نہیں غل دور کا

## مرآة الغیب

پوچھ لینا سب وطن کا حال اے اہل عدم  
 جو کہ تہیں عدوئے جہاں سے بھی خاصاں حق  
 موت کیا آئی تپ فرقت سے صحت ہو گئی  
 موزیوں کو حادثوں سے دہرے کیا خون جو  
 چشم ساعربے سبب ہر دم لہو روقی نہیں  
 جاتے ہیں میخانہ عالم سے ہم نے عدم  
 کی نظر جس پر کدورت سے رہا خاموش وہ  
 جلوہ معشوق ہر جا بہ بصیرت ہوا گر  
 بیٹھ لینے دو ذرا آتا ہوں اٹھا دو رکا  
 جھک گیا سر آگے پائے دار پر منصوبہ کا  
 دم ٹکٹے سے بدن ٹھٹھا ہوا بجزور کا  
 بارشیں باراں سے گھر گرنا نہیں زبور کا  
 بیچوں سے ساقیا دل چھٹ گیا انگور کا  
 کہہ داز خود رفتگی سے ہوا رادہ دور کا  
 ہے اثر گر دنگاہ یار میں سینہ زور کا  
 کرناک شب تاب میں عالم ہو شمع طور کا

مر کے یار ان عدم کے پاس پہنچو نکا اتیر  
 چلتے چلتے جان جائے گی سفر ہو دور کا

یارب شب وصال یہ کیسا گھر بجا  
 آواز حور سن کے کہا دل نے قبر میں  
 کہتے ہیں آسمان جو ہمارے مکاں کو ہم  
 جاگو نہیں یہ خواب کا موقع مسافر  
 تعمیر مقبرے کی ہے لازم بجائے قصر  
 میں ہم تو شادماں کہ جو خط میں پیام وصل  
 تجھ کو نہیں جو افسوس جنت کہاں یہ تھے  
 نفرت ہو جو خوشی سے کہ اشک اپنے گریڑے  
 اگلے پہرے کے ساتھ ہی پھیلا پہرہ بجا  
 کس کی برات آئی یہ با جا کہ ہر بجا  
 کہتا ہے آفتاب درست اوقاف بجا  
 تقارہ تک بھی کو پہ کا وقت سحر بجا  
 زرداروں سے کہو کہ کریں صرف زیر بجا  
 بغلیں خوشی سے تو بھی تو اے نلہر بجا  
 تالی نہ ایک ہاتھ سے اے بے خبر بجا  
 ہمراہ تعز یہ کے بھی با جا اگر بجا

جائے قیام منزل ہستی نہ تھی اتیر  
 اترے تھے ہم سر میں کہ کوں سفر بجا

ہوا یہ جو شمس شب، مجرد دیدہ تر کا  
 چراغ دیدہ ماہی بنارے گھر کا



لکھوں میں حال جو اپنے خط مقدر کا  
 یکس کی یاد میں رویا کہ آبر و پائی  
 حصار امن ہے ہم سے سیاہ کاروں کو  
 عیاں ہے رجبت غور رشید اور شوق قمر  
 بوصاف دل پہیہ نہیں جو پرچم سے واماں  
 صفائے دلکار ہے کچھ نشان مرگ کے لبہ  
 ہوا یکس قدم بوزوں کا باغ میں جلوہ  
 عبث ہے ناز قبول پران امیروں کو  
 شتاب کو چہ جاناں کو ہو رواں قاصد  
 زباں یہ نالہ ہے جیتناں میں اشک بھی جاری  
 جو کام آئے پس مرگ بھی کسی کا ہنر  
 حصول کیا جو ملا اختیار دولت پر  
 بدل کے شکل ڈراتا ہے کیا مجھے دشمن  
 جمال جن کے سراپا تھے فود کی صورت  
 عزیز کو کے فلک کر رہا ہے ٹھکڑا دلیل  
 کہاں یہ سختی عالم کہاں دل نازک

نہ آسمان سے غرض ہے نہ آفتاب سے کام

امیر شیشے کا محتاج ہے نہ ساعز کا

یہ رفتہ رفتہ ضعف سے احوال تن ہوا  
 جس غنچہ لب کو چھیر دیا خندہ زن ہوا  
 سایے کی بھی نگاہ سے غائب بدن ہوا  
 جس گل پہ ہم نے رنگ جمایا چین ہوا  
 تن پیر بن تو پیر بن اپنا کفن ہوا

یہ خوشگامیوں سے ہوا شاعروں کی تنگ  
آوارہ میں ہوا جو جگہ دل میں تم نے کی  
دنیا کی سیسہ جتنی کہ تماشا طلسم کا  
احوال گور و حشر ہمیں مجھ پہ کھل گیا  
دکھلا دے اسے بت آج تو خدا وہ شان  
رخصت کے وقت رمے یہ اس تھکے دکھ کے منہ  
غیروں کو ساتھ لیکے جو آئے وہ گور پہ  
صد شکر قوت اتنی تو مجھ کو ننگ نے دی  
خلوت کہ وہ تھا دل نگاہ شکل آئینہ  
کیسی گھڑی جتنی گھر سے جو نکلتا تھا میں  
پہلی نگاہ باس میں تو کاٹنے لگا  
صیاد ہم نہاں وہ تماشا ئے گل کہاں  
افشائے راز مانہ ہونہ یاد پر کہیں

نغم البدل دیا مجھے اللہ نے اسیر

دل ہو گیا جو خون تو رنگین سخن ہوا

روستہ ہوں نصیب تجھے بت کفن ہوا  
چھیرا جو میں نے یار کو گرم سخن ہوا  
کافر بدل کے جھینس سوارا سہزن ہوا  
شکل وطن نہ صورت اہل وطن جو یاد  
مجھ سمت کی رہی ہاتھ ترے یارب آبرو  
لاپختھا واسطے ہی سے ذوق سخن لے

جب رہنے فردش کے گھر سیر ہوا  
پیدا مری زبان سے اُس کا دہن ہوا  
پتھر بنا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا  
مدت ہوئی کہ وادی غربت وطن ہوا  
تھم کو کریم جان کے توبہ شکن ہوا  
اس سے میں ہم سخن سے ترے ہم سخن ہوا

سو عکس آئینے میں پڑے اور مٹ گئے  
اس گھر میں جو گیارہ غریب الوطن ہوا  
مٹی نے جام بن کے اڑائے جہانک ہوش  
پتھر ہوا جو شیشہ تو توبہ شکن ہوا  
اب سیر بارغ واصل کہاں اور ہم کہاں  
گو لڑکا بھول یار کا سبب ذوق ہوا  
رکھنا تھا پاک پر سنش روز حساب  
اس واسطے عطا نہ توں کو دینا ہوا  
پھانی جو پھاڑ پھاڑ کے آئیں شراب  
کیا صرف کار خیر میرا پیر ہوا  
طالب کو تیرے جلوے نے مطلب کر دیا  
نظارہ جمال سے بت برہن ہوا  
تازہ نگاہ دتار نفس سب ہوئے تمام  
تب چار گز کسی کو میسر کفن ہوا  
روئیں پیٹ کے خوب مرے کھائیں  
عزبت میں یہاں جو خیال وطن ہوا  
واعظ کا تھا لحاظ تو فصل خزاں ملک  
جھگمکی بہار میں توبہ شکن ہوا  
ابن عدم سب آئے تھائے کو آپ کے  
ہم آئے کیا سفر میں کہ خالی وطن ہوا

خلوت میں تھا تو شاہد معنی تھا میں اسیر  
خلوت سے انجمن میں جو آیا سخن ہوا

سو رنگ سے میں مست بہار چمن ہوا  
جو گلی نیا تھا جام شراب کہن ہوا  
باہم جو ذکر زلفت شکن در شکن ہوا  
برہم تمام سلسلہ انجمن ہوا  
آئی بہار پھر مجھے شوق چمن ہوا  
برگ شکوہ پنبہ داغ کہن ہوا  
کس سبزہ رنگ پردہ نشیں کا تھا شیفہ  
کھایا جو زہر بھی تو نہ نیلا بدن ہوا  
کیا دوں جواب شکوہ دل کا تمہیں کہو  
تم سے تو جو سلوک ہوا دل شکن ہوا  
رہتا ہمیشہ خلوت و جلوت میں ہم نعل  
افسوس ہے کہ میں نہ ترا پیر چمن ہوا  
اب کا سفروہ جو کہ نہ دیکھو نکاح وطن  
یوں تو میں لا کھ بار غریب الوطن ہوا  
نفرت ہوئی فراق میں ایسی شراب سے  
زاہد کہا کیا میں نہ توبہ شکن ہوا  
یعقوب وار کھل گئیں آنکھیں مزار میں  
یوسف کا پیر بن مرے حق میں کفن ہوا

## مرآۃ الغیب

اللہ رے پاس خاطر عزت تڑپ گیا  
منہ وقت دالیں بھی جو سوئے وطن ہوا  
جو سپہر سے جہنم ہے یہ داغ دل  
بیدر دجانتے ہیں شگفتہ چین ہوا  
ممنوں ہوں میں زمین کا بھی آسمان کا بھی  
حاصل یہاں سے گور وہاں سے کفن ہوا  
احباب اپنے اپنے گھر نہیں ہیں جو عیش  
کس کو خبر کہ کون غریب الوطن ہوا  
صیاد قید میں مجھے کیا خواہش چین  
جھاڑے جو بال دپر تو نفس بھی چین ہوا  
یلکی کے ناتے کو جو کیا ساراں نے تیز  
سینے میں لوٹ کر دل جنوں بہن ہوا  
لکنت نہیں فراق ترانا گوار ہے  
لب پر رکھا جو نیاں سے سخن ہوا  
مسی ملی جو اس نے ہوا بد گمان میں  
بوسے لئے یہ کس نے کہ نیلا بدن ہوا

راتوں کو کی امیر یہ ذکر خفی کی مشق

دل بن گیا زبان تو سینہ دہن ہوا

مر کر علوئے قدر سے عریاں بدن ہوا  
خوردل میں قدسیوں میں تبرک کفن ہوا  
دل عشق میں یہ جاذب رنج و سخن ہوا  
مانند داغ درد بھی جز و بدن ہوا  
کس کا رنج صبح یہ پر تو فگن ہوا  
آئینہ دار مالک نہر لبن ہوا  
دشت شرکارس جو وہ ناوک ملن ہوا  
جن کیا فرشتہ بھیس بدل کر بہن ہوا  
چارہ غم فراق کا کیا ہے سوائے صبر  
ٹھہری زبان جدا جو زباں سے سخن ہوا  
ممنون چارہ گرنہ ہوا میں نہر ارشک  
ہر داغ تازہ مرہم داغ کہن ہوا  
اللہ رے صفائے طبیعت کہ بودرگ  
گردنگاہ خلق سے میلہ کفن ہوا  
آخر کیا یہ عشق دہان دکمرنے گم  
پنہاں نظریے روح کی صورت بدن ہوا  
یاد بلی رخ روشن جو دل میں تھی  
خافہ سس شمع طور ہمارا کفن ہوا  
ایسا ہوا ہوا تو زمانے کا خون سفید  
آیا جو لعل باقہ میں در عدن ہوا  
افشائے راز و جو جنوں ہر برگ گل  
پو پھوٹنے سے چاک مرا پیر بہن ہوا

پوچھو وہ کیا سمجھ کے بدلنے لگے لباس  
تا بے بدن کو قوطی سے نکلے رنگ نے  
قیمت کے بیچ دیکھے ان آنکھوں نے  
پلیکیں جو گریہ غم فرقت سے رگڑیں  
گالی تو دی سوال پر اس نے ہنراشکر  
دست سوال جادہ راہ سخن ہوا

باغ جہاں میں طائر مفعول تھے اے امیر

جس دام میں بھنسے وہی اپنا وطن ہوا

بے یار ابر میں دل افکار ہو گیا  
قیدی جو تھادہ دل سے خریدار ہو گیا  
الٹا وہ میری روح سے بے نیاز ہو گیا  
ورد زباں جو دھصف رہا ہو گیا  
خواہش جو روشنی کی ہوئی مجھ کو بحر میں  
کیا دادی جنوں میں ملا مجھ کو تخت بست  
کفر آشنا کہاں ہی کوئی مجھ سادہ سرا  
بادام چشم سب زرخشاں کے دھصف سے  
گلیوں میں اتبہجہ نے لگا جو وہ ماہر و  
احسان کسی کا اس ترن لاغر سے کیا اٹھے  
در پائے شبنم میں نہ ڈبسا پس بعد مرگ  
بے حیلہ اس سچے تملک تھا گذر محال  
اُترانہ یہ گذر گئی فصل بہار بھی  
لینے لگے یہ نوک کی خرد و بزرگ دہر

بجلی کا کو نہ تاجھے سدا رہ ہو گیا  
یوسف کو قید خانہ بھی بازار ہو گیا  
میں نام حورے کے گنہگار ہو گیا  
گل بلبلوں کا غنچہ منتقار ہو گیا  
جگنو چپک کے شمع شب تار ہو گیا  
جادہ بھی میرے واسطے دیوار ہو گیا  
سج کا تار ہاتھ میں زنا رہ ہو گیا  
خامہ ہمارا شاخ شر دار ہو گیا  
ثابت جو تھادہ کو کب سیار ہو گیا  
سومن کا بوجھ سایہ دیوار ہو گیا  
کشتی را سقیمہ اشعار ہو گیا  
قاصد سمجھ کے راہ میں بیمار ہو گیا  
طوق گراں گلے کا مرے ہار ہو گیا  
عالم تمام وادہی پر خسار ہو گیا

جس راہرو نے راہ میں دیکھا تراجمال آئینہ دار پشت بد یوار ہو گیا  
کیونکہ میں تمک الفت غزلاں کروں امیر  
منصور چڑھ کے دار پہ سردار ہو گیا

آئینہ میں پہ آتے ہی تیر ہو گیا یہ طفل بے جوان ہوئے پیر ہو گیا  
پہلے تو ایک صفیر سادہ تھا آئینہ دیکھا جو اس نگار نے تصویر ہو گیا  
بر باد قصر تن جو ہوا بن گئی مسجد وہ گھر جو گر پڑا تو یہ تعمیر ہو گیا  
ہر دم حسدوں کے پانوسے اڑ کر جی بھاگ تعمیر بامِ خسانہ زنجیر ہو گیا  
افشاں کے پیر میں جو چمک یاد آگئی جگنو شہزادانہ شبگیر ہو گیا  
دل پھنسا گیا جو اس کے خط بزرگ گیا یہ سبزہ اس غزال کو نہ خیر ہو گیا  
گردش رہے ہزار زبان سے نہ اُن کروں میں لا غری سے خامہ تصویر ہو گیا  
وہ طالب فنا ہوں بنا جب کوئی محفل سمجھا یہ میں کہ مقبرہ تعمیر ہو گیا  
عالم تمام اپنا جوانی سے تھا جو ان ہم پیر کیا ہوئے کہ جو ان پیر ہو گیا  
آئینہ جمال سے سکتے ہوا تھے تصویر یار دیکھ کے تصویر ہو گیا  
زاہد ہوا بہشت میں مجوس داہنی بوبے گتہ مورد تعزیر ہو گیا  
اُس حور کی گلی میں ہوا آنسو دھکا دھیر موتی محل بہشت میں تعمیر ہو گیا  
ہم کو پھنسا کے زلف بڑھی نیکی طوف غنقا کا دام دام مگس گر ہو گیا  
جب میں جوان تھا قمری شاعری تھی پیر اب شاعری جو ان ہی تو میں پیر ہو گیا

بخت سیہ مرا جوازل میں بنا امیر

صوفیہ مراد خامہ تقدیر ہو گیا

دل مرا کشتہ چو یارب کس شہادت گاہ کا ہر شگفت زخم دروازہ ہو بیت اللہ کا  
حال روشن جو ہمارے صدر پہ جانکاہ کا شمع کے مانند دل بتلاز اشاق کا

## مرآة الخب

سرد سجدے سے اٹھ گیا منہ درگاہ کا  
تو پتا ہی پوچھتا جو اب تک اُسکی راہ کا  
ایک عالم ہے محبت میں گردِ اوشا کا  
وہ بھی اک میدانِ بزمِ شہادت گاہ کا  
کون چکر کھائے پیرِ درِ حرم کی راہ کا  
بن گیا پیکاں سمٹ کر تیرا اپنی آہ کا  
تب جہانیں ڈھونڈتے پھرتے میں گھرِ اشد کا  
خلوتِ دل ایک حجرہ ہے تری درگاہ کا  
سردینِ کربتِ نکلا ہے مصرعِ آہ کا  
بت ہی میں جو کچھ ہیں آگے نامِ بزمِ اشد کا  
دیکھئے چلے تماشا اس تماشہ گاہ کا  
چپاک ہی ہوتا ہے اچھا جانہ کوتاہ کا  
مال اپنا جان ساتی اپنے دوتِ نواہ کا  
اس دو لہن نے نہ نہیں دیکھا کسی گاہ کا

پائے استغنا سے تم ٹھوکر لگاؤ گئے ہزار  
رند مشرب کب کے پیغیار کے گھرِ زار  
عشق شیریں میں نہیں فرما بھی سر سے کم  
نوحہ محشر سے داغ کیا ڈرتا ہے تجھے  
کھل گیا جب یہ کہ دل بھی جلو گاہ یار ہے  
ضبطِ حلم کا دیش نے تیرے دیکو وہ کر دیا  
فکر رہتی ہو یہی دل میں کیے گھر کریں  
منظرِ چشم اک تماشا گاہ ہے تیرا صنم  
کیا ہی موندوں ہو طبیعتِ عشقِ قدیں بعد  
دیریں احسن کا طالب ہو تو اسے زیادہ  
ہم کہاں دینا کہاں کچھ ہو نہیں آگئی  
جہانے بھی دو جان چھوٹی صدرِ تنہا سے  
دل بھی حاضر جان بھی حاضر کلفِ برف  
آرزو اپنی نہ مطلب سے کبھی واقف ہوئی

اٹھ گئی دل سے دلی وحدت کے عالم میں امیر

دیر میں جلوہ نظر آتا ہے بیتِ اشد کا

رتبہ دیکھو عشق کی سہ کار عالی جاہ کا  
خوفِ بگردوں کو جلجائے نہ خرمنِ ماہ کا  
ایک مٹی دو فوں کی منزلِ ہیر تھا کیلہ کا  
نو کر کی کب کی کہ دعویٰ جو اسے چنواہ کا  
پست آوازہ جو جس سے تم باذنِ اللہ کا

حسن اس شوکت پہ مجرائی ہو اُس درگاہ کا  
بے طرح اٹھتا ہو شعلہ میرے دودا ہ کا  
شیخ کبے سے گیا اُس تک برہنِ دیر سے  
ہر پہنِ ضعف بچاتا ہو کچھ زبرد تن  
بصرِ رنگ میں انجانیہ جاں بخشی کا فیض

جا پہنچا عرش تک اسے ضعف چھ شکل نہیں  
 ہر گلی اپنی نظر میں کو چڑھ جوب ہے  
 اپنے در سے دور لیجا کر عبث کرتا تو قتل  
 کچھ نہ کچھ ہو نہ بوجھ ہو کہ وہ کیا چیز ہے  
 اسے معلوم تیز ہے اس طفل کی تیغ نگاہ  
 میں اگر کانٹے دکھاتا ہوں زبانے پراس میں  
 آج سے کھینچوں تو آتے آتے مدت چاہیے  
 کچھ عرصہ روزہ عشق ابر میں بسر  
 میرے دے آئینے میں منہ جو دیکھے پرہیز  
 مر گیا ہوں الفت قامت میں آئیں کھینچ کر  
 روئے قاتل زرد ہو جائے نہ کچھ خوف سے

ذکر حق میں سب حوادث سے ہوں محفوظ اے امیر

ہے حصار اس گنبد مجھ کو بسم اللہ کا

نور وحدت سے یہ عالم ہے دل آگاہ کا  
 تاب دریا ہو دیدار ایک رشک باہ کا  
 خوب ہے مہدی رچی خوف شہید نازکی  
 فی الحقیقت غوطہ بحر فنا ہے لا الہ  
 سحر دل میں تجھ سے یوسف کو کیا ہو باشاہ  
 اس قدر دل پر تصرف کیا سبب یہ کیا ہیں  
 بسموں کے رخص پر اس طفل کا بولوں دل  
 حق رسی چاہے تو ہفتاد دولت سے گذر

ہر ہے ایک ایک ذرہ میری گرداہ کا  
 رزق مافی کیجئے کچھ کچھ کے نام اللہ کا  
 خنجر قاتل پہ عالم ہے کفن نوشاہ کا  
 ہے ابھر نا اس بھڑورے ذکر اللہ کا  
 اسے پریر میں تو دیوانہ ہوں اپنی چاند کا  
 بک گیا ہے کیا بتوں کے ہاتھ گھر اللہ کا  
 اب شہادت گاہ میں عالم ہے باز گاہ کا  
 منزلیں طے ہوں تو رح حال ہو بیت اللہ کا



## مرآة الغیب

دیکھ کر نائف و کمر اس بت کی آتما و خیال  
رہرور اہ عدم کو بھی خطر ہے چاہ کا  
ساکن مسجد ہوا جا کر جھکا جو سرود قد  
سج مثل شہور جو سید ہا جو گھر اللہ کا  
عشق عارض کر رہا جو حسن عارض کو تباہ  
لوٹنا و لٹ کر شاہی آٹا شہادہ کا  
صحبت احباب یاد رہا یا سرکار ہو  
بات وہ کہنے بھلا ہو جسمیں خلق اللہ کا  
پیاں شیدائے زخداں کی بھلا چاہئے  
حیف جو پیاں سا جو رہ جائے کہ تر چاہ کا  
آنسوؤں کا جو شش یہ ذکر الہی میں ہوا  
بن گیا سرور کنار جو الف اللہ کا  
گوہر مقصد ملا بحر سخن میں ثقب کہ  
تہ کو جب پہنچے تو مضمین باہ آ یا چاہ کا  
نور الیادیدہ دل کو خدا بخشے امیر

ساتھ روحنہ نظر آئے رسول اللہ کا

ہم چشم ابر کیوں مڑا تر سے ہو گیا  
فتوری سی آمد دھنی سودہ بھی ڈبو گیا  
ہے کشور عدم میں خدا جانے سیر کیا  
آیا نہ بھر کے منزل ہستی سے ہو گیا  
اب بلبلیں چین میں کہاں آگئی خزاں  
تھی دھوم چار دن کی وہ ہنگامہ ہو گیا  
آیا عرق توادر بڑھائی صفائے جسم  
اس گلن کے بال بال میں موتی پر ہو گیا  
آخر ہوئی خیال خط سب میں جو عمر  
سمجھایہ میں خضر مری کشتی ڈبو گیا  
بچتا شرار آتش گل سے نہ ایک خس  
پر ابر آ مشیانہ لبیل بھگو گیا  
پیری میں آئی موت جو انی گزر گئی  
جاگا تمام شب میں دم صبح سو گیا  
ماتم کیا کسی نے نہ میرا تو کیا ہوا  
ابر آ کے خاک گور پہ ہر سال ہو گیا

احوال جس میں تھا دل گم گشتہ کا امیر

رستے میں نامہ بر سے وہ کتب کھو گیا

دھن کی شب بھی خفاہ بہت منور رہا  
جو صلہ دل کا جو تھا دل میں بدستور رہا  
عمر رفتہ کے تحف ہونے کا آیا تو خیال  
لیکن اُسد م کی تلائی کا نہ مقدور رہا

جمع کس دن نہ ہوئے موسم گل میں میکش  
گردش بخت کہاں سے ہمیں لائی کہاں  
راستبازی کا اگر تا سوری ہے درکار  
وہ تو ہے چرخ چہارم پر یہ پنج محلے بار  
فصل گل آئی تھی چھین چمن میں سو بار  
جلوہ برق تجلی نظر آیا نہ کبھی  
زلف درخ دونوں میں جانے سے قالی کے تڑا  
غزل صحرانے مرا ساتھ نہ چھوڑا شب بھر  
لیکے شعل کبھی نزدیک کبھی دور رہا

ہم بھی موجود تھے کل محفل جاناں میں امیر

رات کو دیر تک آپ کا نہ کو رہا

آسمان پر زمین اسے تن بے جاں کسکا  
نہ تو یہ حیرت کا تاب نہ پری پرمان  
جو عہد قیس کا فریاد کا دل پیدا کر  
نیکو کا حال سنوں میں یہ مجھے تاب بھی د  
دانت ہر وقت ہمارا بھی براغیر کا بھی  
جانے گل کو جو کرتی ہے سطر ہر صبح  
کنگھی چوٹی سے کیدم انھیں فرقت ہمیں  
غیر گل جو چٹکتے ہیں یہ آتی ہے صد  
صورت گل جو شگفتہ ہیں میرے زخم ہر  
نچلے گول کے دل رکھ نہیں سکتے قیام  
داغ حاصل نہ ہو کیونکہ تجھے بدنامی کا

شہر بیگانہ ہے یاں کون جو یہاں کسکا  
نہیں معلوم مرے دل کو جو ارباں کس کا  
بھرتو یہ کوہ ہے کس کا یہ بیاباں کس کا  
ذکر کرتے ہو مرے سامنے جاناں کس کا  
دیکھئے حصہ ہے وہ سیب زخنداں کس کا  
چھو کے آئی ہے صبا گوشہ داناں کس کا  
کیا خبر ہے کہ ہوا حال پریشاں کس کا  
عند لیسوں کے سوا ہے یہ گستاں کس کا  
یاد آیا ہے مجھے چہرہ خنداں کس کا  
گوئے الفت میں جو باندھا ہوا میداں کس کا  
منا منا تو نے کیا اے نہ تاباں کس کا

خوف میں رہ بخفی سے پر یاں کسی  
آج صفہ دیکھ کے اٹھا ہر سیلاں کس کا  
ہو رہی ہے تری رفتار سے پال پوختی  
تو نے سیکھا چلن اسے لکبک خواں کس کا  
اہل آفاق جو کرتے ہیں فلک کا شکوہ  
یہ تو سمجھیں کہ یہ جو تالیخ نراں کس کا

اس زمانے میں نہیں نام سخاوت کا تیرا  
کون حسن ہے اٹھائے کوئی احساں کس کا

جب تلک ہست تھی و شوار تھا پانا تیرا  
مٹ گئے ہم تو لا ہر سکھکانہ تیرا  
نہ جہت تیرے لیے ہے نہ کوئی جسم جو تو  
جسم ظاہر کو ہے شکل نظر آتا تیرا  
شش جہت چھان چکے ہم تو کھل چکے  
رگ گردن سے ہے نزدیک ٹھکانا تیرا  
صاف اس جنگ میں آتی ہو ہیں سب کی بو  
دل ملاتا ہے یہ آنکھوں کا لڑنا تیرا  
اسے سزا مجھ سے طلب کر نہ صفائی کے گوارہ  
کوئی سیر نہیں ہے سدا زمانہ تیرا  
نہیں بچے کا ترے تیر مزہ سے دل نرا  
بال باندھا ہے یہ اسے ترک نشا تیرا  
دست نازک سے اٹھا تیغ نہ بھارتی خاں  
ابو پیری میں نہیں پوچھنے والا کوئی  
اے صدف چاک کر نگاہیں سینہ اکدن  
منہدی جتنی جو مشاطہ تو کہتا ہوا شون  
دل عاشق کبھی ہوتا نہیں ترکان حیدر  
در دوسرے بوز لگا کیجئے ناے رکب تاک  
کوئے قاتل کو تو ہوتا ہے رواں تو قاصد  
اجل آئے گی تو لیجائے گی مراد ضرور  
کیوں تجھے ہے عداوت ہو اے نفس گشتی  
دور لگے شہر اکا تھا کبھی اور آئیر

پکارتا ہے یہ ناز اس کی بکریائی کا  
 خلق ہوا مجھے حسیا کی جدائی کا  
 عزیز کیوں نہ ہو داغ اس کی یونانی کا  
 میں غول رنہ قیامت کو سن کے نہ مابو  
 بغیر نیچے ہوئے یار تاک نہیں رہتا  
 ہٹاؤ آئینہ ہم کو بھی دیکھنے دو گے  
 خدا کرے کہیں جلد آئے رنہ شادی وصل  
 تمام عمر جوئی ڈھونڈتے پتا نہ لگا  
 نہ پوچھ جام میں ساقی کے کیا واسے نابد  
 ابھی تو فیصلہ ہوتا ہوسارے تھکڑوں کا  
 ہزار بار قیامت جہاں میں آئے گی  
 شہزادانِ محبت تو سیکڑوں میں مگر  
 یہ سچ ہماری نگاہوں میں کیا دراندازی حشر  
 مرے نصیب یہ کہتے ہیں میرے نالوں نے  
 خدا نے دل کو بنایا تھا جام استغنا  
 رقیبِ طہنر سے کہتا ہے آبِ بامینِ ہاں  
 کھینچی وہ تیغ تو خوش ہو کہ جس سے دل نہ کہا  
 بدن میں رنہ کو آنے سے کام کیا تھا امیر  
 چمن دکھانے کو آتی تھی بے وفائی کا  
 گلہ زباں پہ نہ لانا تھا بے وفائی کا  
 فریفتہ ہوں اس اندازِ دلربائی کا  
 کہ لے اڑا ہے مجھے شوقِ خود نمائی کا  
 یہ پہچنے نہیں انوس بے رانی کا  
 کہ بے غلامی بدلت کی آشنائی کا  
 کہ دن نہ ہو وہ کہیں یاد کی جدائی کا  
 میں مٹ کے نامِ شادوں کا ناموائی کا  
 کہ خود ہی دیکھو گے حسن اپنی خود نمائی کا  
 لباسِ ماقی اتارے شیبِ جدائی کا  
 ترادہن بھی ہے کیا حرفِ آشنائی کا  
 بھرا ہے اس میں ہوتیری پارسائی کا  
 زبانِ تیغ سے پیغامِ دو صفائی کا  
 پڑھا ہے چار گھڑی دن ابھی جدائی کا  
 جو ڈوب جائے وہ پورا ہے آشنائی کا  
 کہ ظل دیکھے ہوئے ہیں شیبِ جدائی کا  
 رہے خیالِ چار دی بھی ناز سائی کا  
 تبوں نے کاسہ اُسے کر دیا گواہی کا  
 یقین ہے یہ اُسے میری نارسائی کا  
 وہ دیکھو گھاٹ ہے دریائے آشنائی کا  
 کہ دل لیا تو دیا ذوقِ آشنائی کا

ہوا وصال جو صدمہ ہوا جدائی کا  
کسی گنہ یہ کوئی قتل ہو میں کہتا ہوں  
میں آفتاب قیامت کو دیکھ کر کھٹکا  
پہاڑ آئی ہے پھر خیر ہو خداوند  
بچیں آیت سجدہ ہوئی ہے پیشانی  
پہٹ گیا ساگ جاناں ہمارے اس سے  
وہ آزمائش شمشیر ناز کرتے ہیں  
ہمارے دل میں وہ گہری ہوئی پیدا  
اٹھا جو درد تو گہرا کے میرے دل نے کہا  
گہر کے گرد قبیح ہے میرے دل کا ملال  
سیا تو اس کو جھٹائے ہزار پردے میں  
پہنچ سکا نہ وہاں نامہ بر تو دل نے کہا  
یہاں ہے ذوق اسیری میں تجھ جات پہ  
کسی طرح نہ گنا کہ کسی کے کانٹے سے

اٹھو امیر نہیں ماننے کی وحشت دل

یہ عذر رنگ تہا رہا شکستہ پائی کا

کیا تھا کس سے گل میں نے کج ادائی کا  
دکھا دجلہ جو دعویٰ ہے خود نمائی کا  
کمال حسن نے بے پردہ کر دیا ان کو  
ہماری آہ رسالہ مکاں میں دم لیتی  
خدا کے گھر میں کر دیا جانے شکر کے جبکہ  
تجھے تو شوق ہے اے جگمگ روائی کا  
تجھے یقین نہیں اتنا سخی سنائی کا  
کھل پڑے یہ ہوا ذوق خود نمائی کا  
مگر نصیب میں تھا داغ ناروائی کا  
اے جواذوق دربت پہ جہہ سائی کا

عجب طرح کی در انداز ہے خزاں ظالم  
 بھنے جو زخم تو بولا جگرہ کے خنجر یار  
 نقاب یار نے اُنٹی ہے حضرت ناصح  
 تڑپ تڑپ کے گیا اس کے آستانے پر  
 چلی تو ہے میں صحر کو لیکے وحشت  
 سنھل کے دیکھو اگر دیکھتے ہو آئینہ  
 میں درد دل بھی شب وصل کہیں نکلتا  
 کہیں سے ہاتھ شراب آئی ہو کہیں سے لڑک  
 چلوں وہ چال رہ عشق میں کہ خار تو کیا  
 دنا کے ذوق میں ہے بخود یہ ڈرتا ہوا

گذر نہیں ہے حرم میں تو دیر کو چلیے

امیر کام کہیں بند ہے خدائی کا

نہ بے دفائی کا ڈر تھا نہ غم خدائی کا  
 کہاں نہیں ہے ترا شازی خدائی کا  
 وہ ناتواں ہوں اگر نبض کو ہوئی حبش  
 شب وصال بہت کم ہے آسمان سے کہو  
 یہ جوش حسن سے تنگ آئی و قبا انکی  
 کمان ہاتھ سے رکھو صید گاہ غفلت میں  
 وہ بد نصیب ہوں یار آئے میرے گھر تو بے  
 چزاروں کافروں میں پڑے ہیں جگہ نیا  
 تمام ہو گئے ہم پہلے ہی نگاہ میں حیف

مرہ میں کیا کہوں آغاز آشنائی کا  
 مگر جو دیکھنے دے رعب کبریائی کا  
 توصات جوڑ حد ہو گیا کلائی کا  
 کہ جوڑ دے کوئی ٹکڑا شب خدائی کا  
 کہ بندہ بند ہے خواہاں گرہ کشائی کا  
 کہ تیر صید ہے یاں دام نارسائی کا  
 سمٹ کے وصل کا شب تلی بج خدائی کا  
 بتوں کے گھر میں بھی سامان و خدائی کا  
 نہ رات وصل کی دیکھی نہ دن خدائی کا

نہیں ہر لفظ پہ خط کے اے قاصد  
یہ داغ ہے مری قسمت کی نارسانی کا  
نقاب ڈال کے اے آفتاب حشر نکل  
خدا سے ڈر یہ کہیں دن ہی خود نمائی کا  
نہیں قرار گھڑی بھر کسی کے پہلو میں  
یہ ذوق ہے تڑے ناوک کود لہرائی کا  
مری طرف سے کوئی جا کے کو کھن سے بچے  
نہیں نہیں یہ محسوس زور آنے والی کا  
کہا جو میں نے کہ میں خاک راہ ہوں تیرا  
تو بولے ہے ابھی ہند ار خود نمائی کا  
جنوں جو میری طرف ہو وہ جت خیز کر لے  
کہ دل ہو ٹوٹ کے ٹکڑے شکستہ پائی کا

ایسر روئے اپنے نصیب کو ایسا

کہ ہو سپید سپہ ابر نارسانی کا

تنگی دل سے تری فرقت میں ایسا بھر تھا  
ہر نفس کو میرے سینے پر گراں قبر تھا  
کیوں ہوا عاشق جفا پر گرنے جھک کر صبر تھا  
اے دل بیتاب کیا تجھ پر کسی کا جبر تھا  
ناز نہیں کیونکہ جاتے میکشی کو باغ میں  
نخعی نخعی بوندیاں تھیں ہلکا ہلکا ابر تھا  
تاغ بیت تھا ہمیں دل نے بڑا دھوکا دیا  
ہم مسلمان اسکو کچھ تھے یہ کافر گھر تھا  
گھر خان دہر پر سو سو جگہ مر گیا  
جو کھلا گل باغ میں نیراجہ داغ قبر تھا  
تھک کو بھی اک سنگدل محبوب سے پالا پڑا  
یہ مرے دل کے پیچھے تھے یہ پیرا صبر تھا

بار بار اس کی مٹی میں کیوں نہ جانا اے ایسر

کیا کروں بے اختیاری مٹی کو دل بے صبر تھا

ظاہر یہ اتحاد سے رنگ اثر ہوا  
اس گل نے پی شراب تو میں بے خبر ہوا  
سرے کی طرح چشم بتاں میں نہ گھڑا  
میں مثل تیل سے وہ عبت دویدر ہوا  
اے ترک تیری تیغ ہمارا گلا کہاں  
اک یہ بھی آفتاق قضا و قدر ہوا  
راہ دراز کو چہ جلا و قطع کی  
قصہ ہماری زینت کا یوں مختصر ہوا  
فرصت مئی نہ گردش بہت بلند سے  
سوئے کبھی جو باتوں تو دوران سہوا

اشدر سی نزاکت جانان کہ شعریں  
کچھ خاک ہو گئی جو نچر آوارہ کی شریک  
سختی سے کہ جو ساز تو حاصل ہو سو زنت  
پسیا کسی کی آنکھ کی گردش نے اس قدر  
جلا میں بلبلیں جو چین سے چلی بہار  
نازک دلوں کو جو سخن نہ بھی بہت  
شادی نے مثل گل عین کھلائی شکل تم  
پیری میں جو یہ ضعف کیلکین بھی پھر گئیں  
مضمون اگر رسا ہے تو آئینہ گانا زبان  
ہوتی اگر نہ روح تو تھا خاک جسم میں

کیا جانے نامہ بر نے کہا آکے کیا امیر

ایسی خبر سنانی کہ میں بے خبر ہوا

دل میں جب مہاں خیال دلف جانا ہو گیا  
اس قدر شرم نہ پیش رہے جانا ہو گیا  
دل کی کیا بات میں لانا جو دولت کی دلیل  
کیا ہماری گور پر ہے احتیاج شہنی  
دل نہ مجھوں کے تھپانے سے قائل کاظم  
بیا کے تھا اور بھی مدے لٹا ہے باغ میں  
غیر نے اس گل کے بالوں میں کس کی تکی  
ضبط غم سے غرق دولت سرخروئی کی ملی  
عشق گیسو میں ہوا سالان غم سالان عشق

آنکھ میں خواب پریشاں سنبلستاں ہو گیا  
ہر گھٹ کر دامن شبنم میں پہناں ہو گیا  
یہ ننگینہ جس کو ہاتھ آیا سلیمان ہو گیا  
چار جگہ جو چاک نکلا چراغاں ہو گیا  
چشکیاں رہ گئیں خالی ننگہاں ہو گیا  
پھول جو پھولا غمے داغ عزیزاں ہو گیا  
خسب سفید تار تار اپنا گریاں ہو گیا  
خون ہو کہ دل مرا علی بدخشاں ہو گیا  
نواب آنکھوں میں اگر آیا پریشاں ہو گیا



اُس نے جب تیوری چڑھائی کر لیا کوٹھکا  
وہ جو سدوائی نہ تھا دل میں نہ تھا جو کچھ عشق  
بہوش خیالوں کا بھی شاید کوئی پیدا تھا  
ادبِ حجت ہو بقدر بے سوز پائی یہاں  
سوزِ غم میں کچھ نہ پوچھو جلد تن کا بھی خیال  
اے جنوں کہتے ہیں اس کو تو محسن و عشق  
قید میں آنے لگے جب تختِ دل شکوہ کی لہر

تیرا کھوں کھائے میدانِ محبت میں امیر  
دل تو تھا ہی شیر سبز اب نیتاں ہو گیا

ادبِ دولت اُس پہی کا سہم جو ان ہو گیا  
خفا ہو چکا ہوئے رخسار آساں ہو گیا  
اب کہا خاک میرے تڑپا نیکی بھر گیا نک  
میر کی چشم تے چھپی کار کھتا تھا خیال  
تم بھلے باروں جو آئے کبھی گلگشت کو  
جب بہار آئی جنوں کے ہاتھ بے پند گل  
دیکھ قاتل اپنے دیوانے کا جذبہ قتل  
وحشت گیسو میں بہا بیٹھے سوئے صحرِ جویم  
تھا مسلمان جب تلک شقاق کا وہ تھا  
سوزنی پر لٹھ کا تھنوں نے بٹھایا دشت میں  
بلنگی آن کی بناوٹ سے ہماری جھلک پر  
خوبیوں سے نہیں خالی زمانہ انیکدم

دانش سر پر خاتم دست سلیمان ہو گیا  
کارواں آنے سے نہ ہوئے حسن اور ان ہو گیا  
ہر دہانہ زخم سے قاتل نکلاں ہو گیا  
پانی پانی یہ جو ابدول کہ باراں ہو گیا  
خونہ زخمس چمن میں بہلتاں ہو گیا  
محکمے دامن ہو گیا بچے کے گریباں ہو گیا  
جب گے سے لگیا خیر گمیاں ہو گیا  
بیچ کھا کر جاوہرہ مار بیچاں ہو گیا  
میں ہوا کافر وہ ضد سے مسلمان ہو گیا  
شامیانہ سایہ ٹھیل مٹیاں ہو گیا  
پانچو نہیں گو کہوڑا نکا تو پکاں ہو گیا  
ہر پید ہو گیا جب ماہ پنہاں ہو گیا

کیا اثر جو جو بہا یاد بھلیں میں اشک  
 کیا تبسم نے تے اے فیکل پتھر کانک  
 محوئے محوئے جو کے آؤ جاتا آؤ آئی ہو بہار  
 عشقہ بازوں سے پھری رہتی جو تو اس تبسم ناز  
 ضعت سے میں قیدی کوئی طرح بل سکتا نہیں  
 حشر میں خوں ہو گئیں دلیں کو لایا خوش رنگ  
 جب نقاب الٹی نگاہوں کا ہوا الیا جو ہم  
 اوکا نذر اس کو کہتے ہیں بجوم و دغم  
 کیا رہیں گلزار میں ہم شخی تارک مزاج  
 گل ہوا غنچہ تو یہ اُس سے صدا آئی امیر

جمع پھر ہوتا نہیں جب دل پریشاں ہو گیا

گل نیا ہر ایک نقش پاسے خون ایں ہو گیا  
 تشنگان عشق کے لب بھی نہو تے پائے تر  
 لوت گیسو پر اُس نے ذبح کر ڈالیا پیچھے  
 اے پری بل دیکھ نہ نفوس خضبت نکلیا  
 ہم نے دیواں میں یہ صفوں دل نہ کھیا  
 کو چہ کردی میں دکھائی تیغ تال نے بہار  
 چو گئی جیکی نظر جس پہ وہ دیوانہ ہوا  
 پینڈیوں تک بخت میں پرو غرق ملیا  
 خفتہ بے دلی یہ کثرت ہر تیرے دور میں  
 دھندل کی استی قسمت نے چھٹکا یہ پاؤں

دیکھ کر رنگ خزاں میں باغ کے در پہر  
آسیا کے چشم لعلی نے یہ پیدا دشت میں  
مر گئے اندر اے فرقت سے ہوئی حال بجا  
کعبہ دیکھی زیارت کو طہارت تھی ضرور  
بیچ مجھ کو کیا مرے گھر تک کو قسنت نے دیکھا  
ہر نہال خشک مجھ کو چوب دریاں ہو گیا  
بخت جیوں سر نہ چشمہ غزالاں ہو گیا  
رفتہ رفتہ داغ مرہم درد و دواں ہو گیا  
تیر کوہِ اجب و ضبوئے آب نہاں ہو گیا  
ہر سنتوں نکھار کھاکے بن شاخ غزالاں ہو گیا

نامہ اعمال ہے جہنمک نہیں ملتا امیر

میرے ہاتھ آیا یہ اور میرا گریباں ہو گیا

بے نشانی کامیں اپنے رخ سزاوار نہ تھا  
فتنہ تھا قہر تھا جلوہ ترا اے یار نہ تھا  
جب کہا اُس سے شبِ حرم کوئی نچوڑ نہ تھا  
کیا بلا تھی نگہِ موشِ ریاساتی کی  
بات رکھ لی مری قائل نے گونگہ زنجیر  
تاب جلوے کی نہ آئی کوسیکو تو کہا  
چو شِ دشت اے کتہے میں کہ آتی ہو بہار  
صاف دو ہاتھ سرو ہی کے اگر چل جائے  
آنکھیں پتھر انگلیں مٹی کی نہیں تو مڑ  
لاش پر میری جو آئے تو رہے تلو لکھا  
وہ کھنچا کر تو کھنچا شان بھٹی عشقی کی  
کیا مزہ تھہ کو لادنیے فلک مجھ کو شکست  
خونِ ناحق سے بجایا تھا غنیمت کا لکھا  
جھک کو کیوں بیچ میں لایا دم آرائش حسن

دہن یار نہ تھا کچھ کمر یار نہ تھا  
جب تھکان کو بچھا تو نہیں دل زار نہ تھا  
درد نے اٹھ کے کہا کیا یہ گہنکار نہ تھا  
آتش لگی آگے تو کوسوں کوئی شہباز نہ تھا  
اس گنہ پر مجھے راز کہ گہنکار نہ تھا  
خوب دکھا تو کوئی قابلِ دیدار نہ تھا  
ہاتھ ڈالا تو گریباں میں کوئی تار نہ تھا  
پھر تمہیں مجھے تجھے تم سے سرکار نہ تھا  
کچھ چلبی کے سوا پردہ رخسار نہ تھا  
دمِ اعجاز تو قفلِ دہن اے یار نہ تھا  
مجھے کھنچا تجھے اے شجرِ فوکار نہ تھا  
عہدِ ساقی میں نہ تھا تو بے مینوار نہ تھا  
لبِ مستون سے کچھ کم لبِ سوخا نہ تھا  
کچھ تری نلف کا طرہ تو میں اے یار نہ تھا

## مرآۃ الایوب

وقت بد میں نہ ہوا کئی امیر آکے شریک

بار سمجھا تھا میں جس کو وہ مرا یا نہ تھا

سارے جہاں کا سچ مرے دلیس آگیا	کیا کو نہ تھا کہ جس میں یہ دریا سما گیا
کوڑا جہاں بھی ترے مقول نے پیا	پر آب تیغ کا نہ زباں سے مزا گیا
کھائے تھے داغ جسکی محبت میں کڑوں	دو پھول بھی نہ وہ سر تربت چڑھا گیا
بہل تر پ رہے ہیں نکلتا نہیں چو دم	ایک ہاتھ اور بھی نہ وہ قاتل لگا گیا
سلاخی عرس کا جو کیا یار نے تو غیر	چھپ کر نشان میری لحد کا مٹا گیا
سو جھی نئی طرح کی یہ گری کہ رات کو	صیاد آشیانہ بے بسمل جلا گیا
جاتا ہے نامہ ملے کوئی نامہ بڑو کب	جانیکو گر کہا تو کبوتر اڑا گیا
اُس بت کا دل ہلانہ عجب کا مقام ہو	نالہ کیا تو عرش خدا فقر اگیا
توڑی تر پ کے زخمی شمشیر عشق نے	ٹانخے جو آہنی بھی زخموں گر لگا گیا
سوئی اسی پہ دعویٰ دیدار تھا نہیں	دیکھا جو کوہ طور پہ جلوہ غسل گیا
ہوش و حواس جانیکا ایدل گلہ نہ کر	تورہ گیا بلا سے جو کچھ تھا گیا گیا
ابرو کا شوق کو چڑھ قاتل میں لے گیا	کبے کے حج کو میں طرف کر بلا گیا
گری سے گور میں جو ہوئے ہم عرق عرق	نکھانہ سیم خد کا جھو کا بلا گیا

نکلا خیال رخ میں نہیں دل سے دو دآہ

ابر سیاہ تیر گلستاں میں چھا گیا

بندہ نوازیوں پہ خدائے کریم تھا	کرتانہ میں گناہ تو گناہ عظیم تھا
باتیں بھی کیں خدائے دکھایا حوال بھی	اللہ کیا نصیب جناب کلیم تھا
کیوں تیغ ناز بھول گئی بھ کو وقت قتل	میں بھی تو اک نیاز گزار قدیم تھا
ناگجا جویرے دلو در گوش یار نے	دینے ہی بن پڑا کہ سوال یتیم تھا

## مرآۃ الغیب

کیا رنگ اُسکے جاتے ہی گھر کا بدل گیا  
 ہم سے جو وہ کھنچا یہ گلے سے لپٹ گیا  
 کیا کیا نہ آفتوں کے رہے ہم کو سامنے  
 دنیا میں کچھ قیام نہ سمجھ کر و خیال  
 اب کون ہو جو منزل الفت میں ساتھ دے  
 پہنچے تو ہم بھی جلوہ گر یار میں ہو گئے  
 لالچ کبھی ہمارے قفس تک بھی نہ لگے  
 ہوتا نصیب کے میں نقد عیش کیا  
 کیا چاہتا میں فیض کو انجم سے آسمان  
 روزِ خ ہے آجکل جو ریاض نعیم تھا  
 قافل سے بڑھ کے شجرِ قافل کریم تھا  
 یارب شباب تھا کہ بلائے عظیم تھا  
 اس گھر میں تھے پہلے بھی کوئی مقیم تھا  
 دل بھی چھٹا رفیق جو اپنا قدیم تھا  
 دو اک قدم بڑھا ہوا پائے کلیم تھا  
 ٹوٹا ہوا نہ پانوں ترا اے نسیم تھا  
 زیرِ زمیں بھی دور سپہرِ نعیم تھا  
 اک تودہ بلند عظامِ ریم تھا

جس دن تھا میں چمن میں ہوا خواہ گلِ امیر

نام صبا کہیں نہ نشانِ نسیم تھا

وہ دن گئے کہ نہ میں بھی نصیبِ نعیم تھا  
 کچھ ان کو زیب گوش کی حاجت نہ تھی کہ  
 آنکھیں تھیں اپنی نورِ تجلی سے آشنا  
 تیرے مریضِ غم کی نہیں آج کچھ خبر  
 دنیا کا حال اہلِ عدم ہے یہ مختصر  
 ہم اپنی دھن میں مست تھے کیا جاں میں  
 سامانِ محض کیا میں کہوں مختصر یہ ہے  
 آخر جو غم میں بیٹھ رہا مثلِ دردِ مے  
 واقف وہ حال سے ہو جو رکھتا ہوں کچھ غرض  
 غش بھگو وصل میں نہیں آیا تھا پر کسی  
 محض میر شمع تھا میں چمن میں لیسہ  
 منظورِ پرورش تھی کہ گوہرِ بیتیم تھا  
 جس دن نہ طور تھا نہ وجہِ دِ کلیم تھا  
 سنتے میں کل تو حالِ نہایتِ نسیم تھا  
 اک دم قدم کا کوچہ اسیدِ دیم تھا  
 کس صحت کو جانا تھا کہ صحر کو حیم تھا  
 بعدہ گناہِ عمار تھا خالقِ کریم تھا  
 تھی کچھ تو صاحت کہ فلاطوںِ حکیم تھا  
 کیا جانیں ہم بخیل کہ حاتمِ کریم تھا  
 سرست بوئے گیسوئے عسبرِ نعیم تھا

گلگشت میں نقاب آئینے وہ رخ سے کیا  
شرم آتی تھی صبا سے لحاظ نسیم تھا  
زنگ جن بہار میں بلبل سے پوچھتے  
گل کار میں پہ پاؤں نہ مثل نسیم تھا  
الفت کی دل جلوں کو وہاں عینہ لگتی  
خس خانہ تھا کہ طبقہ نار جمیم تھا  
کرتا میں درد مند طلبیوں سے کیا جبر  
جس نے دیا تھا درد بڑا وہ حکیم تھا

داناں گل کو خود نہ چھو اور نہ اسے امیر

کچھ ڈر صبا کا ہم کو نہ خوف نسیم تھا

دل اپنا زیر سایہ اسید و بیم تھا  
جس دن جمیم تھا نہ ریاض نعیم تھا  
سورخ کیوں جو سینہ گوہر میں سے فلک  
تلا تو ہم کو کون گستاہ مہم تھا  
محشر میں اقمہ میں نہ ہوا کی خدا نے خیر  
دلت سے در نہ کھولے ہوئے منہ حکیم تھا  
تیری دوا سے اور مرا درد بڑھ گیا  
شاید مرض سے سنا نہ مجھے اسے حکیم تھا  
کیا جانیں کس غریب کی آتی تھی دل لاش  
خود کہہ رہا تھا شوق میں گلشن دل مرا  
قاتل کے خط سے قتل کا ہوتا نہ کیوں تھیں  
کیسی شفا مرض میں کہ انٹی ہوئی دوا  
تلخی زبان دوست سے دیتی ہو کیا مزہ  
ہم را ز تب مزار میں پہنچے کہ کچھ نہ تھے  
کیسا سوال دید جو ہم پہنچے طور پر  
روشن ہے آفتاب سے اعجاز مصطفیٰ  
کب مجھے مثل سایہ چھٹے بختین کے پاؤں

اس گل کا دھت چم سنا تا میں کیا امیر

زنگس کا بھول باغ میں گوشیں صمیم تھا

ہر جگہ جو شبِ محبت کا نیا عالم ہوا  
 آنکھ میں آنسو جگہ میں داغ دلیں غم ہوا  
 میرے مرتے ہی زمانہ درہم درہم ہوا  
 یہ خوشی پھیلی کہ شادی مرگ اک عالم ہوا  
 موت آئی دردِ فرقت سے یہیں محبت ہوئی  
 بڑھتے بڑھتے زخمِ آئینہ زخم کا مرہم ہوا  
 آنسوؤں سے بقیہ راری میں ذرا تسکین تھی  
 بڑھ گیا اور اضطرابِ دل جو دنیا کم ہوا  
 روز کی فریاد سے تنگ آگئے تھے استغدر  
 خلق کو مژدہ ہمارا نالہ ماتم ہوا  
 میں ترا مومن ہوں اے گریہ بے اختیار  
 جب پڑی مجھ پر مصیبت میں شریک غم ہوا  
 رازِ داری محبت کا میں کیا دعویٰ کر ل  
 جس قدر محرم ہوا اتنا ہی نا محرم ہوا  
 دے قسمت رہ گئی حسرت ہی لطفِ یار کی  
 بڑھ گئی شانِ تکلف کچھ جو غصہ کم ہوا  
 بے اپنے حالِ ابر کے جو محشر میں کھلے  
 دخترا اٹال مردم درہم درہم ہوا  
 چارہ گر کو لائے میں احبابِ دماں کے لئے  
 لامر از خمِ جگر بھی قابلِ مرہم ہوا  
 کیا دوا کی بیٹھ کر پہلو میں اُس کے تیرنے  
 دردِ دل بھی گھٹ گیا دردِ جگر بھی کم ہوا  
 مارڈالار دواؤں کی نگاہِ لطف نے  
 ایک دم کا عیشِ ظالم عمرِ بھر کا غم ہوا  
 شورِ محشر بھی ہوا اگر شہرِ یکِ قرین  
 دھوم سے میرے دلِ رجوم کا ماتم ہوا  
 رات بھر دیا کیا بے یار میں گزار میں  
 صبح کو پھولوں سے رخصت صورتِ نیم ہوا

ہوش کی بھی اب تو کوئی بات کرتے ہیں امیر

کچھ تو دشت نے کمی کی کچھ تو سودا کم ہوا

ہو نہیں دہم دوست جب غم نے کمی کی غم ہوا  
 کی شکایتِ چرخ سے جس روز صد کم ہوا  
 کس طرح مکون دل اظہار کرتا پیش یار  
 آج تک میں خود نہ اپنے راز کا حرم ہوا  
 لذتِ شرم گتہ تھی کہ فرشتوں کا نصیب  
 یہ نرا چکنے کو پیدا خسلق میں آدم ہوا  
 میرے زخموں کی ہنسی پر تم کو ردنا آگیا  
 یہ خوشی بھی کچھ خوشی تھی جس کا ایسا غم ہوا  
 تیرا دیوانہ جو آیا یہ ملا یک نے کہا  
 انتظامِ عرصہ محشر بھی لو برہم ہوا

نوک خنجر ہو کہ اے سفاک پیکان تیر کا  
ادب بچے اور بچوں کی مرے گل نے مٹادی آرزو  
ذبح کرتے ہو مجھے ایکجان ڈھیلے ہاتھ سے  
تیر زنگ آلود خنجر کند قاتل خرد سال  
تنگ آکر دعا فرقت میں مانگی موت کی  
جان قالب میں ہو مضطرب و خفا دل بقرار  
دل جگر دونوں تھے میری جان کے دشمن  
رہ گئے وہ دو قدم چل کر میری میت کیساتھ

رد کنافرقت میں اشکوں کا نہیں اچھا اسیر

چار دن کے ضبط میں دیکھو تو کیا عالم ہوا

دہ کون تھا جو خرابات میں خراب نہ تھا  
شب فراق میں کیوں یارب انقلاب نہ تھا  
محافظ ہم سے قاتل کا ہو سکا دم قتل  
اُسے جو شوق سزا ہے مجھے ضرور جو جرم  
شکایت اُن سے کوئی گالیوں کی کیا کرتا  
نہ پوچھ عیش جوانی کا ہم سے پیری میں  
دماغ بحث تھا کس کو دگر نہ اے تاج  
وہ کہتے ہیں شب وعدہ میں کیسے پاس آتا  
ہزار بار گلاؤ کہہ دیا یہ شمشیر  
فلک نے انسر خورشید سر پہ کیوں رکھا  
غرض یہ ہے کہ ہو عیش تمام باعث مرگ

ہم آج پیر ہوئے کیا کبھی شباب نہ تھا  
یہ آسمان نہ تھا یا یہ آفتاب نہ تھا  
سنبھل سنبھل کے بڑپتے وہ اضطراب نہ تھا  
کہ کوئی یہ نہ کہے قاتل عذاب نہ تھا  
کسی کا نام کسی کی طرف خطاب نہ تھا  
ملی عقی خواب میں وہ سلطنت شباب نہ تھا  
دہن نہ تھا کہ دہن میں مرے جواب نہ تھا  
تھے تو بے ہوش ہی اے خانماں خراب نہ تھا  
میں کیا کروں تری قسمت ہی میں گلوب نہ تھا  
سب بوٹے بادہ نہ تھا سا غر شرب نہ تھا  
دگر نہ میں تو کبھی قاتل خطاب نہ تھا



سوال وصل کیا یا سوال قتل کیا  
وہاں نہیں کے سوا دوسرا جواب نہ تھا  
ذرا سے صدمے کی تاب اب نہیں ہی تمہیں  
کہ ٹکڑے ٹکڑے تھا دل اور اضطراب نہ تھا  
کلیم شکر کرد حسرت تک نہ ہوئی آفتاب  
ہوئی یہ خیر کہ وہ شوخ بے نقاب نہ تھا  
یہ بار بار جو کرتا تھا ذکر مے و لعل  
پے ہوئے تو کہیں غماناں خراب نہ تھا

امیراب میں یہ باتیں جب اٹھ گیا وہ شوخ

حضور یار کے منہ میں ترا جواب نہ تھا

کہا جو میں نے کہ یوسف کو یہ جواب نہ تھا  
تو سنس کے بولے وہ منہ قابل نقاب نہ تھا  
شب وصال بھی وہ شوخ بے نقاب نہ تھا  
لقاب الٹ کے بھی دیکھا تو بے نقاب نہ تھا  
پیٹ کے چوم لیا منہ مٹا دیا انکار  
نہیں کا اُنکے سوا اسکے کچھ جواب نہ تھا  
مرے جنازے پہ اب آتے شرم آتی ہے  
حلال کرنے کو بیٹھے تھے جب جلیب نہ تھا  
نصیب ہماگ اُٹھے سو گئے جو پالوں مے  
تہارے کوچے سے بہتر مقام خواب نہ تھا  
غضب کیا کہ اسے تو نے محبت توڑا  
اسے یہ دل تھا ماسیتہ شرب نہ تھا  
زمانہ وصل میں لیتا جو کر دٹیں کیا کیا  
فراق یار کے دن ایک انقلاب نہ تھا  
تمہیں نے قتل کیا جو مجھے جو سنتے ہو  
اکیلے تھے ملک الموت ہر کتاب نہ تھا  
دعاے توبہ بھی مینے پڑھی تو مے پی کی کر  
مزه بھی ہم کو کسی شے کا بے شرب نہ تھا  
میں روئے یار کا مشتاق ہو کے آیا تھا  
ترے جمال کا شید اتواے نقاب نہ تھا  
بیان کی جو شب غم کی بے کسی تو کہا  
جگر میں درد نہ تھا دل میں اضطراب نہ تھا  
وہ بیٹھے بیٹھے جو مے پیٹھے قتل عام کا حکم  
ہنسی تھی اُنکی کسی پر کوئی عتاب نہ تھا  
جولاش بھیجی تھی فاصد کی بھیجے خط بھی  
رسید وہ تو مے خط کی بھی جواب نہ تھا  
سرور قتل سے تھی ہاتھ ہاتھ پاؤں کو جنبش  
دہ مجھ یہ وجد کا عالم تھا اضطراب نہ تھا  
نہات جگر جہاں میں نہیں کسی کو امیر  
ادھر نمود ہوا اور ادھر حجاب نہ تھا

## مرآة الغیب

نامہ لیکر جو کوئی کوئے بُتاں سے آئیگا  
میرے گھر میں جو کوئی اسکے مکاں سے آیا  
اے جس تو تو نہیں قافلے والوں سے جدا  
جانتا ہوں وہ کماندار کشیدہ جو بہت  
اب کوئی کہے میں دم بھر میں ٹھہر سکتا ہوں  
شغل و دنیا کا ازل میں بھی نیچے تھا ورنہ  
خبر مرگ مری دیر در حرم میں تو لگی  
بولتا کب جو وہ سفاک پکاروں میں تہرا  
مفتیوں سے کہو اللہ وہ اب کتے میں کیا  
دیکھ کر اس رخ دگس کو میں حیراں ہوں ایسر

## شب تاریک میں خورشید کہاں سے آیا

شیل موٹی سانے میرے جو تو ہو جائیگا  
عشق میں تازہ دماغ آرزو ہو جائیگا  
غیبت گریہ میں نہیں کرتا کہ رہتا ہوں خیال  
ہو ابل پڑنے کا ڈر کیا دلوں کے ترندے شمال  
ہو یہی رنگ ستم اس خال خال عارض کا اگر  
ہو کئی مہشی جو یہ تاثیر حسن و عشق کی  
آرسی پر کچھ نہیں موتوں اے آئینہ رو  
اُفت نہ کر ایدل زمانہ میں ڈالیکا تجھے  
تم جو اٹھ جاؤ گے دم عیش ہوگی نرم علم  
دست قاتل سے بڑھ کا تیغ کا پانی ضرور

لن ترانی میں مقام گفتگو ہو جائیگا  
رنگ اڑ کر چہرہ عاشق سے ہو جائیگا  
سو کھل کر کاشا نہال آرزو ہو جائے گا  
سرد فوارہ کنار آب جو ہو جائے گا  
مشک کا دل نات آہوں میں ہو ہو جائیگا  
ذرے ہم ہو جائیں گے خورشید تو ہو جائیگا  
جو تجھے دیکھے گادہ میرا عدد ہو جائیگا  
کھانے کو ڈال اور ابلق سندھ ہو جائیگا  
بادہ گلزنک شیشوں میں ہو ہو جائیگا  
تا کر ہے آج کل تک تا گل ہو جائے گا

# مرآۃ الغیب

بعد مردن شرم عھیاں سے ہوں الیا آب  
خاک سے میری تمم بھی دھو ہو جائیگا  
میرے میخانے سے اے ساقی کہاں کی عید  
ماہ نوایاں ناخن دست سب ہو جائیگا  
محو آب و تاب رنداں ہوں پڑھوں کیونکر  
آب گوہر ہاتھ میں آپ دھو ہو جائیگا  
چھار ہی ہر دلیں میرے اس قدر اے یاس  
دیکھ ظالم مفت خون آرزو ہو جائیگا

چار سو ٹکراؤں کا سرد بھکھکا ابرو اتیر

فرض اس کہے میں سجدہ چار سو ہو جائیگا

اک جہاں بسمل ترا اے تند خو ہو جائیگا  
جہاں بے پروا گدے شوق تو ہو جائیگا  
طاقت دیدار کا دعویٰ ہے اہل دید کو  
دل میں عکس زلف آئینے میں ہو جائیگا  
اے قصور تجھ سے بخت تیرہ جانا کی کہاں  
خیز قاتل مرا طوق لگو ہو جائے گا  
جھٹ میں مجھ دے بے خطا باقی اگر تو بیگا جام  
فانش پردہ ہو گا بے پردہ جو تو ہو جائیگا  
اے میکش شیشہ کے کوڑھنگا جیت میں یا  
دل میں عکس زلف آئینے میں ہو جائیگا  
یاس دھرم کے اگر تجھ کے میں وقت تیرا  
کوئی دم میں گل چراغ آرزو ہو جائیگا  
جائے عیسے ہجر میں ہو گی ہوس بھلاؤ کی  
بڑھے بڑھے درد دل درد لگو ہو جائیگا  
کون سنتا جو یہاں اے بتیری تیرے حضور  
ختم یہ جھگڑا خدا کے رو برو ہو جائے گا  
ساتھ میرا تو نہ چھوڑ اے یاس ہجر میں  
اور بھی دیران دل ہے آرزو ہو جائیگا  
پھل اے طیل نہ پھولوں پر در در نہ ہر بہار  
ایک جھونکے میں ہو اسب رنگ ہو جائیگا  
بھول بانوں پر نہ بھول آج اس گل کے دلا  
دیکھنا گل اور رنگ گفتگو ہو جائیگا  
عیب اصلی عارضی زینت سے چھپتا ہو کوئی  
غازہ مٹنے سے نہ زنگی خبر ہو جائیگا  
فضل گل آنے تو دقت نہ کا بھیر کیا ہو شما  
خوف بھر بھر جائیگا پانی اہو ہو جائیگا

خوب گل دیوں سے آتا ہے ہمارے دلوں کو رطب رنگ میں یہ رنگ ہو گا تو میں بو ہو جائیگا  
داغ حسرت گھر سے میں لیکر کہاں جاؤں آبر  
جانتا ہوں گل چراغ آرزو ہو جائے گا

یہ جو سودا ہے تجھ حزن کا پتا کہاں کوئے ناز کا  
یہ طرز دشت نے رنگ باندھا کہ ہو گیا دوہرا کوئی  
ذرا جو کاتب کو رحم آتا تو بخت بنیاد ہی مٹاتا  
بحسن و بملک کے خون کا گڑھ گواہ ہیں برگ و برادر  
یہ جتنے تپتے ہیں باطن میں گئے نہ آسمان نے نہیں میں  
غم نیست ہے جس کا مطلب کہہ دت اس کی چھائی کہ  
کیا تھا کیوں دعا ہے باطل ہوا تھا اس تل سے کربلا  
بڑھے لیکن کتنے تپتے تھے ہزار کی الفت کے کشتے  
کہا نکال کر کہا کشیدہ شنائے قاتل کو درون  
قریب ہی یاد روزِ محشر تھے گشت کو قاتل کیوں  
عجب مرقع ہو یا شاہ دنیا کہ جب کا صانع نہیں بنو  
ہوانہ و شوارح کو کرنا اسی گلی میں تھا اپنی ٹھکانا  
لکھا جو وصف ایسا کہ گلبند کا تو رنگ پیدا ہوئی  
کمال احباب کے شکر وہ کیا نہ عرس ایان ملتا  
اتر کر گیسو کا یہ تہا کہ حرف آگس میں حرف سے  
نہیں وہ اب ذکر رسم ماضی گئے کی تقدیر پر پورا  
خدا سے جتنا کہ ہوتا سا حیرت لگا جو شوق بجا  
کہاں میں ایسے نصیب ہے کہ پہلے مٹا جو آئے

غدا اسرا نہیں کہیں کا نہ آسمان کا نہ زمین میں کا  
زمین پہ عبادہ ملکات جو زانہ انوار ہے چاک استس کا  
درست لکھتا تو ٹوٹ جاتا قلم ہمارے خط جس کا  
نہیں ہے یہ داغ لالہ ترے نقش ہے ہر جگہ جس کا  
نشاں تک شگفتے جس کے کھلائے مٹا خط جس کا  
کہے جو جلیک خیمہ لہاں تپا کہاں دردِ نیش کا  
سزا ملی ہو گیا یہ دل جو شکنانہ غزال چس کا  
یہ نفس جس دلیں جگے بیٹھے بلند ہونام آئین کا  
قلم ہوئی جو بدن کے گردن نہانیہ نہر ہے آغوش کا  
جو چپ ہو گئی زبان سخن ہو پکار گیا استس کا  
ہزار ہا صورتیں میں پیدا پاتا نہیں ہے آغوش کا  
نہ تھا مناسب غریزہ کرنا موسیٰ یہ دو چار گز نہیں کا  
جو صفحہ ہے برگ یا سمن کا تو خامہ جو شاخ یا سمن کا  
سرحد ہی ہجوم ہوتا کبھی حسینان جس کا  
درد ہے دیواں میں جو عمارت خستہ ہے عطر کا  
لگائے درہ جو چھو کو قاضی کیسے گیسوئے عنبر کا  
مکان کاتب بنالیکہ کا کہ چھ تپا یاد ہو کہیں کا  
اڑائے نامہ کے آستے پڑنے کھلائے خط جس کا

لا ہے جنکو دل مصفا ہوے کو بھی دیکھتے ہیں اچھا  
چونکہ ہمیر جو قطع جا رہا تھا اس کی لباس کیا  
کس متانے پہ جا چڑھوں کہاں الہی میں جہ ہو  
کہاں کا کعبہ ہو دیر کیسا بتاؤ کوچے کا اسکے رستا

اسیر گھڑیوں رہی خوشی گلے سے آواز تاک نہ نکلی

خیال جس رات خواب میں بھی بندھا کسی چشم گسٹری کا

ہوا جو پوند میں نرمی کا تو دل ہوا شاخ و جھڑی کا  
اگرچہ پری میں ناتواں ہے شباب کے کچھ از عیان میں  
فقط دیر خیال باطل کر اس میں ہونا صلی  
کہیں مکر زباں سے کتنا کوئی غلط نہیں ہو ا  
کھلے ہیں یہ تنخواں بیکہ کہ پست ہی پوچھو سر اسر  
جہان میں ہوا درس بہت کم از کم مال میں عالم  
ہو ائے جس میں ہوا ایسا چمن میں گھر جو ابر آیا  
سفر مبارک ہو آخرت کا خراج نام ہو خدا یا  
جو شکر بالائے طور چکا چھپک گئی جس سے خوش ہو  
کیا جو اس مست نے کنارہ سرور خاک کو گوارا  
لحد یہ میرے نہ آئے کہ نہ کوئی یہ درد کھنکے  
ہوئی جو تقدیر سے رسائی ضرور جو قسمت ازالی  
جو وقت غربت میں گھنٹی اذیت نہ تھا نہیں طبع  
چمن میں غنچہ نہیں کھلا وہ گل پہاڑ کو رہا  
ایسکا بھلا جو نور سارا کہاں کا خورشید عالم آرا

بس اب ارادہ نہیں کہیں کا کہہ دینے والا غم جو گسٹری کا  
نہیں یہ باز میں تھریاں میں نشان چین آتش کا  
درست اٹھ کھینچ ایدل جو نقش اٹا ہو گسٹری کا  
ہمارا اظہار غم ہو گیا سوال درویش رہی کا  
کلاہ کا شاک ہو میر سر پر گیاں جو باز درہستیں کا  
کہ لی فرشتوں نے خاک آدمی شہر کی گسٹری کا  
سیاہ سہی میں میں یہ سجھا جہان جو آب انیس کا  
جو گھر سے نکلے مرا جہان تو سنا مانا ہوئی جس کا  
بجھا ہوا تھا کوئی شرارہ تمہارے رخسار آتش کا  
بہو پو میکشہ ہمارا جو نام لو اب آتش کا  
بر بندہ دیکھ نہ گور جھ کو میں کشتہ جو چشم گسٹری کا  
کر نیلے اس در پہ جہ سانی نشان صبا کے جو جس کا  
بھری جو چشم غزال صحران کھل دیا رنگ شہر میں کا  
یہ کوئی تنوید کھل پڑا جو اسی کے بازو مارشکل  
گھر ہو اب کوئی ستارہ لباس نہ تار میں جس کا

# مرآة العیوب

جس کو بیٹھی زبانے مانگیں تو جان میں نہ لیں  
ہنسی خوش سے جو نہ ہو یہ نہ ہوئے ٹھکوانگیں کا  
جو کبھی زنگس کی شرمساری چڑی ہوئی آنسو کی جلا  
نگاہ میں پھر گیا ہماری حجاب اس چشم سرنگیں کا  
عجب جو آئیے کا مقدر کہ عکس آئین جو چشم دہر  
قدم نکالائے گھر سے باہر کا کھلیا غول جی کا  
جو تین ساعد ہوئی مقابل تو پ گئی خلق مثل میں  
اُٹ گئی صف جو تو نے قاتل اٹ دیا گوشہ استین کا

اتر دیکھا جو اسکا نقش تو نقشہ یوسف کا دلے اُترا  
کہ نقش ثانی کے آگے ہوتا فردغ کیا نقش اول کا

## ردیف بامی موحده

سیکھ کر تجھ نہ کرش سے طرز انھاں عنذلیب  
صحبت گفتش میں ہوئی ایسی خوش محو عنذلیب  
ہوں وہ عاشق قدوہ عارض کا جو گفتش سے پوں  
فاختہ پڑے مراد اس گریباں عنذلیب  
رحم کریں پھول بیدردی آئے گھنچیں نہ توڑ  
سر پہ نالوں سے اٹھا لی گلستان عنذلیب  
فصل گل آنے تو دو اڑ جائیگی لیکر نقش  
خانہ صیاد میں دو دریاں جو تھماں عنذلیب  
برق آسا ہر فرداں خندہ گل باغ میں  
چاہیے برساے اب انگوں کا باراں عنذلیب  
چھوڑ کر تیرے رخ رنگیں کو اے رنگ جیہاں  
گل پہ مرقی کس نے ہوئی جو اس عنذلیب  
فصل گل میں پھول دکھلا میں جو پر یونکا جیہاں  
کیوں نہ پھر دشم کشا مرغ سلیمان عنذلیب  
عاشق کامل کو وصلت میں زیادہ ہر ملال  
کون گل ہو جو رخ گل رنگ پر عاشق ہمیں  
جو پند آجائے عاشق کو دی مشوق ہو  
اُٹو کے گل خود مشوق میں پہنچاؤ دیار تک  
تو کرے چوڑی جو اپنے ہاتھ لائے گل جدا  
شوق میں لالوں کے جائے باغ میں گل اگر  
قابوئے صیاد میں آتی کبھی ممکن نہ تھا  
لایم گو آنکھی تر اگیسوئے چیاں عنذلیب

وہ بھی دن آئے کہ اُترے تیرے صدق میں کبھی  
اے گل تر دلیں کتنی دیر اراں عند لیب  
فانکہ خوانی کو جب وہ گلبدن آیا امیر  
بن گئے سب ساکنی شہر خوشنماں عند لیب

کیا ہنسی ہو گریہ عشاق مضطر کا جواب	سوچ رکھو کچھ سوال روز محشر کا جواب
ورد پا ہوا گناہ گشت کا سہ سر کا جواب	خافلوں کو دیکھی میری لاش ٹھوکر کا جواب
منہ پر چڑھا ہوا ہم کیا آئینے میں دیکھ تو	چھ کو دیتا ہے دہن تیرا برابر کا جواب
شوق سے نکھیں سر کے گھسیان فرشتے رات دن	ایک محنت اسکی ہوا اس سارے دفتر کا جواب
ایک دن وہ میرے گھر ہو ایک دن وہ اس کے گھر	غیر کی قسمت بھی ہو میرے مقدر کا جواب
جب میں کہتا ہوں کہو گے کیا خدا کے سامنے	کہتے ہیں تم کو بتاؤں روز محشر کا جواب
نرم دل سے نرم دل میں سخت گو سے سخت گو	شیشے کا شیشہ یہاں پتھر ہو پتھر کا جواب
بے زباں ہو گوش یاروں کی کڑی کجک سے	اے زباں تو اس کے بدلے دے برابر کا جواب
اُس نے خط بھیجا جو تھو کو ڈاک پر ڈاکا بڑا	یار کیا کرتا نہ تھا میرے مقدر کا جواب
منہ چڑھاؤ اور کا تیوری چڑھاؤ اور پر	آئینہ ہوں منہ پہ دوں گا میں برابر کا جواب
کسی لئے دُست ہو نہنگاے سے آؤ تو ہوی	پانوں کی خلیخال دیکھی شور و خروش کا جواب
پھینک دے تھک کے قاصد سے جو تم برابر ہو	اڑ کے آئیگا جو ہو میرے مقدر کا جواب
منہ کی کھائی سیکڑوں بال آئینے میں پر گئے	لیکے آیا تھا تری زلف معنیہ کا جواب

رہ گیا خاموش وہ بت بید ہانی سے امیر

یہ تھا کوئی سوال جان مضطر کا جواب

ہے خوشی ظلم چرخ دیو پیکر کا جواب	آدمی ہوتا تو ہم دیتے برابر کا جواب
جو بگڑا دشت عزت میں اٹھا سمجھایہ میں	کرتی جو تعمیر دیرانی مرے گھر کا جواب
ساتھ خبر کے چلیگی دقت ذبح اپنی زباں	جان دینے والے دیتے ہیں برابر کا جواب

سجدہ کرتا ہوں جو میں ٹھوکر لگاتا ہوں وہ بت  
ابو کے لئے نہ اٹھیں میری مروج اشک سے  
دیکھنا تھا میں بھی کھینچ رہتا تو بنتی کس طرح  
جیتے جی ممکن نہیں اس شوخ کا خط دیکھنا  
شرح کہتا ہوں کہ برہمن کو برہمن اُسکو سخت  
رو دیکھلا تا ہے گردوں کی کسی بھی صورتیں  
ہر جگہ قہر گدا کے میں ہر جا گوشت شاہ  
جلوہ گر ہے نور حق ہونے سے یکتائی امیر

سایہ بھی ہوتا اگر ہوتا بزمیر کا جواب

بلا سا قیاء ارغوانی شراب  
وہ شعلہ ہر ساقی کہ رنگ کی طرح  
کہاں بادۂ عیش نقدید میں  
نہ لایا ہے شیشہ نہ جام دسبو  
کہاں عقل برنا کہاں عقل پر  
مرے چہرہ زرد کے عکس سے  
ہوئے مست دیکھا جو پھول نکارنگ  
کہاں چشمہ خضر کیسے خضر  
خضر ہوں اگر میں تو جا کر پیوں  
گلستاں ہو پھولوں سے کیا لعل  
عجیب ساقی گندی رنگ ہے  
رہے طاق پر پار ساقی امیر

کہ پیری میں دے فوجانی شراب  
اڑا دیتی ہے ناتوانی شراب  
پیوں میں تو ہو جائے پانی شراب  
پلاتا ہے ساقی زبانی شراب  
تمی سے ہے بہتر برانی شراب  
ہوئی ساقیا زعفرانی شراب  
پیالوں میں بھی ارغوانی شراب  
خضر میں مری زندگانی شراب  
سبہ چشمہ زندگانی شراب  
چلے سا قیاء ارغوانی شراب  
کہ پر تے بنتی ہو دھانی شراب  
پلائے جو وہ یار جانی شراب



لائے نگارنگ خون دل داغدار کب  
 رو دیا ہمارے حال پر ابر بہار کب  
 اٹھے گامیری خاک سے یارب غبار کب  
 متقل سے وہ پھر تو قضا نے یہ عرض کی  
 داغوں سے دل چین ہو کر دہ ضبط آہ کا  
 ناصح خوشی سے کون اٹھاتا جو بار عشق  
 خنڈی ہوا جو ابرو ساقی جو نہر ہے  
 ہمو لاکے خاک میں بھی جب ہوئے نہ صفا  
 کہتی جو مرغ دل سے یہ وہ چشم فتنہ گر  
 کیا کیجئے گلہ کہ نہ آیا وہ دُفن کو  
 میں خاک بھی ہوا تو ہوئی خاک گرد باد  
 محشر میں ایک ایک سے ہم پوچھتے پہلے  
 آئے ہمارے بھی نہ مرے استخوان پسند  
 برہم نسیم کو چڑھانا ہے کس لئے  
 جسکا دامغ ہو ترے جوڑے کی بوسنت  
 ہم کیا سمجھ کے یار سے رکھیں امید قتل  
 یارب نگاہ بھر کے وہ دیکھیں گے کب ادھر  
 میں تو تڑپ تڑپ کے ہوا عشق میں تمام  
 کیا سبکی کا شگہ کدوں میں فراق میں  
 جو تجھ کو جانتے ہیں فلک کا شریک علم  
 مرنے کو منع ہم نہیں کرتے مگر اسیر

آئیگی اس چین میں الہی بہار کب  
 بیٹھا ز میں پراٹھ کے ہمارا غبار کب  
 آئے گا ہاتھ گوشہ داناں یار کب  
 حاضر ہو اب حضور میں یہ جان شار کب  
 رکتی ہے روکنے سے نسیم بہار کب  
 کرتا جو کوئی آپ سے جبر اختیار کب  
 کھیلو گے میکشولط سے کاشد کار کب  
 چائیگا پھر حضور کے دل سے غبار کب  
 بچتا ہے زرد پر آ کے ہمارا شمار کب  
 مرنے کا میرے اُن کو ہوا اعتبار کب  
 گردش میٹگی اسے مرے پردہ نگار کب  
 آخر تمام ہو گا غم انتظار کب  
 خوش ہو گا ان کو کھاکے گلاب کو یار کب  
 تعظیم کو اٹھانا ہمارا غبار کب  
 سو گئے وہ بوئے نانہ مشک تار کب  
 کرتا ہے عاشقوں میں وہ ہم کو شمار کب  
 ہو گا یہ تیر میرے کیسے کے یار کب  
 آئے گا چین تجھ کو دل سے قرار کب  
 آتا نہیں ہے گریہ بے اختیار کب  
 کہتے ہیں شگہ ستم روزگار کب  
 سو مگرے تو اُن کو ہوا اعتبار کب

## ردیف تاع فوقانیہ

کیوں نہ کھٹکے تجھے جو خار ہے برہمن دست  
دوست کے دوست کا دشمن ہے جو ہر دشمن دست  
دیکھ کر ربط گل و خار یہ اسید ہوئی  
شاید آجائے مرے ہاتھ میں بھی دامن دست  
مثل نقیب کی آنکھیں بھی روشن ہو جائیں  
لاکسی روز صبا نکھت پیرا ہن دوست  
طرف کعبہ نہ حاجج کے لئے ناداں ہے  
غور کر دیکھ کہ ہے خانہ دل ممکن دوست  
غلاب الموت سے کہہ دو کہ نہ تکلیف کریں  
مرگ آسان ہے مگر کون نے شیون دوست  
شاخ صندل پہ ہوا مارسیہ کا دھوکا  
دیکھ کر کاکل پر تیج پس دشمن دوست  
اے جنوں یاں کوئی بے کار رہا جاتا ہے  
یا گریباں ہے مرے ہاتھ میں یاد اہن دست  
ہم تو نظارے سے عزم خدا کی قدرت  
آئینہ اور تماشاے رخ روشن دوست  
رہ گیا شوق رسی لاش کو پامالی کا  
گرم جولاں نہ کسی روز ہوا توسن دست  
ہو وصیت کہ کھن بجھ کو اُسی کا دینا  
ہاتھ آجائے جو آترا ہوا پیرا ہن دست  
لیکے گردوں نے بنایا ہے اسی کو بہنو  
گر پڑا تھا جو کوئی نفس سم توسن دست  
عکس ہر عضو کا ہر عضو میں کیونکہ نہ ٹپٹ  
کہیں آئینے سے بڑھ کر ہے صفائے تن دست

کیوں نہ فہیوس پہ نافوس کا دھوکا ہو امیر

شیخ روشن سے زیادہ ہے فروغ تن دوست

ایک ہے میرے حضر اور سفر کی صورت  
گھر میں ہوں گھر سے ٹکڑے بھی نظر کی صورت  
چشم عشاق سے پنہاں ہوں نظر کی صورت  
وصل سے جان چراتے ہو مگر کی صورت  
ہوں وہ میل کہ جھیا جھنے کاٹے مرے پر  
گر گئے پھول ہر اک شاخ سے برکی صورت  
جھانک کر وزن دیوار سے وہ تو بھاگے  
رہ گیا کھول کے آغوش میں در کی صورت  
تینا گو دن پہ کہ ہو تنگ پر آہیں دم قریح  
خون کے قطرے نکلتے ہیں شرر کی صورت

کون کہتا ہے خاک میں آنسو میرے  
نہیں آتا، نظر المداے خضراہیں  
پڑ گئیں کچھ جو مرے گرم لہو کی چھٹیں  
قبر ہی وادی غربت میں بنے گی اکدن  
خشک سیروں تن شاعر کا ہو ہوتا ہے  
آفت آغاز جوانی ہی میں آئی مجھ پر  
جلوہ گرہ بام یہ وہ ہر لعل ہے شاید  
دہن یار کی قوی صیف گڑھی منزل ہے  
نوبہار چین غم ہے عجب روز افزوں  
ہوں بگولے کی طرح سے میں سراپا گردش  
چھپ رہے گرد مٹی میں گہر کی صورت  
جادو راہ عدم ہوئے کمر کی صورت  
اٹھ گیا جو ہر شمشیر شہر کی صورت  
اور کوئی نظر آتی نہیں گھر کی صورت  
تب نظر آتی ہے اک مصرعہ تم کی صورت  
بجھ گیا تمام سے دل شمع سو کی صورت  
آج خورشید سے ملتی ہے قمر کی صورت  
چست مضمون کی بندش ہو کر کی صورت  
بڑھتی جاتی ہے گمہ دل کی قمر کی صورت  
رات دن بانوں بھی چوک میں ہیں قمر کی صورت

بارش سنگ حوادث ہونہ کس طرح امیر

آہ ہے شکل شجر اشک قمر کی صورت

رنگ فتن صبح کو کیوں ہونہ سو کی صورت  
دل شکستہ میں وہ ہوں خط جو کبوتر کو دیا  
ہوش اڑے تھے تو اڑے تھے خیر و صلیت  
چین دہر سے کیوں قطع نہ ہو نخل مراد  
جھک گیا بار محبت کے اٹھانے کے لئے  
دیکھتے ہی مجھے جو رنگ کیا قاتل نے  
سایہ آسائے کو چہیں ہے سب مجھے رسم  
باندھ رکھ کسے گرہ میں کہ بہت تھوڑی ہے  
رات دن کتبہ دل میں ہے بتوں کا بچ  
بھرتے ہیں شام سے شب بھر وہ قمر کی صورت  
گر پڑا اڑنے ہی ٹوٹے ہوئے پر کی صورت  
نیند کیوں اڑ گئی آنکھوں سے خبر کی صورت  
پتا پتا نظر آتا ہے تیر کی صورت  
ابھی کچھ بھی نہ چکی تھی مے کی صورت  
ریخ ابرو بھی چلی تیر نظر کی صورت  
راہ دیوار بھی دیگی مجھے دہر کی صورت  
آبرو ہے جو خدا داد گہر کی صورت  
کیا سے کیا ہو گئی اللہ کے گھر کی صورت

شکوہ کس کسکا الہی میں شب بھر کروں  
اس نراکت پہ میں سو جان صدقے قائل  
مٹھ چھپایا چراہل نے بھی سحر کی صورت  
ہاتھ بھی تیغ چمکتی ہے کمر کی صورت  
صورتِ خلجی بھی نہ گھٹی کبھی زکریٰ کی صورت  
پتلیاں دوڑتی بھرتی ہیں نظر کی صورت  
اب تلک یاد ہو کچھ کچھ مجھے گھر کی صورت  
اڑ کے نامہ مرا پہ ہو چکا زکریٰ کی صورت  
نخل ماتم بھی پھلے پھولے شجر کی صورت  
تیر میں چین سے یاروں کی گذرتی ہے امیر

پانوں پھیلانے ہوئے سوتے ہیں گھر کی صورت

بات کرنے میں تو جاتی ہو ملاقات کی رات  
ذراے افتخاں کے نہیں کرناک شب سے کم  
کیا بڑی بات ہو رہا دہیں رات کی رات  
ہو وہ زلف عرق آلود کہ برسات کی رات  
کھینے کس طرح کٹی قبلہ حاجات کی رات  
خوب ہوتی ہو بسراہل خرابات کی رات  
ہو یہ اللہ و پیر کی ملاقات کی رات  
ہو توقف ہمیں اس جاؤ فقط رات کی رات  
وصل کی شب ہو نہیں حرف و حکایات کی رات  
لیلۃ القدر ہے وصلت کی دعا مانگ امیر

اس سے بہتر جو کہاں کوئی مناجات کی رات

بڑھکے کچھ کہے سے بھی جو مردشان کوئے دست  
کیا ز میں پورہی جو ظالم نے میان کوئے دست  
ہیں غزالانِ حرم صیدِ سیگان کوئے دست  
پھٹ پڑے دشمن بہ یاربِ سمان کوئے دست  
دو جگہ جگہ بھی تھوڑی سی میان کوئے دست  
دور سے آئے ہیں اسے سالکان کوئے دست

کی شفقت جسے پہنچا وہ میان کوئے دست  
باغ جنت پر بھی دیتا ہوں اسے ترجیح میں  
کون دیکھ سے زیادہ درمیان کوئے دست  
قد سیدوں سے کم نہیں ہیں سالکان کوئے دست  
جلد دکھلا دے بہار خیزان کوئے دست  
سخن واقرب سے ملا ہمو نشان کوئے دست  
حکم حیرت پر ہر صدا سے پاسبان کوئے دست  
میں جو مشتاق بہشت جوادان کوئے دست  
یاد آئے ہمو کیا کیا پاسبان کوئے دست  
مستحق ان ہڈیوں کے ہیں گمان کوئے دست  
وصف تو فردوس کا کوئے میان کوئے دست  
میں یہ سمجھا دے یہ قرآن میں بیان کوئے دست  
مردم آبی بنے ہیں رہبر دان کوئے دست  
اور ہی کچھ ہیں زمین و آسمان کوئے دست  
بار بار ہم نے کیا ہے امتحان کوئے دست  
دل میں جواب تک نہیں آتا نشان کوئے دست

چاہتے ہو داب لو اس کو بغل میں اے امیر  
بوستان سعدی کی ٹھہرا بوستان کوئے دست

## ردیف ثنائے مثلثہ

گر یہ بے سود پرانے دل ناشاد عبث  
کچھ گئی روح بدن سے تری شیش کسریا تھ  
داوریں کوئی نہیں شکوہ بیداد عبث  
حوصلہ وار لگانے کا ہے جلا د عبث

ایک رنگ آتا ہی یاں صنعت سے اک جاتا ہی  
رنگ بھر نامے نقشے میں جو ہر ادا عبث  
بندہ ہوں تیری محبت کا میں جلاؤنگا کہاں  
بند کرتا ہی نفس میں تجھے صیاد عبث  
ایک مشتاق شہادت بھی تو جو ہر نہ ہوا  
تجھ میں جو ہر میں یہ اے تجھ پر فلا د عبث  
وہ گل آیا چونہ آئیگا کبھی گلشن میں  
سر قدراٹھے میں تنظیم کو تشاد عبث  
داد بھی دیگا دہی جس نے یہ کی ہی بیداد  
دور تھی پھرتی ہی ہر سو مری فریاد عبث  
لاکھوں گھر اور ہیں دلیں مرے کیا رکھا ہی  
کرتی جو خانہ خراپا اسے برباد عبث  
عمر رفتہ یہ تاسف سے نہیں کچھ حاصل  
وہ جہیں بھول گئے کرتے ہیں ہم یاد عبث  
نیکے درد دل عشاق یہ کہتا ہی وہ بت  
رندے اللہ کے ہو تجھے ہی فریاد عبث  
بال بال اسکا اگر قمار بلا ہوتا ہے  
بندہ عشق کو سب کہتے ہیں آزاد عبث  
جہان وی کام میں معشوق کے سب کچھ پایا  
کون کہتا ہے کہ بھی محنت فریاد عبث

ابنیا تاک رہے پابند شہدیت کے امیر  
ظاہری قید سے گھبراتے ہیں آزاد عبث

## ردیف نیم

لہنے سے تیرے یاس ہوئی تھک گیا آج  
کل تک تراٹھا موت کا ہی انتظار آج  
تجھوں کی قبر سے جو اٹھا پھر سدا آج  
گدرا ادھر سے کیا کوئی عمل سوا آج  
ترم بھی بناؤ کر کے چلو سیر باغ کو  
نکھرا ہوا ہے رنگ عروس بہار آج  
قتل جو یو ہیں معدوم ترقی جو صفا کی  
کل تنہا ہوئے تھے قتل میں گئے ہزار آج  
ہاں سچ ہے قید بورہ گیسو کی جو سزا  
کل کا نکالتے ہیں وہ مجھ سے غبار آج  
کل تک تو میرے سایے سے تر بھاگتے تھے روز  
بیٹھے ہو پاس آکے کہو کیا ہے یار آج  
حسرت سے بعد مرگ بھی آنکھیں کھلی ہیں  
کچھ تھے ہم تمام ہوا انتظار آج

میر نظر بتوں کو مرا امتحان ہے اب  
تقاضی برہنہ سر ہے تو زخمی و محتجب  
مشتاق قتل کون ہوا رات کو نثار  
ہمد دراز ہے شب فرقت تو غم نہیں  
کھینچے ہوئے ہیں تیغ وہ بڑھ بڑھ کر کھنکھاتا  
روتا ہے باغبان در گلشن بہ زار زار  
کانٹوں میں لچلا جو جنوں مجھ کو کھینچتا  
کل تک انھیں بھی صاف مٹا دیا آسمان  
قافل نے ہاتھ روک لیا کیا غضب کیا

رہ رہ کے جھکیاں مجھے آتی ہیں کیوں امیر

کرتے ہیں یاد کیا وہ مجھے بار بار آج

گلگشت کر رہا ہو جو وہ گلزار آج  
پھولیکا خون سے دشت میں پھول لہزار آج  
بولے وہ عکس دیکھ کے چشم سیاہ کا  
تڑپا رہا ہے چہر میں لذت وصال کی  
جاگا ہوں عمر بھر کا ذرا اب تو سو رہوں  
میری تڑپ کو دیکھ کے ایسی جی بے قرار  
بھنچھلا کے بوسہ لب جاں بخش پر کہا  
جو رہیں جہاں میں میٹھی ہیں دامن بے مٹ کر  
گرم خرام رات کو ہو گا محو بہ یار  
بسمل نظر سے راہ میں لاکھوں میں غزل

منظور کس کا قتل ہے تیغ نگاہ سے  
پھر پھر کے دیکھتے ہو کسے بار بار آج  
میکش ہیں زیر سایہ انگور نالہ کش  
ساقی جن میں تیری پڑی ہی پکار آج  
وہ کیا شب فراق میں کوئی نہ آئے گا  
بیٹھا مہ ہے موت کا بھی انتہا آج  
پہلو میں غیر کے ہے مقرر وہ جان جاس  
دل کو کسی طرح نہیں آتا قراؤ آج  
کل تک سواری آئے یقین ہو بہار کی  
نکلا ہے پیش خیمہ ابر بہار آج  
سر پر ہے ابر ساقی دمطرب میں سامنے  
اشد رے جوش رحمت پروردگار آج  
قدموں پہ اُسکے جھکو ٹپ کر گرا دیا  
کیا کام آگیا ہے دل بے قرار آج  
کل تک جو کچھ دکھایا ہو دیکھا ہو دیکھئے  
دکھلائے کیا مشیت پروردگار آج

روئے ہیں پھوٹ پھوٹ کے کیوں آئے امیر  
دیکھو تو ٹوٹی ہے کوئی کہا نوک خار آج

جلے تہارے رخ آفتاب سے دامن موج  
یہ شعلہ وہ ہے جو بجائے برق خوسن موج  
یہ انتظار ہے ساحل کس کے آئینہ کا  
سر حجاب ہے اد بخا بلند گردن موج  
خیال زلف میں کرتے ہیں ہم تری کا سفر  
پہن نہ جائے کہیں اڑکے مار زہن موج  
یہ خوف ہے تری ابرو کی تیغ کا قاتل  
کہا جگ نہیں جاتا جو رعینہ تن موج  
عفت ہے تجھ کو فریبوں سے چشم دادرسی  
سنے نہ بحر میں گوش حجاب شیون موج  
ہمارے روئے پہ آتی نہیں کیسے قوت  
حجاب روئے ہیں آنکھیں کھلے کہن موج  
یہ خوف ہے تری تیغ نگہ کا دریا میں  
کہ چشم مردم آبی ہے زیر جوش موج  
نقطہ دیدہ تر سے گلوں چشم حجاب  
خیمہ شرم شرہ سے ہوئی گردن موج

ڈبور ہا ہے مجھے بحر کس خطا پہ امیر

حجاب کا نہ مخالف ہوں میں نہ دشمن موج

دینار کی نہ ہم کو درم کی ہے احتیاج  
بس تیری اک نگاہ گرم کی ہو احتیاج



خط عندار بار رقم بے رقم ہوا  
دل آنکھ کیف میں ہیں جاں جہاں نما  
اشکوں کیساتھ عشق میں لازم ہوا بھی  
ہم سمجھتے ہیں آنسوؤں سے اپنی کشت کو  
بے احتیاج کوئی نہیں اس جہاں میں  
ہر شاگ سجدہ گاہ ہے شوق جو دہیں  
کب بھوک میں ہوں طائران تجھے فلک

دعدہ کیا ہے اس نے تو آئے گا وہ امیر  
کچھ اُس سے قول کی نہ قسم کی براحتیاج

## ردیف حائے حطی

آزماؤ دل کو صاحب آزلے کی طرح  
دیدہ دلیں مرے رکھا ہو کیا آنکھ اشک  
صورت آئینہ ایدل تا کجا دیدار دین  
در ددل اول تودہ عاشق کا سنتے ہی نہیں  
ناوک انداز نگاہ بھی نہیں یہ تاک جھانک  
بادہ خوار و تمکو کیا خورشید محض کا خوف  
جب کبھی آتا ہو دلیں تیری چوٹی کا خیال  
چشم فتاں اُن سے کہتی ہو اگر ارشاد ہو  
اکیار اے برق تکلیف اور کر جھگڑاؤ  
تم تو آتے ہی قیامت کرتے ہو صاحب بیا

کر دین تم توبہ تے موزن کی طرح  
رنگ پیدا کر میں میں گمے دانے کی طرح  
خاک جھان اب کو پڑ گیسو میں سنا کی طرح  
لور جو سنتے ہیں تو سنتے ہیں فٹانے کی طرح  
اڑنہ حائے دیکھنا کوئی نشانے کی طرح  
چھا رہا ہو ابر رحمت شامیانے کی طرح  
چوٹ پڑتی ہو جگر پتازبانے کی طرح  
ہم بھی کچھ فیرنگ دکھلائیں نہانے کی طرح  
پھونک دے جھک بھی میرا آشیانے کی طرح  
دلیں آتے ہو تو آؤ گھر میں آنکھ کی طرح

اے جنوں اب اور ہی دکھلا کوئی عالم مستح  
در سے کیجئے کے نہیں اٹھتا سر اٹھا اس نے  
چار دن کو کسی طرح آشیان آگند لب  
او کہاں ابرو ادھر بھی سرسری کوئی نگاہ  
دلو آجنا تو یاد سوزن مرقاں سے چین

کتنے بیدار اس زمانے کے اطبا ہیں امیر

حال بیماروں کا سنتے ہیں فضا نے کی طرح

جہن رہ رشک ہر لمحے مخمور دکھا کج  
پیر مغال کی بزم میں بخت پہ کہاں  
ہنگامہ میکشی کا مناسب ہو گرم ہو  
ایسا کیا ہو چرخ نے کو ماہ روز وصل  
اہل جہاں بخیل ہیں تمک میں غس ہیں  
ایسا شب فراق کیا ہم نے انتظار  
پوچھو نہ کچھ جوانی دسیری کی سرگذشت  
صبح شب وصال یہ روزا ہوں میں ہو  
شادی کی رکھ امید جو غم کا ہو سامنا  
شکل سے ہوتی ہو شب فرقت اگر تمام  
صورت شب وصال کی آتی ہو یک نظر  
ہوئے ہی صبح گھر سے سدا ہارامہ ہروش  
میرے جنوں کا بیچہ خورشید میں ہو رنگ  
جیا ہو دخل غیر شب وصل اے امیر

# روایت خاکِ معجمہ

کیا کیا جلا ہو دیکھ کے رنگ شراب سرخ  
ہم رنگ اصل فرما نہ ہو گی کسی طرح  
کشتہ جو تھا میں ایک بت سرخ پوش کا  
ہم دل جلو نکا سینہ ہو مچانے کا جواب  
رہتا ہو دلیں بادۂ گلزنک کا خیال  
غازہ جو آئے رات کو مہر پر لگا لیا  
فرقت میں یاد وہ رخ گلگوں جو آگیا  
تلاش کچھ کیا میں یہ ایسا ہے قتل کا  
چھو لے جو اپنے دست نگاریں سے وہ نگار  
چھتا ہو نور عارض گلگوں سے اسقدر  
ابھرا جو اس نگار کا جو بن شباب میں  
پر تو سے تیرے شان جمال کی  
خو را آکھیں یہ نہیں ساتی کی میکشو  
خونریزیاں شکستہ ہیں قاتل کی وضع سے  
منہدی لٹکا کے ہاتھ جو دھو وہ گلبدن

غصے سے ہو گیا ہو رخ آفتاب سرخ  
گل ہو ہزار سرخ ہو گا گلاب سرخ  
ہاتھ آئی حشر میں مجھے فرد حساب سرخ  
داں ہو شراب سرخ یہاں ہو کباب سرخ  
ساتی رہے نہ کیوں مری چشم پر آب سرخ  
مانند آفتاب ہوا ماہتاب سرخ  
خون روئے اسقدر کہ ہو افش خواہ سرخ  
شخرف سے لکھا مجھے آئے جواب سرخ  
یا قوت کی طرح سے ہو در خوش آب سرخ  
ہو جاتی ہو سفید بھی اسکی نقاب سرخ  
دریا ئے حسن میں نظر آئے جاب سرخ  
ہے روئے مر سفید رخ آفتاب سرخ  
بلور کی پیالیوں میں ہو شراب سرخ  
جوڑا گلے میں سرخ کر میں ہو آب سرخ  
پانی ہو کیوں نہ طشت میں شکر سرخ

مطلب نہیں اتیر کو جو رد تصور سے

ساتی ہو سبز رنگ الہی شراب سرخ

## ردیف دال محملہ

کون اٹھائیگا توہاری یہ جھامیرے بعد  
 ہوں وہ تالاں کہہ جاتے لئے مرنگی خوشی  
 یاد آئیگی بہت میری وفا میرے بعد  
 چین سے سوئیگی سب خلق خدا میرے بعد  
 جتنا جی چاہے بلاؤں میں بھنسا لو بھکو  
 یہ وصیت میری مرتد یہ لکھ دیں احباب  
 کہ کرے کوئی کسی سے نہ وفا میرے بعد  
 تین دن اُسے لگا لی یہ خنایرے بعد  
 گل ہوئی شمع مزا شہد امیرے بعد  
 یہ وہ عالم میں تو انگشت خمیرے بعد  
 یاد کرنا نہ مجھے بہر خدا میرے بعد  
 چین حسن میں جو پھول کھلا میرے بعد  
 نہ جہا پر نہ جہا ننگ خمیرے بعد  
 نہ رہے جو ہر شمشیر جھامیرے بعد  
 دشت میں کوئی بگولہ نہ اٹھا میرے بعد  
 یار سے کھنچ نہ سکی تیغ ادا میرے بعد  
 یک قلم چھوٹ گئی منش جھامیرے بعد

زینت محفل ادب باب سخن تھا میں امیر

نہ رہی رونق بزم شعر امیرے بعد

ہوت پھر جاتی جو آنکھیں اگر آتی ہر نیند  
 ہر میں بھنگ جاتی جو تو گھراتی ہر نیند  
 رات بھر دے ہی دے بھکو دکھلائی ہر نیند  
 مانگ کر بکونے پر آنکھوں نے اڑ جاتی ہر نیند  
 دیکھتا ہوں اُنکی پلکوں کو جو آ جاتی ہر نیند  
 جان کر دیوانہ مجھے تنکے جواتی ہے نیند

## مرآة الغیب

ہجر کی شب ایک تو یوں نہیں آتی ہو نیند  
 اور ایک بک سے ترسے ناصح اُڑی جاتی ہو نیند  
 دھول کہتا ہو نہیں جب رات کو کہتے ہیں وہ  
 ختم کیجیو یہ کہانی اب ہمیں آتی ہے نیند  
 تیرے جگنو کا اگر آنکھ نہ بند ہوتا ہو خیال  
 کہ ایک شب تاب نیکر صاف اڑ جاتی ہو نیند  
 ایک دم کو تو کہہ فرما اگر ہو ہجر میں  
 اسے اچل دیکھوں تو پھر کیوں نہیں آتی ہو نیند  
 جاگتے ہیں جو فرشتوں کو نہیں آتا نظر  
 وہ تماشا خواب میں انساں کو دکھلاتی ہو نیند  
 جانے ہو بند کیوں ہوتی ہیں آنکھیں وقت خواب  
 اہل بنشہ چشم پوشی تم کو دکھلاتی ہو نیند  
 یشتا ہوں رند یہ کہہ میں شتاقِ جمال  
 آج دیکھوں سیر کیا تھا کہ دکھلاتی ہو نیند  
 غفلت پیری جو اب تھی نوجوانی تک ترنگ  
 رات کے جاگے ہوئے کو جیسے آجاتی ہو نیند  
 غافلوں کو اور غافل میری صحبت نے کیا  
 آگئی غفلت کو غفلت نیند کی ماتی ہو نیند  
 ڈرتی ہو میرے یہ خلف میں جو آتی ہوئی  
 موت کو میرا لے لیتی ہو تب آتی ہو نیند  
 خواب میں ہر شب نظر آتے ہیں کیا کیا ماہر  
 اختر طالع کو میرے روز چمکاتی ہو نیند  
 چشم ہاؤ شام سے ہر چند دروازے کی طرح  
 کیا چوم رہی ہو آنے نہیں پاتی ہو نیند  
 عین غفلت میں میں خوش اس طرح ایل چھا  
 جیسے تنہا بیٹے ہیں اور کوئی جو آتی ہو نیند  
 سخت جاں ہوں ہجر میں بڑی ہو گرتی اہل  
 یوں اچٹ جاتی ہو وہ جیسے اچٹ جاتی ہو نیند  
 میں تو کیا محفل میں آگئی جاگے سو جاتے ہیں تو  
 نرم لیر پاکے کیسے پانوں بھیلانی ہو نیند  
 ہجر میں آرام کیا ہم بھی شب بیدار ہیں  
 کام کیا راحت کا کیوں تکلیف فرماتی ہو نیند  
 ہجر جاناں میں جو سو غز دں سے آتی ہو امیر  
 خفتگانِ خاک کی صورت سلا جاتی ہو نیند

چشم ہوئی کو رہے برق سر طور پسند ہم کو اُس چہرہ پر نور کا ہے نور پسند  
 جتنے میوے تہن دہر میں ہیں ان سب میں ترے جود کو ہے زخم کا انگوہر پسند  
 شکل مٹی ہے تری زلف یہ ہے کچھ کچھ کیوں نہ ہو ہم کو سواو شب دیو کو پسند

## مرآة الینب

اور نفوس سے نہیں بزم جہاں میں کچھ کام  
اپنے کانوں کو تو ہے نغمہ منصور پسند  
کاش چراغ چھڑک دے کہیں تھوڑا رنگ  
میرے زخموں کو نہیں مرہم کا فور پسند  
تیری تعریف سکے ہیں کان ہمارے شائق  
ذکر سیلہ کا نہ شیریں کا ہے مذکور پسند  
توہ دل چاہیں نہ کیوں سارے بہنیں اندھیر  
شپرہ کو ہے سواد شب دیو پر پسند  
ہوں میں شاعر ہے مجھے شعر سے رغبت سی  
بطرح مست کو ہو بادۂ انگور پسند  
کیوں کہی بات جو کہنے کی سراوار نہ بھتی  
خود ہوا دار پر رہنا تجھے منصور پسند  
اک نظر میرے دل صاف کو دکھیے جو کبھی  
آئیے کو نہ کرے وہ بت مفرد پسند  
کاٹ کر راہ مرے گھر کی چلے اور طرف  
یہ طریقہ نہیں مجھ کو کسی دستور پسند

تنگ آیا ہوں بہت اہل وطن سے میں امیر

کیوں نہ ہو دل کو وطن سے سفر دور پسند

آفت ہویاں جہان میں اہل ہوں گے گرد  
ہو عنایت گھات میں جیسے گس گے گرد  
پھولوں کا ڈھیر روز لگاتے ہیں گلہ رش  
رہتا ہوں پھول والوں کا میلا نفس گے گرد  
گھیرے ہیں درد و غم دل لالوں کو عشق میں  
یہ قافلہ کا قافلہ ہے اس جو رس گے گرد  
ساقی وہ بادہ خوار ملا مت پسند ہوں  
ساغر بجھت پھرا ہوں میں برسوں عس گے گرد  
گھیرے ہیں تیغ یار کو ایدہ اکشان عشق  
مظلوموں کا ہجوم ہے فریاد رس گے گرد  
دوران سر میں الفت لب کا یہ حکم ہے  
بیمارین کے پھر لے مسیحا نفس گے گرد  
سہ پہر گیا کسی کی پلاک یا داگنی  
دیکھا کبھی بھنور کو جو چکر میں خن گے گرد  
عالم تمام بحث عقول عشر میں جو  
کیا سیر جو کہ ایک زمانہ جو دس گے گرد  
سودائے زلف میں میں عزیز جہاں ہوا  
ابراہیم ملا کہ پھر اساتذہ دس گے گرد

حسرت جو وہ گنبد مولا کی اسے امیر

آنکھوں کی پتیلیاں ہوں تصدق کس گے گرد

پہنچا نہیں کوئے بت دلخواہ میں قاصد  
اک چاند کے ٹکڑے کو لکھا میں نے خط شوق  
اس بت نے نکالا تھا اگر مجھ تک آتا  
مکتوب میں اس چاہہ زخماں کی جو تعریف  
کیسا چین کو چہ جاناں میں گیا جلد  
لے کر خبر یار پھرے جلد الہی  
خط لیکے گیا رکھی گزرے میں پہنچے  
خط اس نے لکھا جگہ یہ کہنا تو قسم کو  
دھیلی ہو کر کس کے ذرا باندھ دو بارہ  
خط پڑھتے ہی ہوتے وہ ادھر آپ روانہ

بھیجا تھا امیر اس کو تو اک بت کی مکی میں

سیدھا گیا اللہ کی درگاہ میں قاصد

## ردیف دال جملہ

خجر قاتل نہ کرتا روانی پر گھمنڈ  
شیخ کے مانند کیا آتش زبانی پر گھمنڈ  
ہے اگر شمشیر قاتل کو روانی پر گھمنڈ  
نازاٹھانے کا ہوا سکے حوصلہ جانی زرا  
نوبت شہابی سے آتی جو صد اشام سحر  
دیکھ اونا دان کہ پیری کا زمانہ تو قریب  
چار ہی نالے ہمارے سن کے چپکی لگ گئی

سخت کھنٹنی ہو اک دو بوند پانی پر گھمنڈ  
صورت پر دان کہ سوز نہانی پر گھمنڈ  
بسملوں کو بھی ہوا اپنی سخت جانی پر گھمنڈ  
اب تلک تھک جو زور نا توانی پر گھمنڈ  
ادر کرے چار دن اس دار فانی پر گھمنڈ  
کیا لڑکین ہو کہ کرتا ہے جوانی پر گھمنڈ  
تھا بہت لیل کو اپنی خوش بیانی پر گھمنڈ

## مرآۃ الغیب

حفو کے قابل مرے اعمال کب ہیں اکلم  
 شمع بھل شامت آئی جو تیری خاموشی ہو  
 طبع شاعر آ کے زور دے کر گئے کیونکہ ناز  
 چار موحوں میں ہماری چشم نہ کے رنگیا  
 دیکھنے والوں کی آنکھیں آپ نے دیکھی نہیں  
 عاشق و معشوق اپنے اپنے عالم میں مست  
 تو یہی کلمہ ترا پڑھو اسکے چھوڑ دے اے غم  
 سبزہ خط جلد یار رب میرا اسکے ہونود  
 گویں کہی جو عبرت قیصر و فقہور سے  
 ہے یہی تاثیر آب خنجر حلاوت میں  
 تیری رحمت پر ہے تیری ہر پانی پر گھنٹہ  
 دل جلاں کے سانے آتش زبانی پر گھنٹہ  
 سب کو ہوتا جوانی میں جوانی پر گھنٹہ  
 ابر نیساں کو یہی تھاؤ رفتانی پر گھنٹہ  
 حق بجانب ہوا گم ہے سن ترانی پر گھنٹہ  
 داں نزاکت پر تو یاں بناتو لانی پر گھنٹہ  
 زباہوں کو یہ بہت تسبیح خوانی پر گھنٹہ  
 خضر کو ہے اپنی عمر حاد دانی پر گھنٹہ  
 کیوں نہیں کرتے ہواب صاحب قرانی پر گھنٹہ  
 جہنم جواں نہ کر تو اسے پانی پر گھنٹہ

حال پر اجداد آبا کے تفاخر کیا اتیر  
 میں وہ ناداں جنگو یہ قصے کہانی پر گھنٹہ

## روایت ذال مجسمہ

کیا رو کے قضا کے وار تویند  
 چوٹی میں ہے شک بار تویند  
 دونوں نے نہ درد دل مٹایا  
 کیا ناد علی میں بھی اثر ہے  
 ڈرتا ہوں نہ صبح ہو شب وصل  
 ہم کو بھی ہو کچھ امید شکس  
 پتال کو جو ہماری پہنچی  
 قلعہ ہے نہ کچھ حصار تویند  
 یاقتنہ روزگار تویند  
 گنڈے کاہر رشتہ دار تویند  
 چاروں ٹکڑے ہیں چار تویند  
 ہے ہر وہ زر نگار تویند  
 کھوئے جو پت خیار تویند  
 گاڑا تیرے پائے یار تویند



## مرآة الغیب

عاجت نہیں ان کو نور حق کی  
 کھینکے وہ نہ آئے فاتح کو  
 پی جائیں گھول کر کسے آپ  
 اے ترک بلیں بلائیں سرے  
 ڈر ہے تمہیں گفتگوں سے لازم  
 لایا تو ہے سادہ کارہ تعویذ  
 اکسیر کا نسخہ اس کو سمجھوں  
 کھوئے جو ترا غیبہ تعویذ  
 مجمع ہے امیر کی خدمت پر  
 میلے کا ہے اشتہار تعویذ

چوٹی میں اگر ہے بار تعویذ  
 یاں حسب کے تو پانچ چار تعویذ  
 ہے مار سیاہ اُس کی چوٹی  
 گھران کے گئے تو ہم نے گارے  
 لکھے مرے خون سے جو عاتل  
 جاتی نہیں سحر کی تپ حار  
 قاتل نے لکھا جو کوئی پُر زہ  
 چاندی ہوئی اُس کی جب دیا حکم  
 ہوا ایک سپر نہ تیغ غم کی  
 لو تار نظر مری اگر ہے  
 کیوں رشک سے دل جلے میرا  
 چوٹی نے ترے جو سر چڑھایا  
 بازوئے صنم کہاں کہاں تو

لا میرے ہی سہ سے بار تعویذ  
 وہاں بغض کے ہیں ہزار تعویذ  
 من سائب کا زر نگار تعویذ  
 چاروں کونوں میں چار تعویذ  
 دکھلائے نئی بشار تعویذ  
 ناحق ہے گلے کا بار تعویذ  
 سمجھ میں جگر فگار تعویذ  
 سونے میں منڈھے سنا تعویذ  
 ہیکل میں جو ہوں ہزار تعویذ  
 ڈورے کا امیدوار تعویذ  
 ہو اُس سے جو ممکنار تعویذ  
 ہے صاحب انتقار تعویذ  
 اشد سے ترادفار تعویذ

اللہ سے امیر سوز و فرقت  
جل جاتا ہے برق دار تویند

## ردیف رای ہملہ

دل پر داغ کا مسکن نہیں ہو اسکے گیتوں  
یہ جو ہم ایسا ہوا گلشن میں اسکے قد کو جو یہ  
ابھی شکر و تہبیرے خط شوق نے پایا  
کہاں جانا چاہی غم سے اس چشم کا مغنوں  
سنبھل سکتا نہیں یہ سرفروز ناتوانی سے  
امید قتل ترک چشم سے کچھ تو پڑتی ہو  
یشوق قتل تھا ہلکا کہ قتل میں گلار گڑا  
پرستش سے بت پندار کی لاکو جو کب نصرت  
مے رونے نے فرقت میں ٹھایا ایک عالم کو  
چمک جاتا ہو درد دل زیادہ یہ ساقی میں  
اگر خفست ہی ہو یہ نظر اتنا شہر جاؤ  
دو جہانوں پہ مطلب تھا یہ میر الغرض پائے  
خبر تھک نہیں ہو اے سب جہانوں قعب ہو  
پڑا خط بھی نہ میرے تن پہ میری سخت چالی سے

اُٹھا ہو بھول لائے گویا شاخ شبنو پر  
گرے سرو لب جو ٹوٹ کر سرد لب جو یہ  
عوض تو لیغ کے باندھا ہو اسنے اپنے بازو پر  
یقین و صید ہو ڈالا ہو گھوڑا ہم نے آہو پر  
اگر نیکے سے اٹھا ہو تو آ رہتا ہے زانو پر  
بڑھا کر دست خزاں رکھ دیا جو تیرا ہر دو پر  
کبھی غمشیر کے نیچے کبھی غمشیر کے اوپر  
مسلاں کیا کھجک طوفان ہوتے ہیں ہند پر  
بہائے ابر نے دریا مے ایک ایک آنسو پر  
اگر رسات میں شب کو نظر پڑتی ہو ملکوت پر  
کہ اپنے داغ دلی اشرفی باندھو تیس بازو پر  
کہ اس جیل سے رکھ دوں ہاتھ دروازے کے بازو پر  
سگ اصحاب کبف آیا ہمارے لاش کھو پر  
تھا خرم تھا بہت قاتل کو اپنے زہر بازو پر

امیر انجام کا کب دھیان رہتا ہو محبت میرا

مسلاں ہو کے ہم عاشق ہوئے اک طفل ہند پر

نقط کہتا نہیں میں شہر اس مصلح کیسویہ  
رباعی اک نئی ہوتی ہو سوزوں چار ابر پر

نہیں خال سہ جو نمایاں اُسکے ابرو پر  
وہ شاہ حسن تل بیٹھے توید اور شرف بخشے  
مرض میں اُسکے گھر جا کر عیادت کا مژہ ٹوٹا  
معطر مغز جہاں تان جو میر داغ دل سو گھیں  
سلام اُس ترک کا لینا جو ایما قتل کا شاید  
ہوا میں سینہ زن فرقت میں سینہ کر کے یاد اسکا  
نئی دشت جو جھک دشتوں سے انس جو الیا  
خیال ناوک شے گاں نے یہ سوار رخ ڈالے ہیں  
گے تھے ہر گلشن میں کبھی دو اشک گرم اپنے  
نہایت تنگ جو قاتل ہماری سخت جانی سے  
کیا دلکو چلا کر خاک خاک اپنی نبی دسم  
لے بازو اگر اس ترک نے دست خالی سے  
بہت کرتا تھا دم جب سنانے آیا وہ صید فلن  
صدف کی کیا حقیقت ہو اگر اکسین ہو گوہر  
پس مردن یہ غشی ہو کر رفت بقراری نے  
بڑھا جانا تو تجھے دیکھ کوسوں ناقد و سنے

نیشمن زاغ نے اکر بنایا شاخ آہو پر  
کہ صد تے ہو ہوا پھر پھر کے شاخ میں ترانہ پر  
دعا بنے پڑھی جب ہاتھ رکھ کر اسکے باند پر  
جن میں ست ہیں کیا بلیں چھو لو کی خوشبو پر  
کہ رکھتا جو وہ پیشانی کے بدلے ہاتھ ابرو پر  
خیال آیا جو زانو کا تو مارا ہاتھ زانو پر  
کہ آنکھیں دشت میں لٹا ہوں نقش پاک آہو پر  
کہ تودے کا گاں ہوتا ہو تجھ کو اپنے پہلو پر  
حب انکونہ سمجھ میں یہ تجھے لب جو پر  
کہ تن پر خط نہیں پڑتا کوئی اس تو فیاد پر  
بڑی مشکل سے پایا قبضہ اسکی ترغ ابھو پر  
جھایا طائر زنگ خانے زنگ بازو پر  
نہ سو جھانک پڑے حیرت کے پوچھے ختم باند پر  
نہ کیونکر آبرو دہوا نکھ کی موقوف آلسو پر  
چھپے ہم خاک کے نیچے گئے غلٹاک کے اوپر  
سوار اے قیس تو بھی کیوں نہیں ہوتا آہو پر

سہی قد یاد آتے ہیں جو گلشن میں خراماں بھی

بھرا آتی ہیں اسیر آنکھیں مری قمری کی کوکوپر

کیا قصد جب کچھ کہوں اُن کو چل کر  
گوا میں ضیف اُسکے کہے کو چل کر  
نئی سیر دیکھو سونے قاف چل کر

ادھر کی نہ ہو جائے دنیا اُدھر کو  
 وہ کرتے ہیں باتیں عجب چکنی چکنی  
 وہ مضطرب نہیں کیا مرے ساتھ نظر یوں  
 یہ کہتی ہے وہ زلف عمر حفر سے  
 گلستاں نہیں ہے یہ بزم سخن ہے  
 غضب ادھج پر ہے مریا بے قراوی  
 پڑا تیر دل پر جو صفحہ تو نے پھیرا  
 نہ آئیں گے وہ آج کی شب بھی شاید  
 چلو دحشیو بزم گلزار ہیکے  
 چھپاک بہت خاک ظالم نے ڈالی  
 کمر بال سی ہے نہ چلے یہ ڈر ہے  
 حضور اس کے باتیں جو کیں ڈرتے ڈرتے  
 چھپے حرف گیری سے سب عیب میر  
 وہ ہوں الامساں سوختہ بخت مشکیش

کے شعرا میر اس کے ہزاروں

مگر وہ گئے تھے پہلو نکل کر

یہی سوز دل ہے تو عیش میں چل کر  
 پڑی تھی یہ ادھی وہ تلوار چل کر  
 نہ وحدت سے مطلب کثرت سے مطلب  
 تری بات بھی تیرے نادک انگن  
 جو شام شب ہیر دیکھی تو سمجھے  
 جہنم اگل دے گانچ کو نکل کر  
 گئی کس طرف موت کبوت ثنی کر  
 نہ گھٹ کر ہوں قطرہ نہ دریا ابل کر  
 گڑی میرے دل میں زباں سے نکل کر  
 قضا سر پر آئی ہے صودت بدل کر

جہاں میں نہ کی قدر غم جب کسی نے  
رخ اس بت کا شاید نکلتا ہے پھر  
جلا تھا مرادل جو پر دانہ آسا  
جلا نے کو دل داغ سینہ حاضر  
جو کھینچ گا بھی تیر سینے سے ظالم  
انہیں آئے دیکھا تو دوڑیں نگاہیں  
یہ میری طرف پانوں مھل میں کیسے  
عزیز اس قدر نقد جاں کہیں وادیں  
بشر کیوں نہ ہو بے وطن ہو کے مضطر  
وہ بسمل ہوں جب ہاتھ قائل نے پچھا  
مرادل بھی آئینہ انہیں ہے  
قدم جب خوشی نے دروہ پہ رکھا  
امیر اہل مسجد سے انہار نقوے

ابھی آئے ہوئے کدے سے نکل کر

دکھائی ادا طرہ ظالم نے چل کر  
ارادہ ہے خود اس سے پوچھوں میں چل کر  
جو برسات میں تا دریا پہنچے  
تو قح ہے دھوکے میں اگر وہ پڑھ لیں  
کہیں مختب چونکہ اٹھے نہ غش سے  
یہ ہر دہرہ دلالہ دگل نہ سمجھو  
زمین پر نہیں پانوں رکھتا ہے قائل

وہ نیرنگ پر داز ہے عراناں  
دکھاتی ہے یہ تین شکلیں بدل کر  
بلا لے گی پھر دخیل نہ چل کر  
جو پارہ بھی دوڑے کنوئیں سے نکل کر  
کہ سانچے میں آتے ہیں مضمون ڈھل کر  
ہوا کیا عرق تیرے رخ سے نکل کر  
کہ مقصود اپنا قلعہ کا ناقصا چل کر  
کہ جو بن مٹا اشک کی طرح ڈھل کر  
جو اس دوڑ کر گھٹنیوں مفل چل کر  
جگہ دب رہے روک لے دل آچل کر  
نہ جائے کہیں نام ہم سے نکل کر  
خطر کیا ہے بیٹھی ہے کیوں ناپ ٹل کر  
کسی روز یہ جائے گا دل پھل کر

امیر اپنے تن کی بڑھی یہ حرارت  
کہ جن ہو مٹی خاک ساقی سے جل کر

نہ جاتا تھا اس تک کہ تو دل کر  
تھکے مدتوں راہ میں جن کے چل کر  
شب تار ہو جائے گار ز روشن  
کرے وہ جو بندے کی اپنے حفاظت  
ضعیفوں کو ہے باعث زیت بستر  
فدا کر م نظر دے دیکھے جو ساقی  
لگا رہنے دو در سے بیتاب دل کو  
کہاں جائے باز دے پھیلی نکل کر

گریم گرم آنسو جو دریا میں میرے  
عجب خاک تیرہ بھی ناگن ہر موزی  
مے گرم نے کر دیا گرم ساقی  
یقین ہے کہ پھر جان ہی میں یہ موزی  
جو وہ اُمٹ چلے اہل محفل تو کیسے  
رقیبوں سے کیا راہ ہے ڈاکبوں کو  
وہ محزون ہوں شب کو صحرائیں بھٹکوں  
ابھی جان دیدوں جو دے بھٹکوا سٹی  
اُٹھا ایدل آنکھوں سے اتنا زلزلہ  
نظر چشم دل کو وہ بے پردہ آئے  
جھنکا ٹی محمڈ گل رخوں کو نلک نے  
مرے آنسوؤں نے مجھے بخشوایا  
کہو میرا مرنا نہ اُس گلبدن سے  
وہ لاغر تھا میں ہفت قلم میں ڈوبا  
امیر آسمان بھی کھلاڑی ہے مشاطر

دکھاتا ہے کیا کیا یہ نقشے بدل کر

استیں جو ہوا دست ستمگر باہر  
ڈر سے آسکتے نہیں سیر کیہ خانے میں  
داغ الفت مرے دلیں کوئی چھپا کر  
غیر قاتل سے جد ہو نہیں آتا یقین  
کیا ہوا خط کا جو اُس چاہ دق پر ہرجوم  
میں یہ سمجھا کہ ہوا میان سے خیر باہر  
ماہ دخور شید چلے جاتے باہر باہر  
شیخ فائوس کا نور ایک ہوا اندر باہر  
ہو گا سگ کو بچہ قصاب سے کیونکر باہر  
مور روزن سے نکلتے ہیں برابر باہر

شوق ہوتا جو نہ اُس چاہِ ذوق کا زہر  
ایک گھر میں نہیں رہ سکتے ہیں وہاں  
ہوں وہ دیوانہ جو رکھتا ہوں نہ لایق قدم  
بھر جیشم سے کیوں دانہ اشک آئے نہ  
ہوں وہ جانیاز میں آیا تو بے استقبال  
چاہتا ہوں کہ وہ بے پردہ ہوتا گھوٹ کے حضور  
خاصہ دی کیا جو خط اُس تیرنگن کو میں لکھوں  
شیخ صاحب نے جو زندگی بنی ہو آمد  
بھوں چڑھتا ہوں بیٹ جان بھی دی ہو گیا  
بادہ خوار و کار مانے سے جدا ہو عالم

روح سے قدر ہو اس پیکرِ خاک کی ایتھر

کیا حقیقت ہو صدف کی جو ہو گوہرِ باہر

موجِ دشت نے ہزاروں کو بھائی زنجیر  
ہو ہمارے دل صد چاک کا تھوڑا زلف  
آج منت ہوئی پوری ترے دیوانے کی  
اے جنوں مان خدا کو نہ کڑی کر تھو پر  
ہی خوشی بھجھو جو زنداں سے رہائی کی تویہ  
تیری بات تو سیر پر یہ نہیں نالاں میں فقط  
قید خانے کی طرح دادی خوشی میں لپکتی  
یاد گیسو نے دکھایا ہے تماشا کیسا  
کس پری کے گل عارض کا میں دیوانہ تھا



قید خانہ نظر آیا مجھے وحشت میں چمن  
اے پری دست خانی کا میں دیوانہ ہو  
پانوں پر آنے لگی ہو کے پریشاں کا کل  
اپنے ابرو کا وہ دیوانہ جو سمجھا مجھ کو  
بچلے یوں ترے وحشی کو قیامت میں ملک  
اک حسیں کا ہونیس دیوانہ تکلف و ضرر  
تیرا دشمن جو کبھی جانب صحرانگذا  
ہر گھڑی فعل وراثت ہوں جو آئے آجکل  
اے جنوں پانوں میں بخروں تو گزینش

موج گل آئی تو سمجھا کہ میں آئی زنجیر  
چاہئے ہومری گردن میں طلائی زنجیر  
میرا وحشت نے پری کو بھی پنھائی زنجیر  
یار تے توڑ کے شمشیر بنائی زنجیر  
ہتکڑھی ہاتھ نہیں پانوں میں پنھائی زنجیر  
نقش طوق ہر زریا تو طلائی زنجیر  
طوق گرداب نے موجوں نے پنھائی زنجیر  
آہن برق سے کیا تو نے بنائی زنجیر  
طوق گلزننگ ہو سے بے خنائی زنجیر

اپنے دیوانے کے مدفن پہ جو آیا دہ امیر

جائے گل سایہ گیسو سے چڑھائی زنجیر

بتخ قاتل بھی نہیں جلتی کبھی جگر زار پر  
مہاجرا سبیرہ نہیں ایدل یہ قصر بار پر  
ہوں وہ وحشی جب قدم رکھا در دیوار پر  
جو رجعت انلاک میں انسانے جسم زار پر  
یہ مہر بیت الحزن پر چھائی دیویدگی  
کہنگی گل کے میری مسخ بالیں کو صبا  
بے نقاب آدھن میں تم تو ہر رگ خنا  
ہوں وہ بلبل یہ کیا گلشن کو دیغوں میں مست  
دار کشی نہ قاتل کو مائی گلشن میں بار  
بارغ سے بیچا میں وحشی بے تکلف سود

دائے سیر جمی کہ پانی بند ہے تیار پر  
بال کھولے پر یاں پھرتی میں دیوار پر  
چڑھ گیا سایہ پری بن کر سر دیوار پر  
بو جھ ان ساتوں پھتوں کا ہوا اسی دیوار پر  
ڈرتے ڈرتے سایہ رکھتا ہے قدم دیوار پر  
کوئی اودا دان ردنا جو سیریمار پر  
ہاتھ رکھ دے بڑھے کے چشم ز گیس تیار پر  
دست گلچیں پڑ گیا اکثر بہک کر خار پر  
دوڑ کر خود رکھ دیا میں نے گلا دیوار پر  
پانوں کبھی رکھنا نہ مثل بوئے گل دیوار پر

۷ سے کپڑے زباہ ان خفا کیے کہ ہو گئے  
 وہ حسین ہو تو ہوا زنداں میں جسم جلوہ گر  
 بیٹھتے ہی بیٹھتے ہر پر ہوا مال ہوا  
 گوردگل کاٹنے نہیں ہوتے ہر گلشن میں نمود  
 کی نظر قاتل نے جب میری طرف کی میں نے آہ  
 زریہ بالا یہ کیا مرغان گلشنی نے ہجوم  
 آنکھ اگر آئینہ وحدت نما سے سودا چار  
 باغ سے باہر تو کیا جاؤنگیاں بے بال پر  
 شمع ساں گریاں ہو قاتل میرے بالیں پر ایسر  
 موت کو دتے ہوئے دیکھا اسی بیمار پر

راتے ہیں عشاق کیا کیا ابروئے خفا پر  
 جلوہ گر ہو خود وہ اپنے طالب دیار پر  
 دیکھ کر چھائے سراپا میرے جسم زار پر  
 شان اُسکی ہو کوئی فارغ ہو کوئی زیر بار  
 سمجھے ہم بستی جو ابرو تک پہنچا اُس آنکھ کی  
 بند آنکھوں کی دکائیں ہو گئیں ہنگام گر  
 اوج دولت میں بھی کتنے شاوہیں کتنے حویں  
 ہوں میں وہ محروم راحت گر پاؤں ترش خوا  
 ہو بلند و پست کی کب تیغ قاتل کو تیز  
 ہوں وہ طائر لذت تم کب ہوئی پوری سب  
 ایسے نادور ہی سے دیکھنے والے ہوں مست

## مرآة الغیب

کر کے گلگشت چمن گھر کو چلا جدم وہ گل  
ابر کے بدلے اُداسی چھا گئی گلزار پر  
ہو یہی باعث جو رنگ بدن طوکی کا سبب  
زہر کھایا جو تہارے سنبہ رخسار پر  
نیزہ قاتل سربل پہ خنداں زخم تن  
کیا لگا ہے نخل ماتم قہقہہ دیوار پر  
اسے پری آتے سیلماں بھی عیادت کو اگر  
سورہ جن پڑھ کے دم کرتے ترے بیمار پر

تیز پڑتی ہے نظر اُس ترک کی جھ پر امیر

تل رہا ہے باز کیا کشاکش کے آزار پر

ہوا اگر ناز سے وہ بزم میں رقصاں جھاک کر  
چوم لے پاؤں سرگوشہ داماں جھاک کر  
مرتبہ پیش خدا ہوتا ہے اتنا ہی بلند  
حس قدر ملتا ہے انسان سے الزماں جھاک کر  
خاکسارانِ زمیں کا ہے یہ شوقِ پاؤں  
رہ گئی ہے کر گنبد گرداں جھاک کر  
رفعتِ قصر تواضع سے اگر واقف ہوں  
آئیں پھر خانہ درویش میں سلطان جھاک کر  
میں وہ عاشق ہوں صفائش پر پردوں کا  
ہوتے ہیں مجھ سے نعل گیر سلماں جھاک کر  
دیکھ جائے جو اسی ٹھاٹھ سے مجھ کو اسے ترک  
لے قدم دوڑ کے رسم سہیلان جھاک کر  
ترہ وہ میلے ہو جو آئے تو برائے تسلیم  
بید مجنوں ہوئے شمشاد گلستاں جھاک کر  
بیڑیاں بھی جو کٹیں ہوں وہ اسیر لاغر  
پاؤں میں میرے پھینے طون گریباں جھاک کر  
سرکشی اہل تواضع سے کوئی چلتی ہے  
پت دروازے سے آتا ہے خود الزماں جھاک کر  
تو وہ گلو جو اگر باغ میں رکھتا ہے قدم  
چوم لیتی جو قدم شاخ گلستاں جھاک کر  
قد خم گشتہ یہ کس طرح نہ رو میں الزماں  
سب سمجھتے ہیں کہ گر جاتے ہیں ایوان جھاک کر  
آئی پیری تو ملی خاک میں تغیر حیات  
چار دیوار عناصر ہوئے ویران جھاک کر  
ہو یہ ایمان کہ چلا چاہتے ہیں زیرِ زمین  
چلتے ہیں موسمِ پیری میں جو انسان جھاک کر  
کہدو حیداد سے کیا ہاتھ بڑھانے سے ہو کا  
خود نہ پاویں مجھے شاخ گلستاں جھاک کر  
یاد رکھ مصرعِ استاد یہ ہر وقت امیر  
دستِ دشمن سے ملے چاہئے ان جھاک کر

دگر رہتی جو یاد دے جاناں رات بھر  
یاد زلف یار میں جمعیت خاطر کہاں  
اندوڑ ہوتی ہیں یوں اپنی بسبیل دہار  
کچھ شب فرقت نہ پوچھو حال اشک آہ کا  
بندہ گیا دوشام سے کس زلف کی افشا کا وھیلا  
باغبان ہوتا ہے گھبراہٹ سے کون ہیں جیسے  
نیت بد ہے تو کار نیک سے حاصل کیا  
عالم افلاس میں کیا روشنی کی احتیاج  
اور بیماری میں ہوتا ہے شریک درد کون  
تیرے وحشی کی سواری کا ملا کچھ تو تیرا  
آتش شوق اور میرے قصہ خواں نے تیر کی  
کی عبادت صبح تک بھیجی کئے ہم بھی سلام  
پوچھتے ہو کیا شب فرقت کی تاریکی کا حال  
ذراہ پر دانہ آسا گردش آیا م سے

کشوروں میں لکھ کے خط احباب کو بھیجے امیر

کیسے کیسے طے کئے خانے نے میدان رات بھر

غنچے ساں بیٹھ دلا سہ گریباں ہو کر  
روحیں کشتوں کی گلائی میں شاداں ہو کر  
پتلیاں کب تھی آنکھوں میں اے غیرت دار  
عشق عارض میں مرے تار نظر جاتے ہیں  
نا توانی نے مری بھک بنا یا کا نٹا

رنج یار آئے گا آنکھوں میں گلستاں ہو کر  
عید سے عید ہوئی یار پہ قرباں ہو کر  
دیکھنے آئی ہیں پریاں تھے انساں ہو کر  
رہیں قرآن میں شیرازہ قرآن ہو کر  
چشم مردم میں کھٹکتا ہو نہیں انساں ہو کر

ہو کے محمودیں ہوں بندہ فرمان ایاز  
ابھی اتنا ہی حجاب ان کو جو کچھ کہتا ہوں  
جل گیا اُنکے ہی دانا جو مری قسمت کا  
ہو جدا تر سے تو کیا خاک رہے عاشق میں  
ہوں وہ وحشی مجھے نظروں سے گرائے جو پہا  
دل ملا خاک میں ایسا کہ ملا پھر نہ پستا  
گل ہوا غنچہ تو آداز یہ اُس سے آئی  
کچھ اٹھایا نہ تر پنے کا مزہ تو پا کر  
خون دل کو چڑھ گیسوئے سید میں جو بیج  
ہو تماشا جو مرے داغ جن میں چمکیں  
چاہتے ہیں تری تلوار کے جوہر ترک  
بارغ سے ہم کو نکالا تو ہماری آنکھیں  
ناز پریوں کے اٹھاتا ہوں سیماں ہو کر  
بچی کہہ لیتے ہیں آنکھیں وہ پشت میں ہو کر  
آسیارہ گئی انگشت بندال ہو کر  
جسم پیوند میں ہوتا ہے بے جاں ہو کر  
چشم عالم میں پھردن خواب پریشاں ہو کر  
سیکڑوں دانے اُنکے خاک میں پنہاں ہو کر  
رجح پھر دل نہیں ہوتا ہو پریشاں ہو کر  
چل دیازخوں پہ قاتل نکا افشاں ہو کر  
جلوہ گر ہو شفق شام غریباں ہو کر  
چل اٹھیں شہر پلاؤس چراغاں ہو کر  
دہن زخم میں جم بیٹھے دندان ہو کر  
رہ گئیں رختہ دیوار گلستاں ہو کر

ہر سہم گل میں تقاضا ہو جنوں کا یہ امیر

چاک ہو پیر بن زیست گریباں ہو کر

تار ایسا میں ہوا بادیہ پیمیا ہو کر  
اس قدر تھک گئے ہم بادیہ پیمیا ہو کر  
ہم مریضوں سے یہ اغاض سیماں ہو کر  
لذت درد سے جینے کا مزہ ملتا ہو  
بد مریضے بندھی ہو مرے نالوں کی ہوا  
سرد گل سے ہمیں تشبیہیں کہتی تیاں ہو  
یاد کس ترک کی آئی کہ مر از خرم جگر  
نارہ چاہے تو تھکا دے مجھے صبرا ہو کر  
کف پا اٹھ نہ سکے نقش کف پا ہو کر  
کیسے نادان بنے جاتے ہو دانا ہو کر  
چھیر تاکوں ہے مجھے زخم دل اچھا ہو کر  
گنبد قبر اڑے کیوں نہ بچو لا ہو کر  
لال آنکھیں نہ کر دو آگ گبولا ہو کر  
رہ گیا دیدہ بسمل کی طرح دا ہو کر

ہالہ ماہ کا دل شوق سے ایسا پھیلا  
 اوپنچے اڑتے ہیں کبوتر تری ٹھکری سے غضب  
 حسرت دست خنائی میں ہم یار دے  
 دل حسینوں کی محبت میں لگا ہے رہنے  
 دیکھ لے وہ جو کڑی آنکھ سے گلشنِ کھنکھن  
 لیجئے مال امیروں سے فقیروں کے لئے  
 آکے وحشت میں جو کہتا نہیں سہ جانا ہو  
 بے دہن بنتے ہوتا قم سے جلا مانہ پڑے  
 نہ محبت نہ تلطف نہ عنایت نہ وفا  
 لیکہ وہ تیر کاں جاتے ہیں جب ہنر کار  
 آہ ہا کان میں اس ہر کے ہا ہا ہو کر  
 جانگ چرخ سے کیا عقد فریا ہو کر  
 بہگیا آنکھ سے دل خون تمنا ہو کر  
 غرق کر دے نہ یہ قطرہ مجھے دریا ہو کر  
 چور ہر دانہ انگور ہو مینا ہو کر  
 لویٹے دولت دیں طالب دنیا ہو کر  
 ناز مجنوں کے اٹھاتا ہے وہ لیلیٰ ہو کر  
 خوب دم دیتے ہو مردوں کو میا ہو کر  
 تم ہی کہہ دو کہ رہے چھ کوئی کس کا ہو کر  
 قاتل سے آتے ہیں جن آہوئے صحرا ہو کر

خرمن جان دجگر مزرع امید اسیر  
 دل نے بھونکا شہر آتش سودا ہو کر

کبھی تو بھول کے رکھ دے قدم سر پر  
 جو ذبح بھی ہو تو احسان نہ رکھ تلک پر  
 وہ مست ہوں کہ گر گزرتا ہوں سینہ خنجر پر  
 وہ مست جب کبھی گزرا ہو میکہ کے طرف  
 دل شکستہ نے اس بت کے دل کو نرم کیا  
 برنگ سایہ رہا پائے ال ساری عمر  
 لکھا جو خط میں سب یار کو سلام نیاز  
 ہوا سئے بوئے لب ہے یہی تو رنگ کے لب  
 ازل سے طبع ملاحظت پسند رکھتا ہوں  
 پڑا ہوں صورتِ نقش قدم تے در پر  
 یہ ذکر خیر ہے گاز بان خنجر پر  
 وہ شمشیر ہوں کہ پٹکتا ہوں سر کو پتھر پر  
 بہک کے دست سب جھڑپا ہے ساغر پر  
 کیا ہے لوٹ کے شیشے نے زرد پتھر پر  
 میں جیکے پانوں پڑا پانوں رکھ دیا سر پر  
 ہمانے سایہ پردوں سے کیا کبوتر پر  
 حباب بن کے رہوں گا میں آب کوثر پر  
 چھڑک لیا تھا ناک میں نے شیر مادر پر

بچرک رہا ہے مرا مرغ روح اسے قاتل  
کہ جو ہروں نے بچھایا ہے جال  
دہ ناز ہوں کہ جو لیٹوں تو شک یہ ہوتا ہے  
پڑا ہوا ہے فقط رخت خواب بستر پر  
نگہ کو دیتے ہیں گردش جو اپنے میں یہ ترک  
چھری کو کہتے ہیں در پردہ تیر پتھر پر  
جو آبرو کا ہے خواہاں تو خاک ساری کر  
یہ قول گرد تیری ہے روئے گوہر پر  
صیف مرہ کو بھی ہوتا کہ چشم ساقی کی  
گرے ہیں سیکڑوں سے خوار ایک ساغر پر  
چلا ہے نامہ مرا لے کے نامہ بریار  
ترے حبیب کا سایہ مرے پیمر پر

سوال سے جو یہ نفرت نہ ہاتھ اٹھاؤں لامیر

پڑھوں جو فاتحہ میں تربت تو انگرہ پر

دہ ناتواں ہوں جو لیٹا کبھی میں بستر پر  
گماں ہوا کہ شکن پوگئی ہے چادر پر  
پھر نیلے حشر میں کھوئے وہ نلف دلاز  
بڑی بلا تو پڑے گی یہ اہل محشر پر  
کچھ اس میں شان نکلتی جو تیرے مژگان کی  
نثار سودگ جاں ایک نوک نشتر پر  
کیا عدد نے جو گیسو بے یار میں شانہ  
ہوا یہ رشاک کہ آئے چلے یہاں سپر  
پیا تھا جوش جنوں میں کبھی لہو میرا  
دہی مزا ہے ابھی تاک زبان خنجر پر  
ہوا تلون اہل دل سے یہ ثابت  
قدم ٹھہر نہیں سکتے ہیں اب گوہر پر  
میں سخت جاں ہوں وہ کرتا ہو سنگار مجھے  
خطرتے ضرب نہ آجائے اس کی پتھر پر  
لئے ہیں دفتر عصیاں کو کاتب اعمال  
مرے گناہوں کی گٹھری بے غیر کے سر پر  
یہ مجھ کو حسرت دیدار یا رتھی دم قتل  
پس فنا نہ پڑھا خون بھی ہر اسر پر  
جو ایک دم کو بھی غرنے میں آپ آ بیٹھے  
رجوم خلق سے دیوار اٹھ گئی در پر  
دہ ناتواں ہوں نکالے جو گھر سے یار مجھے  
چلوں وہ چال کہ پیچوں نہ خستہ تاب در پر  
رجوم اشک سے دانتوں کے عشق میں کھلا  
بندھا ہو موتیوں کا پل یہ اب گوہر پر  
دہ ناتواں ہوں کہ آئے جو نیند کا تھوٹکا  
توڑ کے مثل پر کماہ جاؤں بستر پر

شکر بر آئے بھی میرے گھر میں جہاں بھی ہوئے  
یہ غایت پر غایت بندہ درگاہ پر  
دم میں ٹپائیں گے یہ نخل حجاب اب اے امیر  
میں عبت مغرور منعم خیمہ خرگاہ پر

کون دشت کا ہوا سلسلہ جلیاں چل کر  
آرہا جو مرے دامن میں گریباں چل کر  
تھا وہ دیوانہ کہ زنداں کی محبت نہ لگئی  
رہ گیا چار قدم سوٹے بیاباں چل کر  
جمع عشاق میں نکل کر لاش پہ لاش  
تنہا کی حیاں دکھاؤں سپیدیاں چل کر  
ابرا یا ہے بہت بیٹھ چکے مسجد میں  
کیجئے بادہ کشی آج گلستاں چل کر  
قصہ اس بزم کا کیجئے کہ بے لوث لب  
نیچے مول کوئی لعل بدخشاں چل کر  
جانتا ہوں کہ مجھے یاد دلانا جو وہ چال  
چال مجھ سے نہ کر لے لکب خراماں چل کر  
باغ باغ اس کی گلی میں ہو مرا غنچہ دل  
کیا کہ دس میں طرف ردقہ رضواں چل کر  
سخت جہاں ایسے میں عاشق نہ نکلتا انہیں  
پانی پانی ہے ترا خنجر تراں چل کر  
تو خراماں ہو جو گلشن میں تو تیرے آگے  
لکبک دھاؤں نہ کیوں نکلوں لٹکایاں چل کر  
دل بھڑاتا ہے احباب کی فرقت میں امیر

روئے خوب سب گور غریباں چل کر

طرفہ دولت کا نشاں زلف رسا جو سر پر  
تو حسن ہے یہ نخل ہما ہے سر پر  
سارے عالم میں پھر ہم نئی اس کی جا  
پہنچے جس شہر میں دیکھا کہ قصا ہے سر پر  
واقعی کتنی ہے مشوقہ دنیا بے شرم  
رجہ اس کے ہے زیرِ قہ نہ روا ہے سر پر  
شیعہ سماں سوزش غم سے نہیں دنیا کو تھکا  
کیا تکلف ہے لکھ تاج طلا ہے سر پر  
دھوپ میں چلے دکھایا جو نیام نے فروغ  
آفتابی ہے کہ داماں قہا ہے سر پر  
زرد و اس کے تھکیتی ہو رہی ہر کی آنکھ  
چاند سورج کی وہ چوٹی میں ضیا ہے سر پر  
کہکشاں چرخ پر دکھی تو یہ سمجھ شب بھر  
ترک کہنے ہوئے شمشیر حفا ہے سر پر



## مرآة الغیب

سلطنت کو ترے درویش سمجھتے ہیں وہاں  
 رنج ٹوپی نہیں پہنی ہے مرے قاتل نے  
 حب ارشاد نبی فقر حقیقت میں ہے فقر  
 دشت میں گرمی رفتار و تبار دل سے  
 حامل کوہ غم حیر ہوں کیا راہ چلوں  
 کوٹے جانان میں گرایا مجھے اسے فزیش پا  
 میکشہ پانوں اٹھائے ہوئے گلشن کو چلو  
 محتسب دل سے خوشی کی برہی کا دشمن  
 داعیظ شہر بھی رکھتا ہے کنہیا کا کٹ

اہل دنیا میں عرض کے لئے دیندار امیر

وقت سو گند کے قرآن کی جا ہے سمر پر

اور بھی تیر لگا دل پہ مری جاں دو چار  
 ذکر اس مصحف عارض کا بھی ہوتا حضور  
 ساکنان حرم ددیر کو ہم دیکھ آئے  
 جب نکلتے ہیں مکاں سے وہ بلیاں کپڑے  
 مجلس گور غریباں نہیں رہتی خالی  
 جھانک کر روزن دیوار سے دیکھ تو ذرا  
 عاشق عارض و لب قید سے چھوٹے حیدم  
 ہوں وہ وحشی کہ ٹھہرتا نہیں دل روز مرا  
 رخ کے عشاق سے وابستہ گیسو میں سدا  
 ہوں وہ لیل مرے زخموں کو فرہ در دکا ہو

ساتھ بیکیاں کے نکلتے ہیں اراں دو چار  
 جمع ہوتے ہیں جہاں حافظ قرآن دو چار  
 رنج کے چراں ہیں کو گیسو کے پریشاں دو چار  
 چاک ہو جاتے ہیں رستے میں گریباں دو چار  
 روز آ رہتے ہیں اسمیں نے جہاں دو چار  
 دور یہ ہیں خاک نشین بے سوساں دو چار  
 گئے دس میں حلب کو تو بدیشاں دو چار  
 جب تلمک طے نہیں کرتا ہوں بیاباں دو چار  
 لاکھوں ہند و نظر آتے ہیں مسماں دو چار  
 نہ بھرے جی خون خالی ہو تلمک اداں دو چار

امتحان مردم دنیا کا کیا ہم نے امیر

دیو خصلت جو ہزاروں ہیں تو انسان دو چار  
 ہمیں کو جاننا نہیں سبھی تمام عالم سے تنگ ہو کر  
 ادا تو دیکھو کہ وقت نہایت ہر ایک یانہ کا اسکے  
 ٹھہر گیا جو چار دلیں ہزار منت سے درد لغت  
 قدم جو اسکے مکاں میں رکھوں نہیں یکلکے نہ زخمی  
 جو سخت دل گردشوں چھوٹے تو بچھا درو کو اس انداز  
 عبور دریا میں ساتھ میرے میری تقدیر کی برائی  
 نہاں تھا آنا کہ ہونہ ظاہر عیاں تھا جانا کہ میں باہر  
 بہت فرنگی بچوں کی صحبت کا شوق اے حایو جو ہر کو  
 کہاں طبع جنوں میں عیاں ہو گئی آنا بجا ہفت  
 غضب جو انسان دم سے کہے ہوا انسان ہونانی  
 ہونے قہر مند بچوں کے عاشق شہید ہونے کی کیا خبر بھی  
 آخر نہ جائے کیسے طرح سے مرے تقدیر کی کوئی کا  
 گیا وہ موسم کشادگی کا کہ غم نہ ہوتا تھا ہاتھ میں گل

جو اب خطا وہ ادھر سے آیا کہ دل کیا اے امیر زخمی

ہوا کی صورت گیا کہ تو پھر ادبان خدا کہ ہو کر پڑ

نہ کہ باطن ہوا کہ ہرین ذرا تو چشم تیرا کہ  
 جو اٹھک پہلو سے انجن میں وہ دور میں ہے چھٹا کہ  
 شر سے کہد کہ لپٹ خط یعنی ہوا کہ تو خیر بچا کہ  
 قدم کو فرش زبا کو گفت ہر شے ہاتھ کو کہ جتن

جو آنکھ کھولی تو کچھ نہ دیکھا سحر کو سنا سحر سے  
 نہ بھول اس زندگی پر غافل نہیں جو کچھ عقار  
 بیاہو طوفان بے ثباتی زردی میں ہیں گم ہو گئیں  
 چمن جو کشتہ کھاتیرے مرقع یہ لالہ گل نہیں محفوظ  
 نہیں جو کوئی جہاں میں باقی چلیگی اب تیغ نازک  
 اسی کا ہر رنگ یا سمیں میں باقی کی لو باس لسترن میں  
 بلا جو حرص دہوائے دنیا کہ جس سے جو کہیں سب انسان  
 جو آئینہ ہو تو ٹوٹ جائے جو آنکھ ہو وہ تو بھٹ جائے  
 سخن در دل سے مٹا لے میں سوائے ذلت حصول کیا  
 یہ کسی تیغ جفا کا یار ہر ایک لپہر و رب غلاب  
 شبیہ بد نظر جو کس کی کہ کوئی پوری نہیں اتنی  
 زمانہ بدل جلوتی محفل سب سے کہ نہیں بدل  
 بدیم جا نا میں میں شریہ پاؤں کا دیکھے یہاں تھا  
 جواب رقتی نہیں میں اپنا سر جوڑی میں تھامی  
 ذرا سے کھٹکے زیند ارثی کی چوٹ تھوڑی لگا

اسیر میری رگ گلو کو یہ تیغ قاتل کی آرزو تھی

لے دہ آکر جو بعد مدت تو خوب دے گلا لگا کر

ہوا سودا ہر گوش دشت چمن میں روز بہا جا کر  
 دوست میں ہم کہ پاؤں اپنے میں ہیں بریں جا کر  
 جہت جو نمود تھکا کوخت نہیں غریب کو تیری پروا  
 یہ ظلم رہے ہیں چند روزہ و ایک دن انتقام کا بھی  
 گلوں نے ہنس ہنس کے کار ڈال دیا لیا غنیمت  
 کبھی جو چوکتھ پمکے کے گار ہیں نہیں لگا کر  
 خدا جو ہر مرد نا اہل کا جو تو سیماں جو تو ہوا کر  
 امیر حرام گرم کو میں نفیر کا جھوٹا جلا کر

خیال گیسو میں دل ہمارا جو ابھی شب بھر ہوا  
شب چدرائی ہوئی یہ حالت رہی تپ دروغ کی شد  
خدا ہی باندھے ہوا کچھ ایسی کہ دل اس گم گمان  
عیاں جو سرخ شفق کی دیکھی ہمارا کو ہولید کا  
نیکو منکر جو آئینے ابوراہ بھولینگے بے تامل  
نہی نے چھوڑا جہانیں قرآن سمجھے کوئی تو خودی تھا  
طیبے کوئی عبا کے کہدے دوا کی ہو نگر تھک بجا  
جی ہاں چاہ ذوق کو تیرے کہے اگر خلق چاہ ہم  
جدا ہو پہلو سے کسا پہلو کہ سارا اعضا ہو میں دشمن  
رقیب نے تیرے گھر سے ہلکو صنم کالا اگر نکالا  
بہار آئی چمن میں ساتی ہمیں بھی کر دو جام شوش

کہاں سے لایا جی اہلی یہ گھر میں کالی بلا لگا کر  
جو ہوش آیا تو غصے ٹپکا میں یہ تیکھے سے سرٹھا کر  
کیا جو لوگوں نے آگ اسکو لگا لگا کر بھجا بھجا کر  
ترے شہیدوں میں ترک گردوں سے ہوا شامی ہو لگا کر  
ہماری تربت پہ اقرار کیا ہاں اندھیرا لڑا کر  
قصور رہ رہی ہو جو اندھا گئے خضر رستہ بنا کر  
یہ درد دل ہو علاج کیسا خبر ہو کچھ ہوش کی دوا کر  
مریض اچھے ہوئے ہیں اگر ایسی کنوئیں میں نہا ہوا کر  
فشار دیتے ہیں زندگی میں ہمارا پہلو میں با کر  
زمین پر آئے جہاں سے آدم خیز شیطاں سے داغ اٹھا کر  
نیرنگ گاشن لٹا رہی ہے گلوں کو کہ کیا ہنسنا ہی کر  
اسیر قیمت میں جو لکھا ہوا اسی کا ہر روز سنا ہو

خدا ہے مالک خدا ہے رزاق کسی سے ہرگز نہ انکار

## روایف رائے ثقیلہ

سنہ بھرنہ کروطن کی طرف یوں وطن کو چھوڑ  
اے روح کیا بدن میں پڑی ہو بدن کو چھوڑ  
کیا لطف اگر کبھی یہ فلک ہم بھی آگئے  
ہو روح کو ہوس کہ نہ چھوڑے بدن کا ساتھ  
کہتی ہو بونے گل سے صبا کے صبح دم  
ستوار چل رہی ہو کہ یہ تیری چال ہے

چھوڑے جو بونے گل کی طرح سے وطن کو چھوڑ  
میلابہت ہوا جی اب اس پیر میں کو چھوڑ  
سیدھی طرح سے راہ پر آؤ اس چلن کو چھوڑ  
غزبت پکارتی ہو کہ غافل وطن کو چھوڑ  
اب کچھ ادھر ادھر کی ہوا کھا چمن کو چھوڑ  
اے بت خدا کیو اسطے اس بانگ میں کو چھوڑ

نقاش فکر یا رکارخ کھنچ زلف کھنچ  
کھینچا نہ جائیگا کبھی اسکے دہن کو چھوڑ  
بندہ ترا ہوا ہے خدا کو وہ چھوڑ کر  
اے بت امید خیر نہ رکھو برہمن کو چھوڑ  
عریان محض ٹھیکو نہ کر کچھ خدا سے دور  
چادر تو اے فلک کوئی میرے کھن کو چھوڑ  
ناداں سوئے حق ہو کیسا کہاں جو د  
باتیں خودی کی خوب نہیں یاد من کو چھوڑ  
بدیاک میرے سامنے بھرتا ہو چو کرڑی  
اے وحشت اب تھکائے غزال خن کو چھوڑ  
بسیل کو تیری تیغ سے کرتی ہو کیا جدا  
دوہا سے کہہ ہی ہو تھنا اس لہو کو چھوڑ  
راحت سے بیٹھ کو چھوڑ تخت سے ہاتھ اٹھا  
ایدل ہوا ہے زلف شکن درگن کو چھوڑ  
شاعر کو فکر شعر میں راحت کہاں امیر  
آرام چاہتا ہے تو شوق سخن کو چھوڑ

### رد لیت زائے معجزہ

کیا ہوش رہا میں تری تلوار کے انداز  
سیکھے ہے یہ شاید تری رفتار کے انداز  
اک جملہ میں عشق کر گئے اے حضرت مہر  
ہوتے ہیں بھی طالب دیدار کے انداز  
ہنگام غضب میں زباں کرتی ہو فریاد  
ہیں تختہ شہر میں سے خوار کے انداز  
طوبی کے تے برسوں ہی فردس میں بیٹھے  
یائے نہ ترے سایہ دیوار کے انداز  
کیا تاز میں صاحب نہیں کیا تے جہاں  
دیکھو تو ذرا اور بھی دو چار کے انداز  
بوسہ کوئی مانگے تو نہیں کہتے ہیں ہنس  
انکار میں بھی صاف ہیں اقرار کے انداز  
کس شوق سے ملتا ہو گلے خنجر قاتل  
ظالم کی کھنچاوت میں بھی ہیں پیار کے انداز  
جب چو کرٹیاں بھرتے ہوئے جاتے ہیں  
یاد آتے ہیں ٹھیکو تری رفتار کے انداز  
انصاف تو فرمایا کیونکہ میں انصافوں  
ہر بار کے یہ ناز یہ ہر بار کے انداز  
آنکھیں نہ خنجر بھی ہیں دیدار کی طالب  
دیکھو تو ذرا طالب دیدار کے انداز

ہر موج سے اک نغز شمتانہ جو پیدا  
کون آنکھوں سے دیکھوں میں نزاکت کی  
ہیں آب رواں میں تری زقار کے انداز  
پھرتے ہیں نظر میں کمر یار کے انداز  
ہاں باتوں میں البتہ میں گفتار کے انداز  
اچھے نہیں کچھ نرگس بیار کے انداز  
گھل کے سیجا جو چلا ہر سوئے لاشن

کہتی جو امیر اس سے اجل میرے سر ہانے

اچھے نہیں عیسے ترے بیمار کے انداز

یہ تری کا کل پچاں دراز  
ہر نصیب میں رہی میرے شریک  
عمر خضر ایسی کہاں جاناں دراز  
یا خدا عمر شب ہجر ال دراز  
سینہ خالی رہ گیا دل بے گئے  
کمر کے دستِ ظلم وہ خرگاہ دراز  
کیوں نہ دعویٰ تیرے قامت کے  
قد صنوبر کا جو اے جاناں دراز

اہل دنیا کی ہوس ہے اے امیر

مثل موئے قیدی زنداں دراز

## ردیف سین ہملہ

جاتا ہوں اس لیے صنم بیوفا کے پاس  
یوں دل مرا ی اس صنم بیوفا کے پاس  
پہلو میں دنگے چاہئے تصویر یار کی  
بولادہ بت سر ہانے کرے آکے وقت نرنگا  
ثابت ہوا یہ گرم نگاہی سے یار کی  
تلوار کے تودور سے کتنے لگائے دار  
سنبلی کو چھیر کر جو پریشان کر دیا  
کیا بولے زلف یار بھی تھی کچھ صبا کے پاس

## مرآۃ الغیب

توفیق اتنی دے مجھے افلاس میں خدا  
حاجت نہ لیکے جاؤں کبھی اغیا کے پاس  
انصاف کر کہ ہجر میں کونچو میں جان دوں  
قابل کہاں ہیں تیری ادائیں قضا کے پاس  
مجرورح لاکھوں جہش خزاں سے ہو گئے  
کیا کیا کٹاریاں ہیں تہااری ادا کے پاس  
مرنگی آس بھی نہ رہی عاشقوں کو اب  
جب پوچھیے تضا کو ہوا کی ادا کے پاس  
رہتے ہیں ہاتھ باندھے ہوئے گلخاں دہر  
یارب ہر کس غضب کا فضول س خاک کے پاس  
نظارہ چاہتے ہیں بہم حسن و عشق کا  
آئینہ دیکھتے ہیں وہ مجھ کو بٹھا کے پاس  
آئی قضا جو حسرت پاپوں میں تو خیر  
بقا مزار کاش ترے نقش پایکے پاس  
لٹکا کے مار رکھتی ہے عشاق کو ترے  
لٹکا عجیب یہ ہے تری زلف کے پاس

تیجھے پڑا ہے افھی گیسو کے دل امیر  
جاتا ہر دژدژ کے یہ خود قضا کے پاس

آئیں پہن پہن کے نئے گلبدن لباس  
یارب ہر اور رنگ کے بدلے چمن لباس  
کرتے ہیں کیا لباس سے آرائش بدن  
اک روز فرش خاک ہو نہ کفن لباس  
کیا کیا بتوں کو دہر میں آراستہ کرے  
اترا ہوا جو پائے ترا یہ چمن لباس  
پھاڑوں میں اپنا جامہ ہستی تو دے کفن  
پہنائے یوں حیا مجھے چرخ کفن لباس  
کہہ دو قریب آئی سواری بہار کی  
پہنے نیا اتارے پڑانا چمن لباس  
دزد کفن کا گور کی منزل میں خوف جو  
اس راہ میں بھی لوٹے میں راہن لباس  
ناخن لباس قیمت مشکب ختن بڑھے  
پائیں ترا جو تاجر ملک ختن لباس  
یاد آئے مجھ غریب کی عریاں تنی اگر  
پہنیں کبھی نہ بھول کے اہل وطن لباس  
زیبا ہو خاک عشق کا جامہ رقیب کو  
کیونکہ خوش آئے مرد کا پہن جو زن لباس  
ہر عید گاہ میں بھی تماشا ہے بوستاں  
کیا لعل لعل پہنے ہیں گل پیر چمن لباس  
عریاں تنوں پر تیرے ہے اللہ کا کرم  
گزریں ہیں مدتیں نہیں ہوتا کفن لباس

ہے ٹوٹے ٹوٹے یاد وطن میں دل امیر

کیونکہ کرب نہ چاک غریب الوطن لباس

بنیاب ہجر بار میں اپنا جگر جو دیکھے پاس  
تعب خاطر ہو کہ وہ جائیگے بزم غیر میں  
یہی حسین تم ناز میں وقت سفرائے حسین  
ہوں وہ گدائے محتج گھر میں سر خلق خدا  
کیونکہ نہ ہو اس رنج خط چاہاہ ذوق سے شہنا  
پیری میں باقی ہو کہاں ہوش و خرقاب کہاں  
زادہ جو تنہائی میں تھا کچھ تھا کہ اتوں کا مہرہ  
نزدیکہ وصل در باد دل کو تسلی ہے بجا  
یہ فوج غم اگر گری اکدم میں ساری لٹ گئی  
جس میں سما جائیں اگر اس چشم تر کے سرسیر  
بیمار ہجر بار ہوں عیسیٰ سے میں بیزار ہوں  
تاوکی فکس شکر خدا سینہ بدف تو نے کیا  
جیتا کہ جو سردوش پر جھانکا کیونکہ دوسر  
انکس تری سفاک میں خود زہر میں چالاک میں  
کیا ذکر اہل ایم و نہ سلطانی گاہوں بیشتر  
دنیا سے راست دور ہو کر سرکش جنت ہنر ہو  
مخمل میں وہ ہر چہ میں گدائے سار ناز میں  
کیا حسن فرخ خال ہو جادو کی دہ شمال ہو  
مترہا ہوں خواب عیش پر بھولوں نہ میں قتل گر

بسمت تر پتا ہو کوئی جیسے کی لہلہ کے پاس  
دکھاہ وصل کو خواب میں مجھے نہ کامل کے پاس  
ناتہ ہونانے کے قریں محل بے محل کے پاس  
گویا کہ نقش بودیا ہو نقش حبل کے پاس  
سر سبز رہتا ہو بہت جو کھیت ہو ساحل کے پاس  
لوٹا گیا یہ کار داں پہنچے جو ہر منزل کے پاس  
لازم تھا کچھ انہو آوارہ دہی منزل کے پاس  
تنگر سینے کو ہوا اپنی اگر ساحل کے پاس  
جتنی قناع بے جتنی جھختہ جاگتی دیکھے پاس  
دامن درانا ہے شہر زلیا کہاں کھل کے پاس  
دیوانہ بنیا ہوں جا تاں کو کب عامل کے پاس  
پیکان تیرہ خطا مثل جگر جو دل کے پاس  
صحت کہاں عیسیٰ کے گھر چلیے کسی قاتل کے پاس  
دوسرا حیدر ایک میں ٹھہریں دونوں ملے پاس  
دہ کھیا کہ نہ کو اگر آئیں بھی سائل کے پاس  
تاج شرف تو رہی کا سہ نہیں سائل کے پاس  
گویا کہ میں محفل نقشب انجم مہ کامل کے پاس  
چاہاہ ذوق پر خال ہو زہر چہ اہل کے پاس  
پہنچے مقرر لوٹ کر سر زانوئے قاتل کے پاس



مُن جو امیر ایدل کہے تا پھر نہ تو صدر سے ہے  
ناقص نہ پھر ناقص رہے بیٹھے اگر کامل کے پاس

## ردیف شین معجم

رہی جو یو ہیں مرے یک آہ کی گردش  
ازل میں کس نے دکھائی نگاہ کی گردش  
کسی کا ساتھ زمانے میں کون دیتا جو  
جو گرد باد کو دیکھا یقین ہوا دل کو  
بجا ہو تیغ نگہ ہے جو آب دارائے ترک  
ہزار بار اُدھر کی اُدھر کرے دنیا  
گلی گلی اسے چکر ہے اس کو شہر بہ شہر  
بھیس کے حشر میں فریادیں جو غافل میں  
صف مژہ کوہ دیتا جو جنبشیں ہر دم  
تہاری گرمی رفتار سے یہ بھر کی آگ  
اٹھاؤ پر دہ رخ کب سے دوڑتے ہیں یہ  
دھوئیں اڑائے زحل سے مقابلہ کر کے  
فلک نے جب کوئی چکر بڑا دیا بھوکو  
بنیں گے نہ ورق چرخ پر دو اُردا رخ

دہ لالہ رو در گلشن سے جا کے پھرایا

امیر طالع مردم گیاہ کی گردش

پھنسنے کی طلب عز و جاہ کی گردش  
بنے گی حلقہ زنجیر راہ کی گردش

نہیں ہر چرخ پہ بے وجہ ماہ کی گردش  
پھر ار ہی کسی کی نگاہ کی گردش  
جو آئی حشر میں یاد اُس نگاہ کی گردش  
زبان بھول گئی داد خواہ کی گردش  
مکان یار میں تب دخل ہرنے پایا  
جب اُسکے کوچے میں دو چار ماہ کی گردش  
کسی کے ساتھ نہ سیدھا چلا یہ کچر فتار  
زمانہ ہے کہ تمہاری نگاہ کی گردش  
لگا کے سرمہ نظر اُس نے پھیر لی ہم سے  
اثر دکھا گئی بخت سیاہ کی گردش  
کسی کے کوچہ گیسو میں دل ہر سرگرداں  
گدا کے پانوں میں اور کوئے شاہ کی گردش  
جو کچھ نصیب میں چلے ہوں وہ ملتا ہے  
پھر اُسے جو اٹھاؤں میں راہ کی گردش  
خدا کی شان کی نیرنگیاں دکھاتی ہے  
توں کی چشم سفید و سیاہ کی گردش  
یہ میں زمانہ ہے اندھیر میری آنکھوں میں  
فلک بناتی ہے کیوں دود آہ کی گردش  
تمہاری سیدھی نظر نے تو یہ دیے چکر  
خدا دکھائے نہ ترچھی نگاہ کی گردش  
برنگ جادہ صحر ازل سے اسے جست  
مرے نصیب میں لکھی ہے راہ کی گردش

جنوں میں ضعف سے یہ شکل بگنی جو امیر  
پسٹ کے پانوں سے روتی ہو راہ کی گردش

جوان کو بھی جوصل کی ادھات کی تلاش  
طاؤس کو ہمیشہ ہر برسات کی تلاش  
یہ ایک حسن لاکھ شرافت سے بڑھ کے ہر  
ناداں کو دیکھ دل جو کرے ذات کی تلاش  
بوسے کی آرزو نہیں غلشی میں یوں  
جیسے گدا کو ہوتی ہے خیرات کی تلاش  
پیری میں چاہئے نہ جوانی کی آرزو  
بے عقل کو جو دن کو کرے رات کی تلاش  
جو ذات بے نیاز کوئی یاں غنی نہیں  
دن رات عاشق کو جو آفات کی تلاش  
کب بھولتی ہو یاد خط و زلف یار اقصیٰ  
عالم کو ہر کسی نہ کسی بات کی تلاش  
حضرت کو گرنہیں مری پردہ تو غم نہیں  
بندے کو گلب ہے قبلہ اصاحبات کی تلاش  
ہر میکشی کا دھیان عبادت کے وقت میں  
مسجد میں بیٹھ کر ہے خرابات کی تلاش

شہرے سے حسن کے ہوئے شتاق یار ہم سن کر صفات ہم کو ہوئی ذات کی تلاش  
ہم اور بوسہ لب محبوب سنبہ رنگ کرتا ہی کوئی پردہ ظلمات کی تلاش  
اے شیخ جو امیر تو دیدار کا فقیر  
اس کو نہ کشف کی نہ کرامات کی تلاش

## ردیلت صادق جملہ

دل کو ہے زلف یہ نام کی حرص دل کو نہ کس مرغ کو جو دام کی حرص  
میری آنکھوں کو مرے کانوں کو ہے ترے نام و پیغام کی حرص  
ذوق دل مست مجھے رکھتا ہے جم نہیں ہوں جو کون مجاہد کی حرص  
باغ عالم میں ہے عفا کی طرح بے نشانی میں مجھے نام کی حرص  
ہے عجب درد محبت میں مزا اس مرض میں نہیں آرام کی حرص  
نام محبوب رہے در و زباں کام کی ہو تو یہ جو کام کی حرص  
نظر آجائے جو وہ مصحف رخ ہندوں کو بھی ہو اسلام کی حرص  
عاشق خانہ خرابی ہیں ہم کسکو ہو زیب درد باہم کی حرص  
خط کے لایا جو دہاں سے پڑے اس پہ قاصد کو جو پیغام کی حرص  
ابھی بچتے نہیں وہ سیب ذوق کیجئے کیا طمع خام کی حرص  
لب شیریں پہ ترے خط نکلا اب نہ بوسے کی نہ دشنام کی حرص  
عشق نے سب سے کیا بے پروا تنگ کی جو نہ مجھے نام کی حرص  
ہجر جانا میں نہانا کیسا خاک مردے کو ہو حمام کی حرص  
خوش ہیں ہم جائے عربانی میں کس کو ہے جائے احرام کی حرص  
پھول دیکھے ہیں جو چوٹی میں ترے عند لیوں کو جو گلہ دام کی حرص

ہرچ میکش ہے لب داعظ پر دل میں پوشیدہ ہے و جام کی حرص  
لے گئے ہند سے تا شام آئیر  
ہم کو اس زلف سیاہ فام کی حرص

سیدھی نگاہ میں ہیں ترے تیر کے خواص  
شہدوں میں جہاں میں جو اکیر کے خواص  
حیرت مجھے ملی جو تم کو ملا ہے حسن  
دنیا سے بے نیاز ترے خاکسار میں  
کرتی جو یہ بھی اس کی طرح سے مخالفت  
ابرو دکھا کے دل کو وہ کر لیتے ہیں شکار  
نرکش میں تیر میان میں شمشیر مضطرب  
اُترے نہر کے بھی ترے عاشق کے پاؤں سے  
آتی جو خاک گویہ غریباں سے یہ صدا  
بھیجا جو نامہ تو نے سیجا میں جی اٹھا  
مشکل پڑی حضور کو گھروں کا شنی  
کہتا جو شترین کے کوئی واہ کوئی آہ

برزخ سے بڑھ کے نکل نہیں جو کوئی آیر  
آجاتے ہیں مرید میں بھی پیر کے خواص

### ردیف ضاد مجملہ

مکان سے جو نہ کچھ ہلکا لامکانے غرض  
تہاں سے ہلوے کے مشتاق میں جہاں نصیب  
جہاں حضور ہیں ہلکے دہاں سے غرض  
زین سے کام نہ کچھ ہلکا آسماں سے غرض

## مرآة الغیب

تمہاری ذات سے مطلب ہو دین دنیا میں  
 ہر ایک فصل میں مانند سدا یک ہر رنگ  
 خیال ہو کہ جو برق آئے منفعل نہ ہو  
 پتا مکان کا پوچھا تو اُسے ہنس گئے کہا  
 جو تو ہو یا س تو نا صح کی کوئی سنتا ہے  
 تیز عشق فہوس میں کہاں وہ کسں میں  
 نہ چھوٹنے کی توقع یہاں نہ پھینکنے کی  
 زمین کو چہ جاناں میں دفن ہو جاؤں  
 ہجوم اشک سے جان عزیز کہتی ہو  
 حرم سے کام نہ مطلب ہے دیر سے ہلکو  
 نہ کچھ یہاں سے غرض ہو نہ کچھ وہاں سے غرض  
 بہار سے ہی نہ مطلب نہ کچھ خزاں سے غرض  
 نہیں کچھ اور غرض و خار آشتیاں سے غرض  
 کہ آپ کون ہیں کیا ہو مرسکماں سے غرض  
 شہبہ صفا میں ہو کچھ قصہ خوال سے غرض  
 نہ جھوٹ سچ پہ نظر ہو نہ امتحاں سے غرض  
 نہال خشک ہوں کیا کھجکا باغیاں سے غرض  
 اگر غرض ہو تو اتنی ہے آسماں سے غرض  
 وہ یوسف اور تھے جاکو تھی کارواں سے غرض  
 سر نیاز کو ہے تیرے آشتاں سے غرض

کسے بے فکر مضامین تازہ کی فرصت

اتیرے مجھے شیریں زباں سے غرض

جلا دل عاشقوں کو نہ وقت لطافت عارض  
 وہ روز و شب ہو ہر شمع و شمع نقاب عارض  
 عیاں ہو اعجاز حسن سب پر نہ ہونا نہ مطلع کیونکر  
 جمال اسکا جو وہ عیو و جسم نازل کتاب عارض  
 بیان توصیف خال خط میں جو کوئی کچھ تو لکھے  
 یہ خط گلزار صفحہ رخ وہ نقطہ انتخاب عارض  
 اندازے نور دنیا کیسے کئے ہیں پروردگار عالم  
 فلک پر جو افتاب خاورد میں ہے جو آفتاب عارض  
 حسین کوئی کہاں ہو الیا کہوں نہ سب امراض  
 ہر خواہش کوئی جتا کہ چہو بے پردہ کیا دکھائے  
 کہوں نہ شب بریں میں گلبن تو ناستا نہیں کہنا  
 شراب پی کر وہ مہر ملت گڑک کامتی میں جو طاب  
 عرق جو رخ سے ٹپک باہر یہ رخو رخو آب باران  
 وہ روز و شب ہو ہر شمع و شمع نقاب عارض  
 جمال اسکا جو وہ عیو و جسم نازل کتاب عارض  
 بیان توصیف خال خط میں جو کوئی کچھ تو لکھے  
 یہ خط گلزار صفحہ رخ وہ نقطہ انتخاب عارض  
 اندازے نور دنیا کیسے کئے ہیں پروردگار عالم  
 فلک پر جو افتاب خاورد میں ہے جو آفتاب عارض  
 حسین کوئی کہاں ہو الیا کہوں نہ سب امراض  
 ہر خواہش کوئی جتا کہ چہو بے پردہ کیا دکھائے  
 کہوں نہ شب بریں میں گلبن تو ناستا نہیں کہنا  
 شراب پی کر وہ مہر ملت گڑک کامتی میں جو طاب  
 عرق جو رخ سے ٹپک باہر یہ رخو رخو آب باران

پہلے ہیں ہم جو حسن ایسے کہ غم کو اور طاق نیاں  
 نہیں جو ممکن میان فافوس ہو چو پشیدہ شمع روشن  
 بزمک ذرہ لبان شبنم نہرا مدیدار کے ہیں ملکاب  
 نمود خط یہ اگر جو تو بوسہ عاشق کو ہو عنایت  
 کہیں نہ چارہ اگر ہم تو یہ تیشہ ہنص بجا  
 کہ نہ نصف النہار سب بوسا ہو جتنے خطاب غرض  
 امیر کی احاطہ ہم نے وگرنہ ممکن تھا ہم بھی کہتے  
 شراب غرض کیا ب غرض ثواب غرض عذاب غرض

## ردیف حلی

آیا ہے بندہ کے تیر میں مجھ کو ادھر سے خط  
 کرتا ہوں میں تو روزِ روانہ ادھر سے خط  
 مضمون اس میں ہیں کیر یا ر کے و تم  
 غربت میں کس طرح نہ پریشاں نہیں غریب  
 مضمون شوق کچھ ہیں قلم سے نکل گئے  
 چڑھے نہ ناہتائی پہ آگے ہوئے نقاب  
 غربت نے نام اہل وطن کے کھلا دیئے  
 میں مقام لوں جگہ کو بہت ہی یہ بے قرار  
 بیتے ہیں اشک آنکھ سے فرطِ سرور میں  
 ان کو غرور حسن ہی مجھ کو غرور عشق  
 آیا جو تیری روح نے قالب سے یہ کہا  
 آنسو رواں نہیں دم تحریر خط شوق  
 لکھنا پڑا جواب میں خونِ جگر سے خط  
 لکھا نصیب کا نہیں آتا ادھر سے خط  
 اتنا نہ ماندہ بھینچ کے قاصد کمر سے خط  
 اک عمر ہو گئی نہیں آیا ہے گھر سے خط  
 ڈر بے نکل نہ جائے کوڑے پر سے خط  
 لکھو ایسے غلامی کا پہلے حشر سے خط  
 بھوجوں کسے میں لکھکا الہی سفر سے خط  
 قاصد ٹھہر نہ کھول ابھی تو کمر سے خط  
 ایدل نہ شاد ہوئے لگا چشم تر سے خط  
 آئے کبھی ادھر سے نہ جائے ادھر سے خط  
 میری طلب میں دیکھو آیا ادھر سے خط  
 تحریر کر رہا ہوں میں آپ گہر سے خط

## مرآة الغیب

پڑھنے دیا نہ دل کی تڑپ نے مجھے امیر  
ایسے ہجوم شوق میں آیا اُدھر سے خط

لکھتا ہوں فرط شوق میں میں بار بار خط  
تجسس لاکے ایک بھی نہ پڑھیں گے یقین ہو وہ  
کیا شوق ہو بنا کے کبوتر کو نامہ بر  
لکھوں ذرا کہ درت دل کا اگر میں حال  
ممکن نہیں کسی کو کرے نامہ و رقم  
بھیجا جو یار تک نہیں پہنچا یہ کیا ہوا  
لکھا ہو اپنے ہاتھ سے اس نے یہ نامہ بر  
لیسین کے بدلے اس کو پڑھو میرے سامنے  
وہ سخت جان ہوں ٹیڑھی میں تھیں نہ راز ہا  
نقیس مری رقیبوں نے کہیں سیکڑوں امیر  
لکھا جو اُس نے مجھ کو ہوا اشتہار خط

## ردیف ظاہر معجم

جان بزم سے و مشتوق غنیمت داعظ  
توبہ سوار میں کروں گا کچھ انکار نہیں  
کا پتا خوف سے ستوں کا رعدیاں رعدیاں  
دل جلوں سے نہ جہنم کا کیا کر نہ کور  
حق بجانب ہو جو زہاد کی توفیق کرے  
درد دل کون سنے ذکر جو میں کرتا ہوں  
خلد میں ہاتھ نہ آئی یہ صحبت داعظ  
مے کشی سے تو ذرا ہو مجھے فرصت داعظ  
کچھ زباں سے نہیں توبہ کی ضرورت داعظ  
کہیں ان کو بھی نہ آجائے حمارت داعظ  
تو نے رندوں کی اٹھائی نہیں صحبت داعظ  
اور اُمی مجھے کرتا ہے نصیحت داعظ

# مرآة الغیب

فیض ساقی سے یہاں پر جواں ہو میں  
دریخانہ نہیں ہے درجست واعظ  
ہم سے دیوانوں کے آگے یہ قیامت بیان  
کہیں آجائے بھی پر نہ قیامت واعظ  
تو جو رندوں کی حقیقت نہیں سمجھنا کچھ  
زندہ سمجھے ہیں تری خوب حقیقت واعظ  
جام دے دیکھ کے جامے سے ہوا باہر  
پی لے دو گھوٹ تو کیا ہوتی صورت واعظ  
بات کیا سیدھی نظر سے نہیں لیتا پر سلام  
تھر میں اللہ کے رہ کر یہ مشیخت واعظ  
دیکھ میخانے پہ گھنگھو رگھنگھا چھائی تو  
سر پہ مستوں کے ہو اللہ کی رحمت واعظ  
ایسے پڑتے سے تو اچھا تھا کہ جاہل چٹا  
نہ حیا تھ میں ہی باقی نہ مردت واعظ  
مست ہم دختر ز کے ہیں وہ حردل کا امیر  
کبھی سمجھ گیا نہ رندوں کی حقیقت واعظ

صبح کے وقت جدوجی کی مذمت واعظ  
کیا ہوا ہے تجھے کیوں آئی خوشامت واعظ  
نصل گل میں بھی ہو خردم کے گلگوں سے  
دان تو اچھے ہیں بڑی بڑی صفت واعظ  
انہی کچھ کہہ مری کہیں تو مزہ بھی اٹھے  
تا کجا تذکرہ دوزخ و جنت واعظ  
دو گھڑی بادہ ٹھکانگ کا بھی پر جیابو  
ختم کر ختم کر ابد غلط کی بھت واعظ  
یہ سبب اٹھ پہرہ کرے و جام نہیں  
کچھ تو ملتی ہی زباں کو ترے لذت واعظ  
نشہ بادہ و خمر کے اٹھائے جو مزے  
تو کرے پیر خرابات کی خدمت واعظ  
ذوق پر اپنے ہو موقوف عذاب و ثواب  
ہی یہی میکدہ دوزخ ہی جنت واعظ  
ذکر تو دختر نہ کا ہو کسی رنگ سے ہو  
دعظ میں تیرے بھی کھلتی ولادت واعظ  
قبر پر سنگ کی جا چاہئے خشت رخم  
کراٹھا آج بہک کر یہ نصیحت واعظ  
ایک دم ذکر سے اسکی نہیں مٹتی ہی زباں  
دختر ز سے ہے کچھ کو بھی محبت واعظ  
مسجد و خانہ کو نہ تو بہت دیکھ چکا  
میکدے کی بھی مناسب ہی زیارت واعظ  
دیکھتا ہو نہ سمجھتا ہے کہ مے ہو کیا چیز  
نہ بصیرت ہے تجھے اور نہ بصارت واعظ



میکہ ہ چھوڑ کے جنت کی طرف جائے امیر  
چڑھ کے منبر پہ یہ کی خوب عدالت واعظ  
چپ بھی ہو بک رہا جو کیا داعظ  
تیرے کہنے سے رند جانیں گے  
انشہ اللہ یہ کبر اور یہ غرور  
کیا خد اکا ہے دوسرا داعظ  
بے خطا میکشوں پہ چشم غضب  
ہم میں قحط شراب سے مراد  
وہ چکا بنگلہ سے میں سدا می عمر  
ہجو مے کر رہا تھا منبر پہ  
دخت روز کو بڑا مرے آگے  
بہم جو پہنچے تو بلی گیا داعظ  
بھرنہ کہنا کیسی سفا داعظ

آج کرتا ہوں وصف مے میں امیر  
دیکھوں کہنا ہے اس میں کیا داعظ

## ردیف عین جہلمہ

پیش رخ پر نور ہی ہر دم سفری شیخ  
دل رات یہ روشن ہو وہ روشن ہو تو شب بھی  
کس ہر دو رخسار کی طرف دیکھ رہی ہو  
پردانوں سے ہونا ہی جو نصرت تجھے ہوئے  
خاہر میں ہو معشوق تو باطن میں ہو عاشق  
وہ جل کے ہوا خاک خبر تک نہیں تجھ کو  
بچارے تنگلوں کے پرد بال جو پھونکے  
کیوں شراب ہی سے ہونہ پراغ سفری شیخ  
پائے ترے کانوں کی کہاں جلوہ گری شیخ  
یو جو نہیں ہو تری آنکھوں کی تری شیخ  
آتی ہو کوئی دم میں نسیم سفری شیخ  
سیرت میں ہو دیوانہ تو صورت میں ہو شیخ  
پردانے سے اچھی نہیں یہ بیخبری شیخ  
یہ بھی ہے کوئی شیوہ سید اگر کی شیخ

بہزہ تے کانوں کا اگر عکس نکلن ہو  
 ششاد کی صورت ابھی ہو جاہری شمع  
 کیا میری طرح تو بھی کسی مر کی عاشق  
 زردی ترے چہرہ پر آنکھیں تری شمع  
 طبل سے کہو آئے وہ پردانے کے بلے  
 گل کر گئی محفل میں نیم سحری شمع  
 پردانے کریں گس سے بیاں عال دل بیا  
 سنتی ہی نہیں شکوہ بے بال دہری شمع  
 معشوق کرے کیا جو مرے آپ ہی عاشق  
 پردانہ جلے خود تو خطا سے بری شمع  
 محفل میں کھلے باہوں میں کیا کوئی لایا  
 بوجہ نہیں تیری پریشاں نظری شمع  
 بچتے ہیں امیر آشک جو اسکے تو اثر کیا  
 جو سوز دگد از غم الفت سے بری شمع

میرے دل میں نہیں ہیں ارمان جج  
 گھر میں اللہ کے ہیں جہان جج  
 سیکڑوں عشق کے ہیں سلمان جج  
 بد نہیں خاطر پریشان جج  
 جو شمس سودا خیال خط غم زلف  
 ہیں پریشانیوں کے سامان جج  
 آرزو داغ بے کسی حسرت  
 کیسے کیسے ہیں دل میں جہان جج  
 ہم کوئی روکنے سے رکتے ہیں  
 درجائیاں پکیوں ہیں جہان جج  
 ایک دل کے ہزار دل ہو جائیں  
 اس لئے کر رہا ہوں پیکان جج  
 ہنس پڑو تم ہمارے روکنے پر  
 لطف دیں ہوں بوقت عیال جج  
 آند میں تری ہیں دل میں بھری  
 یاں پر ی خانے میں ہیں پریاں جج  
 بے جنوں کب سے دونوں میں شائق  
 آج ہو جائیں جریب و امان جج  
 آج اٹھیں گے زخمیوں کو مزے  
 ہو رہے ہیں وہاں نک داں جج  
 گر بھی طبع کی روانی ہے  
 چار دن میں ہے اپنا دیوان جج

آب نے گی سخن کی داد امیر  
 آج محفل میں ہیں سخن داں جج

## رویف غین معجمہ

دیکھنا ہمدرد یہ بجلی زد جو چمکاتی جو تیغ  
جب گہکاروں پہ تیرے دم زلزلے کی تیغ  
داہ رے شوق شہادت ایک برگزائیہ ایک  
چین پیشانی پر بار بار وہ شکن اچھی نہیں  
روحیں قابلِ نکل آتی ہیں مگر شوق کے  
یہ لگاؤ یہ کھینچاؤ یہ جلن یہ باہن  
سخت جانی نے نجل کس کو قتل میں کیا  
بسموں کا جذبہ شوق شہادت دیکھنا  
آبرو یہ الفت دنیاں قائل میں ملی  
چاہتی جو بے مشقت سرخرو ہو جائے  
جو یہ بازار جزا لے تیغ زان اپنی خبر  
سخت عاجز جو ہماری سخت جانی دکھ کر  
حال سارا آبداری کا ابھی کھل جائیگا  
کیا عہد میں مرگ کا دلدھانبا نیگی اسے  
جو پری آنے میں بجلی سے ہوا جانے میں  
خضرہ بھی جو فقط رہن نہ اکو جانے  
اور میری تشنہ کامی پر کسے آتا ہے دم  
تشنہ دیدار ہوں پیاسا نہ مجھ کو ذبح کر  
جرمان عشق کوئی دم میں بڑا بار جو

یا پری کہسار سے کھینچے ہو آتی جو تیغ  
ابر رحمت کے قتل میں برس جاتی جو تیغ  
عمر گندی جو کہ دم لینے نہیں پاتی جو تیغ  
دیکھئے بیکار ہو جائیگی بل کھاتی جو تیغ  
مہمان کے اگلے ٹکٹے بھی نہیں پاتی جو تیغ  
قبر کی چالیں تجھے اسے رک کھلاتی جو تیغ  
اُس سے شرمنا نہیں اور تجھے شرماتی جو تیغ  
میان سے بیتاب ہو کہ خود نکل آتی جو تیغ  
اپنا مال اب گلے میں میرے پہناتی جو تیغ  
قتل ہو جائیگا بیڑا لہجے اسٹوائی جو تیغ  
دیکھ وہ تیری قضا کھینچے ہوئے آتی جو تیغ  
بستی جو دانت سر تھیر سے ٹکراتی جو تیغ  
منہ میرے زخموں کا کہل سکے کہ کھاتی جو تیغ  
سرخ جوڑا تیرے کٹے کو پہناتی جو تیغ  
ناز سے آتی جو اور انسا سے جاتی جو تیغ  
جان لیتی جو تو منزل پہنچاتی جو تیغ  
حلق میں دو بوند پانی کے ٹپکاتی جو تیغ  
دیکھ قائل شرم سے پانی مٹی جلتی جو تیغ  
آجکل دریا سے رحمت بن کے لہراتی جو تیغ

بہلوں کے خون سے قاتل اسے سیراب کر دیکھ تو کہے سے زبان خشک کھلتی جو تیغ

رعب الیسا چھایا جو سخت جانی کا اتیر  
موت میری دور ہی سے ٹھیکہ کھلتی جو تیغ

تیرے آگے کیا حسینوں کا جلہ در چراغ  
باجھ سے اپنے جھلنے کو جو اے گلہ در چراغ  
دقت گریہ یاد گیسو بخت دل جہراہ اشک  
نورِ وفاں کیلئے آنکھوں میں آنسو ہیں ضرور  
قصر سلطاس خانہ درویش پر جو طعنے زن  
فرقت محبوب میں کیسی بہار بزمِ عیش  
جوشِ وحشت میں بیابانِ گلِ قسمت کی کیا  
مل کے مہندی پاؤں میں جب ہو گئے غمِ آہ  
نور کا پتلا بنایا کر تجھے اشد نے  
چہرہ کی انشاں دلف تریش کو چراغاں ہو گیا  
سج ایک شب کو تصور کیسے عارضِ کار ہوا  
ایک سے ہوا ایک کو اس محفلِ علم میں نہیں  
اکسی زلف مشک سا کی لائی ہو جو خوبصورت  
صاف حجابِ مژدہ و پردے خمار یار  
ردِ شبنم اسکی جو شب بھر یہ بختِ رات دن  
شع کا نوری مبارک شمعوں کی بزم کو

انجم و ہتاب پر دانے ہیں تیرے تو چراغ  
گل بھی ہو جائے تو پھیر لوگی دھو شو چراغ  
رات کو برسات میں ہوں جس طرح جگنو چراغ  
نور تب تیرا جو جب دھن سے ہو ملو چراغ  
لے رہے تابیاب ہو گئے دس پر ٹھکر تو چراغ  
تیرہ آتا جو نظرِ متزلزل گلِ شبنم چراغ  
تبر پر راتوں کو ہو گا دیدہ آہو چراغ  
نقشِ پائے شب کو روشن ہو گئے سو چراغ  
ساقی عیش شمعِ روشن کا سہرا چراغ  
ہو گئے روشن میان کو پچہ گیسو چراغ  
گاہ اس پہلو قمارِ دن گاہ اس پہلو چراغ  
شب کو جو آنکھوں کے حق میں قوتِ بازو چراغ  
مشکِ شمعیں سیرِ محفل میں غمیر جو چراغ  
کید نہ کہتے خالِ روشن کو تہ ابرو چراغ  
کیا چراغِ داغ دل کا ہو گا ہم پہلو چراغ  
ہیں ہمارے خاتمہ تار یک میں جگنو چراغ

سینہ جو پردہ داغ اشکوں میں ہیں بختِ دل بہتر  
بارغ میں گویا کہ روشن ہیں کنار جو چراغ

نہ آئے شب کو میسر اگر نہ آئے چراغ  
 کہ داغ سینے کے روشن ہیں بیاں بجا چراغ  
 گلابیں ہے اگر اقرار نہ لائے چراغ  
 کہ جگنوہں نے مری قبر پر جلائے چراغ  
 نقاب ڈال کے آئے ہیں وہ تو کیا بردا  
 چھپے نہ پردہ فانوس میں بھیائے چراغ  
 نڈھے شراب کے ساعز چو مخضب آیا  
 ہوا غضب کی چلی یک جھجھکائے چراغ  
 موئے جو ہم تو مرادیں بر آئیں عالم کی  
 بتوں نے خانہ اللہ میں جلائے چراغ  
 یہ اپنی عمر کا عالم ہے عہد پیری میں  
 نیم صبح سے جس طرح بھجلائے چراغ  
 تیز ہو کہ نہ ہو شہر طول کا آنا ہے  
 خدا کی شان کہ پردانہ آشنائے چراغ  
 جہاں کو فیض ہی بھیسے میرا قید کلفت میں  
 مکان میں نور اندھیرا زیر پائے چراغ  
 وہ صاف دل تھا جلے بے فتنہ درد غم  
 جو کاسہ گر نے مری سگ سے بنائے چراغ  
 عیش ہی سامنے جا بل کے شر کا پڑھنا  
 وہ بے تیز زبانہ سے کو جو دکھائے چراغ  
 جنوں رہا بچا تا صبح یاد عارض میں  
 کبھی جلائے کبھی راکھ کو کھائے چراغ  
 خدا رحیم دل جو بچے حادثوں کے جھوکوں سے  
 کہاں تھک تہ داس کوئی چھپائے چراغ  
 رہے نہ داغ جوانی اتیر پیری میں  
 جلائے شب کو سحر ہو گئی بھجائے چراغ

### ردیف فا

زلفیں آئی میں لٹک کر رو جاناں کی طرف  
 پاؤں بھیلانے میں اس کا فرنے قرآن کی طرف  
 گھر سے اٹھے تھے کہ جائیں گلتاں کی طرف  
 دشت دل نے چلی ہو کہ بیا بیاں کی طرف  
 پھول مرجھا جائیں شاخوں پر چر جائیں خشک  
 میں جگہ تفتہ جو تھا گلوں گلتاں کی طرف  
 مل کے اک اک گور سے ہم در تنک رو بایں  
 لیکنی عبرت جو کل گور غریباں کی طرف  
 رگیا ہے آسرا تیری عنایت کا مجھے  
 تو ہی اب اسے یاس ہو جا میرا دل کی طرف

ہوں وہ زخمی دل کو میرے درکھاویہ  
ہو چکیں وہ دست دشت کی چوئیں چلاو لیا  
حشر و شہر خوشاں میں جو بر باد کھٹنا  
کچھ تو تم کو چاہئے اپنے اسیر و نکاح خیال  
زائد التبع میں زنا کا ڈور نہ ڈال  
آپ سے جاتا نہیں ہر بار میں مجبور ہوں  
چاہتا ہوں وصل اس سے جو دو عالم میں  
اب کہیں یا ران رفتہ کا نشان ملتا نہیں

جا کے اب یار دلی تنہائی میں دیکھوں گا اسیر

لے چلی و سبکی گور غریباں کی طرف

شوخیوں کہتی ہیں ہم میں اس کی چوئیں کھٹرت  
سیر دیکھو دل بھی جو اس شوخ پر فن کھٹرت  
دیکھ قاتل جذب شوق قتل کا منکر نہ ہو  
اس رخ رنگیں یہ زلفیں دکھاکرتی و خلق  
ہاتھ جب اسپر اٹھاتا ہر ادب جنوں  
عارض گلگون سے آئی جو اس گل نے نقاب  
گر ٹپا کیا کوئی نخت دل کا لعل آچشم تر  
کینچ لیتا جو قاتل ہاتھ میرے قتل سے  
کوئی گل توڑا کہ گلچیں نے کیا ببل کو توڑ  
دونوں آنکھوں نے یہ میری آہو برسات کی  
نا قبول خلق مجھسا کوئی عالم میں نہیں

میان سے کھینچا جو خجاری نے اللہ ربّیوں  
میرے گھوڑے نہیں اچھانے آؤ خوش ہو  
پھول چھایا جانیں تو مجھ سے نہ نا کچھ گلہ  
آج تک خورشید کا منہ اس طرف ہوتا نہیں  
جب میں کہتا ہوں دم آخر کوئی اپنا نہیں  
جب بہت توفیق ملتا ہوں چشم خود کی  
یتیم اور یتیم خاں دونوں حافی ہو کر  
لا ابائی جب نکل جاتے ہیں پھر رکتے نہیں

روح سا کہ جس کی کھنچ آئی گردن کی طرف  
خاک اڑاتے آؤ گئے اک بعد میں کی طرف  
اے صبا چلنے کو میں چلتا ہوں گلشن کی طرف  
دیکھنا آساں نہیں اس رند و شہ کی طرف  
معنی کہتی ہو کہ میں ہوں تیری گردن کی طرف  
دیکھ لیتا ہوں ترے کس کے رند و شہ کی طرف  
ایک سینے کی طرف ہو ایک گردن کی طرف  
ہوئے گل گل کہن تھکتی ہو پھر گلشن کی طرف

لاکھ اُجھارے جنت دل کو بھانناں آئیں  
میں نہ صحرائی طرف جاؤں نہ گلشن کی طرف

کیونکہ مرغ دل ہو ہمارا شکار نہ لے  
انہوں پر پھونہرا اترتا نہیں یہ نہ ہر  
چوٹی میں اپنے پھول جو رکھے ہیں یار نے  
کرتا ہر پھینک کے گیسوؤں میں دل خدا کی یاد  
ماضی پر میری آنکھوں سے لوداں مفرہ  
جاؤ گے تم جو کھولے ہوئے بال سود  
سوداگر اپنا دل ہو ٹھکانے میں اسکے دو  
گلزار مدئے یار کی کیا بڑھ گئی تیرے  
چھٹ جائیں دل غریبوں کے اے شاہ کرکاک  
جاتا نہیں ہے رند دل لب کسی طرف  
بڑھ جاتی اللہ چشم بصیرت کی روشنی

رفتہ جو دام کا ہودہ ایک ایک تار زلف  
چو اسکی موت ہی جسے ڈس جائے تار زلف  
دکھلا رہی ہو طرفہ تماشا بہار زلف  
مصرف ذکر میں ہو یہ شب نہ دراز زلف  
منظور تھا رونا ہو جو تم کو غبار زلف  
آہو کریں گے مشک کے نانے تار زلف  
یا سبزہ ناد خطا ہے وطن یا تلہ زلف  
آیا ہو گھر کے آسن یہ جواہر بہار زلف  
گھبراہے ہیں قیدی زندان تار زلف  
آیا اپن جب سے سواد دیار زلف  
دیتا ذرا ہو گل جواہر غبار زلف

ایدل سمجھ کے کوچہ الفت میں نکھ قدم  
ڈر نہ کاٹ کھائے کہیں اُڑ کے ازل و فل  
بیتبر کہیں یہ قید رہائی سے ہے امیر  
ہوں پائے بند سلسلہ تابدار زلف

## ردیف قاف

میں تری زلف رسا کے عاشق  
ہم بھی ہیں یار بلا کے عاشق  
تیرے معشوق خدا کے معشوق  
تیرے عاشق ہیں خدا کے عاشق  
غم نے جوڑوں کے اٹھاتے ہیں کوئی  
آپ کے ناز و آدا کے عاشق  
متھو دکھاو نہ سناؤ آواز  
کان اپنے میں صدا کے عاشق  
پاتوں رکھتے نہیں بالائے زمیں  
تیرے نقش کھپا کے عاشق  
ان جھاول بد دی ذوق و فسا  
ہم تو ہیں اپنی و فسا کے عاشق  
چھپے روٹھے نہیں اسے تیغ خدا  
ناز کرتے ہیں ادا کے عاشق  
شوخ چشتی نہ کراستی ظالم  
گڑے جاتے ہیں حیا کے عاشق  
سہندی ملو اوندھ تم خیزوں سے  
رنگ، لائیں گے خدا کے عاشق  
دیکھئے حشر میں کیا ہوتا ہو  
ہم ہیں محبوب خدا کے عاشق  
رغبت ابدل کو ہریوں جانب غم  
جیسے معشوق کو تا کے عاشق

رات دن ہوتے ہیں اس بات پر امیر  
سیکڑوں بندے خدا کے عاشق

میں نہ زندں میں نہ مردوں میں کمر کے عاشق  
نہ ادھر کے ہیں الٰہی نہ ادھر کے عاشق  
جو دہی آنکھ جو مشتاق ترے دید کی ہو  
کان وہ ہیں جو میں تیری خبر کے عاشق  
جتنے ناوک ہیں کماندار ترے رکش میں  
کچھ مرے دیکھیں کچھ میرے جگر کے عاشق



## مرآة الغیب

برہمن دیر سے کچھ سے پھر آئے حاجی  
آنکھ دکھلاؤ انھیں آتے ہوں جو آنکھوں پر  
توبہ کیجئے نہیں مرتے ہیں مگر کے عاشق  
کھاتے ہیں خنجر مستوق کے چمکے عاشق  
ہم میں زیادہ اسی آجڑے ہوئے گھر کے عاشق  
کہ پر یزاد بھی ہوتے ہیں بشر کے عاشق  
چھوڑے جاتے ہیں پس برگ یہ تر کے عاشق  
بے سبب سیر شب ماہ نہیں جیہ امیر

ہو گئے تم بھی کسی رشک قر کے عاشق

جادو راہ عدم ہے رہ کاشانہ عشق  
مرکز خاک ہے درد بہ پیمانہ عشق  
کم لیندی میں نہیں عش سے کاشانہ عشق  
ہر وجود اللیل سرا پر وہ کاشانہ عشق  
دل مرا شیشہ ہوا نکھیں مری پیمانہ عشق  
ہم تھے اور پیش نظر حلیوہ مستانہ عشق  
غرق ابھی بحر فنا میں یہ دو عالم ہو جائیں  
عمدہ فرہاد تھے کاٹائی صورت سے پہاڑ  
کچھ گرہ میں نہیں گرنی کے سوا مثل چند  
عین تی میں لے ہیں مجھے گوش شنوا  
آرہے باغ جنان سے بوز میں پر آدم  
مقتد کون نہیں کون نہیں اسکا مرید

## مرآۃ الغیب

دل نے تسبیح بنا کر وہ کئے زیب گلو  
ہاتھ آئے جو کوئی گوہر یک دانہ عشق  
زلف معشوق نہ گھٹ جائے ادکا جو مقام  
بڑھ چلیں اتنے نہ سوئے سردیوانہ عشق  
سننے والوں کے یہ ڈر نہ چلیں پردہ گوش  
کیا سناؤں کہ بہت گرم ہو افسانہ عشق  
خاک درکار جو وہ لوٹ خطائے جو ہر پاک  
ورنہ ہر خاک سے اگتا ہو کوئی دانہ عشق  
کہتے ہیں مرگ جوانی جسے سب اہل جہاں  
اپنے نزدیک پر وہ بازی طفلانہ عشق  
آہ عاشق سے ہوئی غفلت معشوق نہ کم  
خواب تھا حسن فصول ساز کو افسانہ عشق  
بخت برگشتہ ہوں تب بھی نہیں جانا تیرہ  
نہ گئے بادہ جو دائروں بھی ہو پیمانہ عشق  
طور پر کہتی ہو یہ سننے تجلی کی زباں  
سر نہ حسن ہے خاک کس پر دانہ عشق  
طالب درد ہے اس درجہ راہِ دل  
لوٹ پڑتا ہو یہ حس دام میں ہو دانہ عشق  
ہوں وہ دیوانہ کہ قدموں سے لگا ہر حسن  
جو کہ پاؤں میں زنجیر بدلی خانہ عشق  
رکے دے روح کو میری یہ الہی قدرت  
ہنس بن بن کے گلے گوہر یک دانہ عشق  
کیا فلاطوں کو بہ نسبت ترے دیوانے  
آشا ہے یہ محبت کا وہ بے گانہ عشق

ہم تھے اور چہرہ محبوب کا نظارہ اسیر

شعلہ حسن تھا جس روز نہ پردانہ عشق

حبیبہ آجاؤ کہ ہیں گور کنارے شقائق  
دم میں آجائیں حوروں کے تمہارے شقائق  
دل صد چاک بھی چلیں جو کسی کرے کی  
سر جھکاتے ہیں تو کرتے ہیں نظارے شقائق  
مست ہو نیکا انھیں حکم جو اے زکس یار  
خوب پہچانتے ہیں تیرے اشارے شقائق  
نہ وہاں ترے دیدار کا طالب ہیں کون  
گل زمیں پر ہیں تو گدوں پر تیرے شقائق  
استخوانوں کیس جلدی ہو بدن سے باہر  
ہیں ہمارے سگ محبوب تمہارے شقائق

بچو دکھا بچا آپ میں آؤ بھی اسیر

دیر سے بیٹھے ہیں احباب تمہارے شقائق

## ردیف کاف تازی

آئی جو کھل کے زلف مہر سے پاؤں تک  
 لاغریوں اس قدر مجھے پہچانتی نہیں  
 رخِ نوجو بہ نور شکم و رَساق نور  
 کھائے ہیں ہم نے گل ترے چھلوں کے اس قدر  
 گنڈا نظر گزر کا چھائے گی آپ کو  
 دلکش و مجھ ضعیف کا ہر جنو جسم یار  
 دورانِ سر کے ساتھ و چکر بھی پاؤں میں  
 موقوفِ شمع پر نہیں کچھ سوزِ شمعِ دروں  
 ادنیٰ یہ خارِ دادی و حشمت کی و خلش  
 میرے نگاہِ شوق کی اندر سے گویاں  
 کچھ تو میرے طوق و سلاسل کی و خبر  
 اچھی کسی کی آنکھ کسی کی نگاہ ہے  
 گرئی سے حسن کے وہ ہوا و عرقِ عرق  
 زلف و دھاسے آپ و آنکھ میں انکاد  
 گریاں اگر میں نہ رہیں سے گزر گیا  
 تڑپے شبِ صلاں نہ کیونکر نگاہِ شوق  
 جب میں نے فکر کی تے دانتوں کو صفیٰ میں  
 یعنی لگی بلا میں ادا سے پاؤں تک  
 رہ رہ کے دیکھتی جو تھا مہر سے پاؤں تک  
 قلمے صنم و نور خدا سے پاؤں تک  
 خالی نہیں جو جسم بیکار سے پاؤں تک  
 قدنا چنی ہے زلف مہر سے پاؤں تک  
 میں نگاہ ہوں وہ نگاہ رہا سے پاؤں تک  
 ہوں قبلائے رخ و بلا سے پاؤں تک  
 جس پر گئے یہ برقِ جلا سے پاؤں تک  
 ایک آبلہ و جسم مہر سے پاؤں تک  
 وہ گلِ عرق میں ٹوب گیا سے پاؤں تک  
 زلیخہ میں عرق رہے ہو گیا سے پاؤں تک  
 یکتا میں آپ نام خدا سے پاؤں تک  
 دیکھو ٹپک رہی جو ادا سے پاؤں تک  
 گھیرے جو دو طرف سے بلا سے پاؤں تک  
 فوارہ آب آب ہوا سے پاؤں تک  
 گھیرے ہوئے و انکاد سے پاؤں تک  
 آب گہر میں ٹوب گیا سے پاؤں تک

پہنچائے کہ بلا میں جو بخت رسا امیر  
 بیٹے بدن میں خاکِ شفا سے پاؤں تک

کروں ضبط نفس بدم کہاں تک  
گئی بواگ اک دل سے زبان تک  
دھواں دل سے مرے اٹھا ہوا ایسا  
انڈھیرا ہے زمیں سے آسمان تک  
کہوں کس شوق سے ہر بار مجھ کو  
جو پہنچے سر تمہارے آستان تک  
تجھے ملتا نہیں گھر ان کا قاصد  
گئے کیونکہ پیر لا مکان تک  
غش آیا ہے مجھے سجد میں بے  
چلوے کر تجھے پیر غماں تک  
جو موت آئے تو پہچانے نہ تجھ کو  
ہوا ہوں میر میں لاغر ہیاں تک

ایتراب ہریاں بڑھ چھپے صیاد  
خبر پہنچے نہ اس کی باغبان تک

### ردیف کاف فارسی

مرے ہر عضو کو جو اس بت خو غار سے لاگ  
دکو بے تیر سے گردن کو بڑھ تلوار سے لاگ  
اُس دلارام کو بڑھ میرے دل زار سے لاگ  
نژدہ اے برگ سجا کو بڑھ بیار سے لاگ  
رو بھی لیں کھو لے دل تو بھی کچھ نہ چھو جائیں  
ضبط غم تھکاو کو بڑھ دیدہ خونبار سے لاگ  
کن تلوار سے کرتا جو عاشق کو حلال  
دل میں رکھتا ہر وہ جلا دگنہ نگار سے لاگ  
جھانک کر دیکھ لیا کرتے ہیں چلچل سے کبھی  
ہو جو در پردہ اغصن طالع بیدار سے لاگ  
پھونکنے پھلنے کی نوبت نہیں آنے پاتی  
کیا خزاں کو بڑھ الہی مرے گلزار سے لاگ  
شائے کی طرح سے صد چال ہا کرتا ہر  
جیسے ہر دلو کو ترے گیسوئے خنوار سے لاگ  
دو قدم بار چلا اور قیامت آئی  
فتنہ حشر کو ہے یا مکی رفتار سے لاگ  
ہم نہ ہیں دوست کسی کے نہ کسی کے دشمن  
مدد اے پیر غماں المدد اے پیر غماں  
مدد اے گن گن کے شب بھر لبر کرتا ہوں  
کیا کر دوں خواب کو بڑھ بیدار سے لاگ

کیوں حیا ان کو نکلتے نہیں دیتی باہر  
حسن یوسف کو ہر کیوں گئی ہانک لاگ  
بندہ عشق ہو نہیں ایک سے دونوں میں تجھے  
کچھ نہ کافر سے محبت نہ اغیار سے لاگ  
سے طرح حال تھا ہا جو میں پاتا ہوں امیر  
ہو گئی کیا کسی مشوق طر حصار سے لاگ

## ردیف لام

سنتا نہیں وہ دل سے کبھی داستانِ دل  
کس سے بیاں کرے کوئی دردِ نہانِ دل  
کرتا ہے آب آب جگر کو بیاںِ دل  
افسانے کی طرح نہ سنو داستانِ دل  
اے شاہ کشورِ دل و جانِ جهانِ دل  
قربان ہر ادا پہ دلِ جانِ دُجانِ دل  
کس بے نشان کی یاد نے ایسا مٹا دیا  
سینے میں نام کو نہیں باقی نشانِ دل  
ہمراہ دوڑتا ہوں میں اس شہسوار کے  
جو دست اختیار سے باہر غمانِ دل  
جب سے کہ تیر یار کی سینے میں ہو جگہ  
خالی نہیں ہما سے مرا آشیانِ دل  
خو کا عشق قسمتِ آدم میں ہو نکھا  
پہلا تھا نقطہ تمام امتحانِ دل  
بے شبہ اس زمین سے جدا ہو زمینِ عشق  
اس آسمان سے ہو الگ آسمانِ دل  
پھٹک جائے صورِ حشر جو ہونا ہو جلد ہو  
کبتک کہوں میں ہر میں ضبطِ فغانِ دل  
پھولے میں کیے لالہ دگلِ فیضِ عشق کے  
قابل ہو تیری سیر کے یہ بوستانِ دل  
جیسے کہ دھیانِ رخ تابانِ یار کا  
جو آفتابِ حشرِ چراغِ مکانِ دل  
جائے گا کیا تصورِ خالِ سیاہِ یار  
آنکھوں میں مردک ہو سویدِ میانِ دل  
حسرت وہی فروغِ دی ہے جلا دی  
کچھ کچھ تو آئینے سے ہے امیہ نشانِ دل  
تو یہ وہ ماہِ مصر کہ جاتا ہو جس طرف  
رہتا ہو ساتھ ساتھ ترے کاروانِ دل  
غنتے میں آکے ہاتھ سے بھینکا ٹپک دیا  
آئینے پر ہوا اُنھیں شاید گمانِ دل

# مرآة ایفب

ممنون ضعف عالم پیری ہوا ے امیر

بھٹکتا چلا ہے طرف آستانِ دل

داغوں سے گلرغونکے دہالے شانِ دل بے ماہِ دآفتاب نہیں آسمانِ دل  
 عنقا سے ہے بلند کہیں آشیانِ دل سنتے ہیں نغم پر نہیں لٹا نشانِ دل  
 فیضِ قدم سے تیرے بھی پویدہ نشانِ دل میں ساتوں آسمان تہ آسمانِ دل  
 دوزخِ شہرِ نالہ آتشِ فشاںِ دل فردسِ برگِ ریزِ گل بوستانِ دل  
 کبرِ ادب سے آتا جو میرے طوفانِ کو جیسے ہوا میں گوشہ نشین مکانِ دل  
 غنچے کے توڑنے کو بھٹکتا ہے معصیت سو گنچی ہے جنے بوئے گلِ حیرانِ دل  
 اتے دیے پند ہے فحشِ کچن کی سیر گلِ شکلِ داغِ دل برصنوبرِ بلبلانِ دل  
 رہتے ہیں وقت فکرِ سکندر سے کم نہیں کرتا ہوں سر جھکا کے میں سیرِ جہانِ دل  
 آئے نظروں عالم غم ہو اگر ملیں خالق نے کیا دسیع بنایا مکانِ دل  
 سختی نہیں ہے اہلِ صفا کے خیر میں دیکھا کہاں کسی نے کبھی استخوانِ دل  
 کیا آنسوؤں نے پردہ الفت کیا ہوا نشانِ آنکھوں سے آشکار ہے رازِ زبانِ دل  
 کر لیں گے یاد ہم دردِ ندانِ یار کو اس طرح موتیوں سے بھر نیگہاںِ دل  
 ممکن نہیں کہ ہم کسی کا پیچھے کے کوسوں بولا مکالم سے بلند آستانِ دل  
 مانند شمعِ نطق کی طاقت نہیں مگر روشن مری زبان سے ہو میرا بیانِ دل

دو ٹکڑے ہوا بھی جگر بوا لہوسِ امیر

کھینچوں جو معرکے میں میں تیغِ زبانِ دل

گل وہ رنجِ نازک ہے پسینا و قِ گلِ شبنم سے ہو لبرزد گہریا طبعِ گل  
 بلبل کا قفس چھائے کبھی جو نوئے صیاد اس چرخِ پیمپی چاہئے پھولے شفقِ گل  
 تازلیت تھا مجھ زار کو عشقِ رخِ رنگیں ہو غزلِ کفن کو عرقِ گلِ درقِ گل

مرآة الغیب

اس روئے کتابی کا ہر ذکر اور دہن اپنا  
و فصل خزاں میں بھی وہی رنگ ہزاراں  
کے رخ رنگیں کا سنا ہم نے فسانہ  
کب خار الجھ سکتے ہیں دلمان صبا سے  
آہوں نے کیے تخت جگر پر دم دور ہم  
آند ہے یہ گلزار میں لکھی کہ صبا نے  
وہ رنگ کہاں اب کہ خزاں باغ میں نے  
خرید کرے و صف رخ اسکا تو ہر لازم  
پائے گا امیر اس رخ گل رنگ کا دوسرے  
بلبل کے سوا کوئی نہیں مستحق گل

بجا میں بلبل و گلچیں خراب خندہ گل  
گرائے برق مگر التہاب خندہ گل  
ہنسی پر اس گل ترکی جو خندہ گل  
کرگی بلبل نالال جو خندہ میں زیاد  
محال ہو کہ چڑھے عشق حسن کے منہ پر  
چمن میں نالہ کٹی ہے قول اے صبا  
ابھی تو صورت شبنم ہوں اشک بلبل خشک  
جو کاسہ سر بلبل نے وہ منصف ہوں  
شراب نغمہ بلبل کوئی کے کیوں نہ ہوت  
سمند ہوش ہو بلبل کا کیوں نہ برق خرام  
دیا ہے وہ مجھے اللہ نے دل نازک

نہ جانتی تھی صبا یہ کہ ہوگی غش بلبل  
کھلا کے غنچہ اٹھائے نقاب خندہ گل  
ذرا نہیں کسی بلبل کو ہوش خود زنت  
غضب کی غنچہ کھچی یہ شراب خندہ گل  
غش آگیا مجھے غنچوں کے مسکانے سے  
کسے ہے وصلہ انتخاب خندہ گل  
یہی ہے شام سے مضمون گر یہ بلبل  
سو کو دیکھئے گا اضطراب خندہ گل  
نظیر گر یہ بلبل ہے گر یہ مسنا  
ہنسی و جام کی ساقی شراب خندہ گل

ایر خیر ہو گلشن میں جان بلبل کی  
کھنچی ہے صبح سے تیغ خوشاب خندہ گل

پر تو رخ سے تر ہے ہوا جو نور محفل  
ہے تجلی کہہ طور سے بڑھ کر محفل  
جذب دل کھنچے گل پیر ہنوں کو بے آ  
عطر مجھ سے ہو جائے مسطر محفل  
شراب پروانہ میں ہم تو ہو اگر غیرت شمع  
استحان کے لیے ہو جائے مقرر محفل  
بت فراہم ہوئے اسد بہ سوم میں میرے  
بتلگنی غیرت بت خانہ آذر محفل  
بھر میں جبارادھر جبارادھر دتے ہیں  
حسن طرح ماہ محرم میں ہو گھر گھر محفل  
صاف فانوس خیالی کا گمان ہوتا ہے  
کھارہی ہے یہ ترے رقص سے چکر محفل  
بارغ کس کام کا جھیں گل نشاد نہ ہوں  
لطف دیتی نہیں بے شیشہ و ساغر محفل  
رقص کے وقت قیامت و تہاری ٹھوکر  
کیوں اُٹ جائے نہ مثل نصف مختصر محفل  
لیکے نالوں کے علم ہم بھی ضرور آئینگے  
ہوگی جس روز محرم میں ترے گھر محفل  
جہاں چکا بوند جانی کا چلیں سونے عدم  
شمع فانوس میں پھولی نہ سمانی اس گل  
ہل گیا یار کا ابرو جو ذرا قص کے وقت  
ایک ہم کیا کہ ہوئی کشتہ خنجر محفل

گذر اس ماہ دو ہفتہ کا بھی شاید ہو امیر  
کیٹھ چو دھویں تاریخ مقرر محفل



فرقت یار میں ماتم کدہ ہے ہر محفل  
 جو عجب شمع کی صورت دلِ قائل نہ جلے  
 چاہیے آئینہ رویوں کا بھی قل ہو جائے  
 ہم فیلِ حجر سے ہو غیروں کو لگائے رکھو  
 کس پر پردہ کا تصور نہیں دل میں اپنے  
 سب مکانوں سے جدا پیغلیں کا ہر محفل  
 اسے پری حسن سے تیرے جو جہاں کی رونق  
 تم کو پردہ ہے نہ افشا کی نہ اخفا کا خیال  
 بہر دل سو تنگیاں روزِ عالم ہے شبِ عیش  
 دانے کے جاتے ہی ہوئی تیرا حاتم ادا اس  
 شمع محفل میں جو پروانے ہیں گو سرِ شمع  
 ہم میں پردہ اند دل سوختہ بزمِ خیال  
 سرفروش آئے ہیں شائقِ شہادت اے رنگ  
 بلکہ ہنگامہ محشر کے برابر محفل  
 بسطوں کے ہوتے سائے خیر محفل  
 کیجئے چیل کے سپر قبر سکندر محفل  
 گھر میں خلوت ہی رہے تیرے ہو باہر محفل  
 تیرے رقیب کی جو اس آئینے کے اندر محفل  
 میگشوں کی جو الگ شہر ہے باہر محفل  
 جس طرح شمع سے ہوتی ہے نور محفل  
 گھر کے باہر کبھی خلوت کبھی اندر محفل  
 چشم پر دانہ میں آتشکدہ جو ہر محفل  
 محفل آرا نہ ہو کوئی تو ہو دایر محفل  
 کیا تکلف ہو کہ محفل کے ہوا اندر محفل  
 شمع رویوں سے یہاں اگر روشنی ہو محفل  
 جمع کرتا ہے ہمیشہ ترا خیر محفل

اس کے ہجر کانے سے برہم ہوئی یہ غیر امیر  
 شمع کیا ہم پہ پہنی دست بہ خیر محفل

جب یار ہوا جفا کے قابل  
 ہے خون سے سارے تن میں گدہ  
 آئے بھے دیکھنے اطباء  
 بولے مرے دل پہ میں کذات  
 تب ہم نہ رہے وفا کے قابل  
 اب ہاتھ کہاں دعا کے قابل  
 جب میں نہ رہا دوا کے قابل  
 یہ دانہ ہے آسیا کے قابل

کلفت سے امیر صاف کر دل

یہ آئینہ ہے جلا کے قابل

ایمل مجھے پیش جہلا بات سے حاصل  
تسکین مجھے دیتے نہیں اے حضرت واعظ  
تجھ کو ترا دل میں کہوں حالت دل کیا  
ہی زلیت کا حاصل تو نقطہ دل کا لفظ  
دوتا ہوں ہو بھی تو مجھے نہیں ملتی  
ظاہر میں دیا بوسہ تو کیا دل جو کدھر  
تقدیر مری تو نہ بدل دے گلاؤں سے  
قسمت میں جو ہے وہ بہر کیف ملے گی

پہچانتے ہیں اہل سخن خوب سخن کو  
خاموش امیر اتنی مہابات سے حاصل

### ردیف یہ مسم

کہوں نا کرے بلبل گلشن تو نہیں ہم  
دلو جو پچاتا ہوں تو کہتی ہیں وہ آنکھیں  
خالق نے تمہیں مہر بنایا ہمیں شبنم  
خطا دے تجھے کو چڑ جلا د میں بھیجیں  
ذات سے کبھی لپٹے نہ ہم بوسہ گسیو  
کیا ضعف حاصل کرتے مگر میں نہ پہنچے  
دل کہنے بے جانا جو قاتل کی گلی میں  
رجا بیگنے پہنچے نہ کبھی ساتھ سے تیرے  
سوا کہیں گے ادنیٰ طور پہ حیا کر

اے ضبط خوں عقل کے دشمن تو نہیں ہم  
کیا لوٹ ہی لپٹے کوئی رہنما تو نہیں ہم  
دکھلاؤ جو تم چہرہ روشن تو نہیں ہم  
یکہ خیر جو قاصد تھے دشمن تو نہیں ہم  
صدقہ کسے دیتے ہو برہمن تو نہیں ہم  
درب میں گذرہ روزن تو نہیں ہم  
کچھ آپ روانہ سوئے مدفن تو نہیں ہم  
سارے میں غبار سہم توں تو نہیں ہم  
کیا تجھے میں کوئی نہیں لیکن تو نہیں ہم

مرآۃ الغیب

کرنا ہوں جو گنگھی تو یہ کہتے ہیں وہ کہیں  
خاطر میں تو زکس کی طرح پانی میں نہیں  
بچے کا دیا حکم تو بولے دہن زخم  
موتی سے یہ کہہ دو کہ بہت بڑھکے نہ بولیں  
کہتا ہے جیسے وہ دہاں آلود  
غیوں کے جو دشمن ہیں تو کیا تیری طرح سے  
کیا ناکشی کی میں بت دیتے ہیں ترغیب  
کرتی ہیں یہ طنز آنکھیں خواہ سیر پر آنکھیں  
کیا وصلہ آنکا ہے جو زنداں میں کھینچیں  
بے منت احباب یہاں قبر پر روشن

بولے گل فردوس امیر اپنا ہے مردہ  
سہر کا جو ذرا تھوڑا مدفن تو نہیں ہم

ہوئے چو رنگ وصل یار میں ہم  
ہو گئے مردہ بھر یار میں ہم  
اُسکو لائینگے خاک قابو میں  
کون پوچھے گا ہم غریبوں کو  
فرش سے عرش تک نشان نہیں  
حضرت دل جو تم ہو پہلو میں  
وصل میں بھی شکستہ خاطر میں  
پیش رخسار یار خار میں گل  
قاصد آیا ہے پر نہیں پاتا

اچھے چھوٹے بھلے بہار میں ہم  
گھر میں اپنے میں یا مزار میں ہم  
کو نہیں اپنے اختیار میں ہم  
دورِ محبت میں کس شمار میں ہم  
دور پہنچے ہوا کے یار میں ہم  
مر کے بھیارہ چکے مزار میں ہم  
توبہ مست میں بہار میں ہم  
ایک دو کیا کہیں ہزار میں ہم  
گم ہوئے ایسے انتظار میں ہم

گھر میں ہیں لیکن اپنے نام کی طرح  
ہیں ہر اک ملک ہر دیار میں ہم  
زلف و رخسار کے تصور سے  
ہیں حلق میں کبھی ستار میں ہم  
جبر جو چاہیں ہم یہ وہ کہ لیں

ہیں امیران کے اختیار میں ہم

موا کہ زندہ رہا نامہ بر نہیں معلوم  
کچھ آج تک میں اس کی خبر نہیں معلوم  
مکان دلیں کہ کس کا گذر نہیں معلوم  
یہ بخودی ہو کہ گھر کی خبر نہیں معلوم  
کیا جو بے خبری نے جہان سے فارغ  
فلک کہاں جو زمین پر کدھر نہیں معلوم  
میں جسکو دیتا ہوں اس فتنہ کے ناکا خط  
وہ اتنا جو کہ مجھ کو تو گھر نہیں معلوم  
تری گلی ہے کہ میدان حشر و قاتل  
یہاں کسی کو کسی کی خبر نہیں معلوم  
ہوا شہید تبسم جگہ کہ دل یارب  
گری تڑپ کے یہ بجلی کدھر نہیں معلوم  
کیا جو ذوق شہادت نے غور و دم قتل  
نگے ہیں زخم کہاں جسم پر نہیں معلوم  
شہد صالح ہوں بوس و کنار سے غور و دم  
دین کہاں جو کدھر ہو کر نہیں معلوم  
پڑا ہے رخ کے نیچے کہ پائے قاتل پر  
کہہ کر کو اڑ کے گیا تن سے نہیں معلوم  
شہد صالح سیر شام سے وہ کہتے ہیں  
کہ آج کیوں نہیں ہوتی جو نہیں معلوم  
ادھر کو منہ جو نہیں پھر تا کبھی غور و دم  
یہ کس کا گرم جو بازار اُدھر نہیں معلوم  
جو کل تھے ساتھ گئے آج کس طرف یاد  
کسی کا حال کسی کی خبر نہیں معلوم  
خضر ہو را میری ہے ثواب اے زابہ  
کہم کو بادہ فروشوں کا گھر نہیں معلوم  
ہمیشہ نالہ دل ہے اثر جو کیا باعث  
یہ فحل کیوں نہیں لانا اثر نہیں معلوم  
جہاں میں اب نظر آتا ہو راندن اندھیر  
فلک سے کیا ہوئے شمس و قمر نہیں معلوم

کھینکتے پھرتے ہیں ہم مثل گر و راہ اسیر

ہوا ہے قافلہ راہی کدھر نہیں معلوم

## مرآۃ الغیب

تیرے جو دوستم اٹھائیں ہم یہ کیجا کہاں سے لائیں ہم  
جی میں جو اب وہاں نہ جائیں ہم دل کی طاقت بھی آزمائیں ہم  
نامے کرتے نہیں یہ الفت میں باتہ جتنے ہیں تری ہوا میں ہم  
اے لب یار کیا ترے ہوتے لب سحر کو منہ لگائیں ہم  
دل میں تم دل جو سینہ سے خود گم کوئی پوچھے تو کیا بتائیں ہم  
آب شمشیر یار اگر مل جائے اپنے دل کی لگی بھجائیں ہم  
اب جو منہ موڑیں بندگی سے تری اے بت اپنے خدا سے پائیں ہم  
زندگی میں ہے موت کا کھٹکا قصر کیا مقبرہ بنائیں ہم  
تو بے سے کیا ایشیاں ہیں زاہد و دبھکر گھٹائیں ہم  
دل میں ہے شل ہنیرم دانش جو گھٹائے اُسے بھجائیں ہم

زار سے زار ہیں جہاں میں آئیں  
دل ہی بیٹھے جو لطف اٹھائیں ہم

## ردیف نون

کیا دیر ہے آئیں کے غمگناہ میں اللہ کیا کمی ہے تری بارگاہ میں  
آئے ہو تیغ کھینچ کے تم قتل گاہ میں تو تو پہلے موٹے کر کو نکلاہ میں  
کانٹا ہوا ہوں سوکھ کے لیکن نہال ہوں گھٹکیوں کا اور اپنے عدد کو نکلاہ میں  
بیہوش کوئی بزم خرابات میں نہیں مشہور یہ خبر ہے غلط خانقاہ میں  
خالی شرارتوں سے نہیں ظلمت جہاں بیٹی ہوئی ہے برق گلیم سیاہ میں  
پیری میں قدمگوں جو ہوا دقت بھی چلے بھاگڑ پڑی شکست علم سے سیاہ میں  
مدت ہوئی پھرے ہوئے اس کی تپلیاں صورت تمہاری پھر تری اب تک گاہ میں

نکلا نہیں ہر خط ترے عارض چہ نہائے  
کشتی ضرور ساقہ رہے تیرے اسے فخر  
بے قصد بد سے بھی کبھی ہوتا کارنیک  
دعویٰ بہت تھا سنگینی کا حضور کو  
اللہ نے جذب میری تربیہ کا خرچہ سے  
اعلیٰ کو کیوں نہ صحبت ادنیٰ سے موحذر  
یوسف سے بھی سوا کسی سے نہ کام تیرے  
پے داغ عشق ارض سوتا آسمان و کن

کائنات بچھائے ہیں یہ محبت کی راہ میں  
ڈوبے نہ تخریم کرم بادشاہ میں  
شب کو چراغ خول حیات میں راہ میں  
کیوں دل پر دے کیے بیٹھے ایک آہ میں  
تاثر میں دوڑی آتی ہیں آغوش آہ میں  
دیکھا کبھی نہ پر تو غور شہید چاہ میں  
دوبارہ ہوا چاہ زرخیزاں کی چاہ میں  
ابھی میں فلس ہو تو کلف جو نہ میں

بے نقش دل یہ صورت توحید اسے امیر  
ہوں مجھ ذکر اشہد ان لا الہ میں

ہوں زار اس قدر کہ تری جلوہ گاہ میں  
میں جلوہ گزشتہ ازمے رود آہ میں  
وہ توڑاے فلک ہر سے تیرا آہ میں  
کچھ سے ہر رواج کو کشکول دیو دیا  
آہ اس دہن سے نکلا تو کیونکر حسیں ہو  
سایہ پڑا مگر سے بخت سیاہ کا  
افعال نیک کیلئے اچھی جگہ بھی ہو  
آتے نہ سے حیا کو یہ ہر رات نسل کی  
دیوانہ تیرا آتا ہر لڑاں میں اہل شہر  
کیوں نسل رخ نہ ہو خط سیر ہو پسند  
اہل زمانہ بنکے بگڑتے ہیں کیسے جلد

چھپ جاؤ نگاہیں پردہ گرد نگاہ میں  
یہ تو چھپتے ہیں کوئی ابر سیاہ میں  
چاہوں کہ تو رختے ہوں سپر ہر راہ میں  
ہو فقر کا نہ جو دل بادشاہ میں  
بخارے ماہ میم جو مل جائے آہ میں  
یہ تیرگی نہ تھی تری زلف سیاہ میں  
سے بیچے تو جوں کے کسی خالق آہ میں  
کیا کام عزیز کا ہر تری جلوہ گاہ میں  
رستم کی دھاک سے ہو نزل سیاہ میں  
پھولوں کی ہلکڑی ہو خوشبو گیہاں میں  
ہو ماہ کو زوال و کمال ایک راہ میں

ہم رہو ان عشق کو محشر کا خوف کیا  
زلفوں کی آڑ میں نہیں کرتے وہ چٹکیں  
کیا کچھ قدر ساغر تجریشہ کی وہ چشم  
تو نے تو اسے سیاہی شہنائے تار جگر  
اترے جو نشہ تو بہ کریں تم شراب سے  
آئے وہ گور پر ہوئے دفن ہم تیر

جاگے نصیب ہوئے اگر خواب گاہ میں

کس کام کی ہو آنکھ تیرے جزوہ گاہ میں  
ہیں شوخیاں یہی جو تہاری نگاہ میں  
خواب کی تیغ کو سمجھا پڑھی نماز  
فریاد کس سے تیرے سوا اے احل کریں  
چہرہ دکھا جو حسن کا شاہد ہے آئینہ  
اس ترک بچکلہ یہ اٹھیں کس نے اٹھکیا  
دیکھو جہاں کے آنکھ تو دیکھو رقیب کو  
برگشتہ بخت وہ ہوں جو منزل چاہا کبھی  
کوچے سے تیرے اٹھکیا شاید ترافیق  
اعضا تمام صوم میں رہتے ہیں روزہ دار  
پست دہلند دائرہ عشق میں نہیں  
جو راست رہو ہی جو دین رسول پر  
غواص آئیں بحر سے موتی نکالنے  
یوں روئے یار دیکھ کے مخرج دل ہوا

کیا احتیاج تیغ تراشائے ماہ میں  
بجلی گرے گی چار طرف جلوہ گاہ میں  
پہنچا میں قتل گاہ میں یا عید گاہ میں  
ساتھی ہمارے چھوڑ گئے ہمکار گاہ میں  
قرآن ضرور چاہیے دست گواہ میں  
انما زماہ نو کا ہے طرف کلاہ میں  
چھریاں بھری ہوئی ہیں تیرا ہی نگاہ میں  
گہرا دھڑ دھڑ سے بگڑیوں نے لہ میں  
کلتی سی اک پڑی ہوئی دیکھی جزوہ میں  
روزے ہزار رکعت میں ہم ایک ماہ میں  
پائیں دھڑرایک جو اس بار گاہ میں  
ہوتی ہے کوئی راہ غلط شاہرہ میں  
پر تو اگر پڑے ترے دانچ کا چاہ میں  
ہو جائے جیسے چاک کتاں نور ماہ میں

مقراض دونوں پانوں میں وحشت کے چوٹ ہیں کچھ ماندگی سے کام نہیں قطع راہ میں

نشہ کے ڈور سے یار کی آنکھوں میں ہیں آمیر

یا چند سرخ پوشیں مکان سیاہ میں

وہ تہمتا ہی نہیں میں داد خواہی کیا کروں کیسے آگے جا کے سر چھڑوں الہی کیا کروں

بھگدا کو دے تہ تکلیف حکومت اسے ہوں چارونکی زندگی میں بادشاہی کیا کروں

رشتاک دیکھو غیر میرا محضر خوں دیکھ کر سوچتا ہوں اس میں اپنی گواہی کیا کروں

دھو تے دھو تے آنسوؤں سے ٹپک رہی ہیں سفید بخت بد جاتی نہیں تیری سیاہی کیا کروں

بچہ کو ساحل تک خدا پہنچائے گا اے ناخدا اپنی کشتی کی یاں تجھ سے تباہی کیا کروں

نزع میں آنکھیں ملا کر یار نے مجھے کہا اب تری آنکھوں میں ہو کہ نگاہی کیا کروں

ترک لذت سے جدائی میں زباں و آشنا بادۂ صاف و کباب سر و دماہی کیا کروں

شوق کہتا ہو ہنس جاؤں گا میں کبے میں جلد راہ میں بتجانہ پڑتا ہے الہی کیا کروں

کل گیا تھا پیش زبانی سوچتا ہوں دلیل راج خدمت پر مغال میں عذر خواہی کیا کروں

فرض کر دم آہ ترک کشتی کو تم کے ہیں رشتاک چھپ نہیں سکتا ہو لیکن رنگ گاہی کیا کروں

وہ مرے اعمال پر روزِ نشیب واقف ہیں امیر

پیش خالق ادعائے یگنا ہی کیا کروں

گلے میں ہاتھ تھے شب سہری راہیں تھیں سر ہوئی تودہ آنکھیں وہ بنگا ہیں تھیں

بھل کے چہرے پر میدان صاف نہلنے کیا کبھی وہ کوچہ تھا الیا کہ بند راہیں تھیں

فرق میں ترے عاشق کو جاکے کل دیکھا کہ وہ تو بیچ تھا کچھ اشتاک تھے کچھ آہیں تھیں

بلوے اب میں پیرِ غربت ہو گواہ شاہاں پر سروں پر تیرے جلو میں کبھی سیاہ ہیں تھیں

ہزاروں لوٹ گئے کل اٹھتی جودہ چلن خدناک موئے مرزہ بچیاں بنگا ہیں تھیں

کیا یہ شوق نے اندھا مجھے نہ سوچھا کچھ وگرنہ رابط کی اس سے ہزار راہیں تھیں



یہ ضعف ہو کہ نہکلی نہیں ہیں ابدل سے  
 جگر میں بحر کی گونج رہی تھیں پچھائیں  
 پہنچ گئے سر منزل چلے جو چال نئی  
 فلک کے دور سے دنیا بدل گئی درنہ  
 یہ ضعف اب ہو کہ ہلنا گراں ہو قدموں کو  
 مشاعرے سے حسین کیونچیں لچھائے  
 حسین زمر کے میں طالب کہ اب میں گرد امیر  
 غریب ہم تھے قویہ پیادہ تھا نہ چاہیں تھیں

جب کبھی اُسکو نئی شان سے ہم دیکھتے ہیں  
 داغ سے بڑھکے نہیں دل میں کسی کا جلوہ  
 ہو پری تو نہیں پریوں کی مگر جو تجھ میں  
 ضعف کا پاس کرے دست جنوں کے مروت  
 ہو اگر طالب مقصود تو مٹ جا ابدل  
 حشر میں ہاتھ سے رضوان کے اُسے بھی نصیب  
 منظر خاص تجھے حق نے بنایا ہے صنم  
 گردابہ وہ ہو منہ لال ہو چوں ہو پھری  
 جب نظر بندہ نوازی پہ تری جانی ہے  
 دل یہ کہتا ہو بدخشاں میں شفق پھولی ہو  
 خاک پر پائے ہیں غلطان سے حرکت سبب  
 بار بار آتی ہو ذلت اُس ریخ روشن کیطون  
 ہو کہیں لالہ و گل اور کہیں شمس و قمر

دل ہی واقف ہو جس ارمان سے ہم دیکھتے ہیں  
 گھر کی رونق اسی ہواں سے ہم دیکھتے ہیں  
 انس تجھ کو بہت انسان سے ہم دیکھتے ہیں  
 یہ بہت دور گریبان سے ہم دیکھتے ہیں  
 نفع حیراترے نقصان سے ہم دیکھتے ہیں  
 ذلتیں جو ترے دربان سے ہم دیکھتے ہیں  
 شان اس کی تری ہر تان سے ہم دیکھتے ہیں  
 آج اُنھیں اور ہی سالان سے ہم دیکھتے ہیں  
 مور کو بڑھ کے سلیمان سے ہم دیکھتے ہیں  
 سرخ جب ہو ٹھٹھ ترے بیان سے ہم دیکھتے ہیں  
 جو گھر دور ترے کان سے ہم دیکھتے ہیں  
 رابطہ کافر کو مسلمان سے ہم دیکھتے ہیں  
 ہر جگہ تم کو نئی شان سے ہم دیکھتے ہیں

کنہ باری کو پہنچ جائے دلا فکر سے تو یہ تو باہر ترے امکان سے ہم دیکھتے ہیں  
ہر طرف اپنی ہی صورت ہمیں آتی ہو نظر آئینہ خانہ میں حیران سے ہم دیکھتے ہیں  
کیا سواری کسی قاتل کی پھری مقتل سے لاشے آتے ہوئے میدان سے ہم دیکھتے ہیں  
کچھ ہمیں سے نہیں کاوش ہو حسیں کو امیر

چھتر پریوں کی ہر انسان سے ہم دیکھتے ہیں

تیغ جلاو کو ارمان سے ہم دیکھتے ہیں موت کو اپنی عجب شان سے ہم دیکھتے ہیں  
اب بھی قاتل تھے ارمان سے ہم دیکھتے ہیں زیرِ خنجر بھی اُسی آن سے ہم دیکھتے ہیں  
دیکھتے تھے رخِ امید کو جس حسرت سے یاس کو بھی اُسی ارمان سے ہم دیکھتے ہیں  
سنگِ حالِ دلِ عشاقِ کاسِ کان سے وہ صاف اُڑا دیتے ہیں کمان سے ہم دیکھتے ہیں  
آنکھ آئینے سے کیوں اُٹھی پھری تھی و کیا یہ سمجھے ہیں کہ حیران سے ہم دیکھتے ہیں  
مدح کرتا ہے جو تو میر کی دانائی کی پہرِ دلِ منہ کو ترے نادانِ سہم دیکھتے ہیں  
شکلِ آئینہ بنایا ہے ہمیں حیرت سے دیکھتے ہیں جسے حیران سے ہم دیکھتے ہیں  
شک یہ ہوتا ہو کہ حلقے میں ہوائی کے بھینا رلف لپٹی جو ترے کان سے ہم دیکھتے ہیں  
جان باقی نہیں گودل میں ہماری لیکن تجھ پہ قریاں اُسے سو جانتے ہیں ہم دیکھتے ہیں  
خطِ نمایاں بھی کرتا ہو کبھی خال وہ رخ رونماک مجرہ قرآن سے ہم دیکھتے ہیں  
بھگیا جی غمِ دلدار سے شاید ایدل کچھ کشدہ تجھے بھمان سے ہم دیکھتے ہیں  
رشک ہوتا ہو کہ شاید ہو تمہارا عاقبت تنگ اینجان جسے جان سے ہم دیکھتے ہیں  
ساغرِ بادہ بھی ہو جامِ جہاں میں ساتی سیرِ عالم ترے احسان سے ہم دیکھتے ہیں  
جی میں آتا ہو کہیں ہاتھ کلائی سے ظلم جب الگ اسکو گیرا بی سے ہم دیکھتے ہیں  
ہو گیا میل کچھ آہیں کہ اب غیرِ دل کو جھاک کے ملے ترے دربان سے ہم دیکھتے ہیں  
لحونِ داؤد سے آہن جو ہوا موم تو کیا دل کو پانی تری ہر تان سے ہم دیکھتے ہیں

عرش کا حال دل صاف سے آتا جو نظر رخت بام کو دالان سے ہم دیکھتے ہیں  
دور بینی کہیں کیا چشم بصیرت کی امیر  
صاف سیر قدم امکان سے ہم دیکھتے ہیں

رخت یہ سے گو کہ گلیم گداہوں میں  
صحرائیں مثل موج ہوا کہ نماہوں میں  
داگرہ چشم دل صفت نقش پارہوں میں  
مطلب جواب اپنے کے عاشقوں کی لب  
اس انقلاب ہر شام ہوا کیوں مجھے  
دشت میں گو کہ قیس سے بڑھ کر قیس مگر  
افتادگی میں اس سے نہ کچھ جدا تھے  
محنت یہ کی کہ فکر کا ناخن بھی گھس گیا  
اس دل کا قبلاہوں جو رکھتا و داغ عشق  
کشتہ کیا ہے مجھ کو محبت کے جوش نے  
آغوشائے تن کو بلکہ ہے زخموں کا اشتیاق  
کہتی ہے ہر ایک تری زلف دراز سے  
رہوا پڑے جو آپ تو میرا قصور کیا  
زندہ کیے ہیں میں نے دل مردہ سیکڑوں  
مقتل ہو میری جان کو وہ جلوہ گاہ ناز  
لذت ہے آب تیغ میں آب حیات کی  
شاہوں کے سر پہ سایہ بال نماہوں میں  
دو با میں نقش آب کی صورت قابل میں  
ہر رگدڑ میں راہ تری دیکھتا ہوں کیا میں  
وہ بت مجھ کے بول اٹھا کیا خدا ہوں میں  
نقش ہزاروں مٹ گئے میں تیرا چاہوں میں  
اتنا کہو گا ایک وہ تھا دوسریں میں  
سایہ صفت قدم قدم زہر پاہوں میں  
عقدہ یہ آج تک نہ کھلا کچھ پیکار پاہوں میں  
پروانہ چراغ حریم خدا ہوں میں  
مذہب و خیر نگہ آشنا ہوں میں  
آہن و تیغ یار تو آہن بابا ہوں میں  
چھوٹے سے قد پر میرے نہ جانا لانا ہوں میں  
جو کچھ کیا وہ دل نے کیا بیخیا ہوں میں  
فیض سخن سے علمی مجھ نماہوں میں  
دل سے ادا یہ کہتی ہو تیری قصا ہوں میں  
زندہ زبان خضر ہوں گو کہ چکا ہوں میں

مانند سبزو اس چمن دہر میں امیر

بیگانہ دار ایک کنارے پڑا ہوں میں

دامن سے لوگ اسکے اکثر گئے ہوئے ہیں  
 کیونکہ نہ سوں نگاہ میں تامل کی تیز آہنی  
 نکلیں گے حشر کے دن ہم ناواں کیونکہ  
 کیا دیکھے عاشقوں کے وہ داغدار سینے  
 یارب جو کس کی آمد جو شہر میں پوشادی  
 چاہی جو میں نے عجلت بلا لگائی قاصد  
 کیا حال دل چھپاؤں جاسوں کی بکری  
 نائے وہ باری باری عشاق کے پڑھنے  
 میں جانتا ہوں بلبل جو بتری حقیقت  
 کیا کیا اذیتیں ہیں شرکاء کی یاد میں بھی  
 بڑھتا ہوا آبرو میں کیا آندوں سے سر  
 ہر حکم یار کوئی میری طرف نہ دیکھے  
 کو بچے میں بکریوں کے بستر گئے ہوئے ہیں  
 تیلے کی سان پر یہ خنجر گئے ہوئے ہیں  
 قبروں کے منہ پہ بھاری پتھر گئے ہوئے ہیں  
 چھوڑی کشمیں میں زور لگے ہوئے ہیں  
 صندوق کے آج چھاپ گھر گئے ہوئے ہیں  
 ارجاؤں کس طرح میں کیا رہ گئے ہوئے ہیں  
 اندر گئے ہوئے میں باہر گئے ہوئے ہیں  
 عجلت سے کچھ نہ ہو گا لمبر گئے ہوئے ہیں  
 اک مشت استخوان میں دیر لگے ہوئے ہیں  
 ایک ایک رگ میں سوؤں شکر گئے ہوئے ہیں  
 کون ایسے لعل تھیں گوہر گئے ہوئے ہیں  
 یہ استہاراب تو گھر گھر گئے ہوئے ہیں

نہ بے نوا لگا کو پوچھے امتیر وہ کیا

شاہوں کے اس گلی میں بستر گئے ہوئے ہیں

جب خور و چھپاتے ہیں عارض نقاب میں  
 بے قصد کھ دیا ہو گلہ اضطراب میں  
 بجلی چمک رہی ہے فلک پر حجاب میں  
 اللہ سے میرے دلی ترپ اضطراب میں  
 جہان کے ساتھ کھانیکا ہوتا نہیں اب  
 لبہ برق تو ذرا کبھی تو جی ٹھہر گئی  
 ملے کا وعدہ منہ سے تو اسنے نکل گیا  
 کہتا ہوں حسن میں نہ رہوں گا حجاب میں  
 دیکھوں کہ کیا وہ لکھتے ہیں شکر جواب میں  
 اب دخت و نکو چین کہاں ہو حجاب میں  
 گہرا کے گدی میں لگے لینے وہ خواب میں  
 ہم تم کہاں کھائیں تو کہ خراب میں  
 یاں عمر ٹ گئی ہو اسی اضطراب میں  
 پوچھی جگ جو میں نے کہا نہیں کے خواب میں

## مرآۃ الغیب

دو کی جگہ دیئے مجھے بوسے بہک کے چار  
 قاصد جو تول و فعل کا کیا انکے اعتبار  
 ترغیب میرے قتل کی دوا کو بعد سو  
 سیکھے ہیں دلیں کیا جو یہ گرا دہوا میں ہیں  
 بکھا رہی تو جو غیبت پیر مغال حلال  
 خوشخوار ہو وہ مست لے گا بڑا مزہ  
 کام آئی کیسی ظلمت عصیاں بروز حشر  
 دکھا کیا جو دفتر آفاق بعد جمع  
 منظور قید و قتل جو ہو حکم دیجئے  
 دامن میں آئے خون کی پھینیاں پس آبر

بہل سے پاس ہونہ سکا اضطراب میں

قاضی بھی اتنا آئے ہیں بزم شراب میں  
 چاہا بی خط نے اسکے رہنے آفتاب میں  
 دامن بھرا ہوا تھا جو اپنا شراب میں  
 رکھایہ تم نے پائے خنائی رکاب میں  
 تیر دغا نشانے پہ کیونکر نہ بیٹھتا  
 وہ ناواں ہوں قلم آہن ہو وہ فحش  
 حاجت نہیں تو دولت دنیا سے کام کیا  
 مثل نفس نہ آدم شد سے ملا فراع  
 سرکش کا ہر جہاں میں دوران سر آں  
 چاہے جو حفظ جان تو نہ کر اقرباے قتل

ساقی ہزار شکر خدا کی جناب میں  
 سورج کہن پڑا شرف آفتاب میں  
 عشر کے دن بٹھائے گئے آفتاب میں  
 یا بھول بھردیئے طبق آفتاب میں  
 کچھ زور تھا کمان سے سوا اضطراب میں  
 کر دے جو کوئی بند مکان جناب میں  
 بھٹتا ہی تشنہ دام فریب شراب میں  
 جیتک رہی حیات رہے اضطراب میں  
 کیونکر نہ گرد باد رہے تیر آفتاب میں  
 کب سو کھتے ہیں برگ شجر آفتاب میں

دل کو جلا تصور حسن بیچ سے  
ہوتی ہے بے فکر کوئی لذت کباب میں  
ڈالی ہیں نفس شوم نے کیا خرابیا  
موزی کو پال کر میں بڑا کس عذاب میں  
الشر سے تیز دستی مڑگان رخنہ گر  
بیکار بند ہو گئے ان کی نقاب میں  
چلتا نہیں جو ظلم تو عادل کے سامنے  
شیدیاں ہر پردہ حکم میں ہدی جگایا  
کچھ رلٹا حسن و عشق سے جائے ٹھہریں  
نبیل بنے جو بلیلا اٹھے گلاب میں  
چوے جو اس کا صحنہ مژدہ نکلیں  
مار عذاب بھی ہے طریق ثواب میں  
ساقی کچھ آجکل سے تہیں بادشہ ہیں بند  
اس خاک کا خمیر ہوا ہر شلب میں  
فریت میں میرے دیکے ڈرائی کے واسطے  
شعل جو برق کی کف دیو حباب میں

جب نامہ بر کیا ہے کہو ترکواے امیر

اس نے کباب پیچھے ہیں خط کے جواب میں

راست کہاں ہوا آنکھوں جو بیچ و تاب میں  
دیکھانہ پائے موج کو کفش حباب میں  
ساقی سچ وقت ہر زم زم شراب میں  
دیتا ہر بھر کے مے قدح آفتاب میں  
دیا ہے حل یہ مسئلہ ہر قسم جا بیٹے  
دیکھو ملا صدف میں خلا ہر حباب میں  
دل صاف ہو تو شمشکش دہر کیا کرے  
شعلہ ہر کپڑے میں کی طرح بیچ و تاب میں  
دنیا بھی دین ہر جو ہو لذت بشر سے ترک  
کیوں ہو حرام نشہ نہو جس شراب میں  
مردہ جو اہل دل ہوں تو زندہ انھیں سمجھ  
عارف کی آنکھ ریتی ہر دیدار خواب میں  
دیا میں ہو گیا ہر نہانے سے انکو عشق  
ستا ہر نقش حب کا اثر نقش آب میں  
خطا اس کے روئے صاف نہ نکلا غضب  
ماند ماہ داغ لگا آفتاب میں  
رکھ دیکھ بعد مرگ بھی میرے گلے پر تیغ  
طاقت ہر جذب آب کی مردہ حباب میں  
دکھلاتے ہیں وہ وقت اگر کہ مجرہ سیخ  
ہو ٹٹوں سے جان پڑتی ہر رخ کباب میں  
پردہ انہیں ہو ہم کو اگر میں قفس میں بند  
صیاد سیر باغ کی کرتے ہیں خواب میں

پیری میں یہ جھکی ہوئی پلکوں کا حال جو دیواریں جیسے ہوں مکانِ خواب میں  
 لکھا ہو میں نے دیدہ گریاں کا اپنے حال حجاب جابے کوئی کاغذ کتاب میں  
 میخانے میں جو آئے تو ناصح رہے خوش دم مارنے کی جا نہیں انسان کو آب میں  
 پیاسوں کو خاک سیر کر گیا یہ آسمان چشمہ تو ہے پر آب نہیں آفتاب میں

زاہد کو فیض صحبتِ زنداں سے کیا اتیر

عالم کبھی ندرہ کے ہو کھڑا کتاب میں

خیر کھف جو اپنے قائل کو دیکھتے ہیں دل ہم کو دیکھتے ہیں  
 داماندہ دور سے یوں منزل کو دیکھتے ہیں کشتی شکستہ جیسے ساحل کو دیکھتے ہیں  
 ہر چند ماندگی نے ہم کو بٹھا دیا ہو صد شکر دور سے تو منزل کو دیکھتے ہیں  
 آنکھوں کو بند کر لیں خالق سے لو لگائیں کیوں غرق ہو نواے ساحل کو دیکھتے ہیں  
 شوقِ نیکارہ دیکھو پٹی ہوئی جو عنکبوت آنکھیں ہیں بند لیکن قائل کو دیکھتے ہیں  
 پروا نہیں جو آنے پاتے نہیں شمعِ بھر ہم خواب میں تمہاری محفل کو دیکھتے ہیں  
 کیوں منہ بنارے ہو بوسے کے مانگنے پر خوش ہوتے ہیں سخی جہاں کو دیکھتے ہیں  
 لیلیٰ کو دیکھ کر جو بخود نہیں ہوتے ہیں ناتے کو دیکھتے ہیں محل کو دیکھتے ہیں

دنیا امیر ساری ہے محفلِ شایخ

دینا و جہاں اس پر جس دل کو دیکھتے ہیں

شمشیر ہو سناں ہو کسے دہل کسے دہل اک جانِ ناتواں ہو کسے دہل کسے دہل  
 ہماں ادھر ہماں ادھر ہے سگِ حبیب اک مشتِ استخوان ہو کسے دہل کسے دہل  
 دربانِ ہزار اسکے ہماں ایک نقدِ جلال مالِ اسقہ کہاں ہو کسے دہل کسے دہل  
 بلبل کو بھی جو کھپو لٹکی گانچیں کو بھی طلب حیرانِ باغبان ہو کسے دہل کسے دہل  
 سب چاہتے ہیں اس سے جو وعدہ وصال کہتا ہو اک زباں ہو کسے دہل کسے دہل

شہزادے دخت رز کے ہزاروں میں ایک نگار  
چپے مشد مغال ہو کسے دلوں کے مندوں  
یار و نگو گھما ہو بسے کی غیر و نگو بھی طلب  
شش دروہ جان جان ہو کسے دلوں کے مندوں  
دل تجھے مانگتے ہیں ہزاروں حسیں امیر  
دل تجھے مانگتے ہیں ہزاروں حسیں امیر

گفتا یہ ار مغال ہو کسے دلوں کے مندوں

تصور ایک بحر حسن کا یوں ہو مرے دل میں  
رواں رہتا ہو دریا جسطرح آغوشِ ساحل میں  
ہوائے زلفِ جاناں نے نہ پھر ڈامر کے بھی بچھا  
قیامت میں بھی ہم جگہ سے ہوائے سلاسل میں  
شرابِ سرخ خیشے میں نہیں بے یارائے ساقی  
بھرا ہو خونِ لعل یہ گلوئے مرغِ نسیم میں  
قمنائے شہادت میں نہ مر گویا ہوئی را  
تریا حالِ ذوق دیکھا تو ہم کو یہ خیال آیا  
فرشتہ بھی جگہ ہو قید زہرہ چاہو باہل میں  
کیا جو ہر تجھے جسمِ نکھر کر رو برد آیا  
بجائے تیغِ آئینہ ہو لازم دستِ قاتل میں  
وہ صحرائے ہستی کو یہ آسانی سے کاٹے گا  
جگہ تربت ہی کی تھوڑی ملے بعد فنا جو  
یہ کسکے نوکِ مژگان کا تصور آنے والا ہے  
نکالے رنگ گو جاہل نہیں پر قاتلِ سعیت  
ترہیتے ہیں کہ شوقِ محکم میں یہ قہس کہتے ہیں  
یہ کیوں گھبرا رہے ہیں کچھ سبب کا نہیں کھلتا  
چھری کو تیرے اے حیا و ابتکافِ قیاری ہو  
تقا ضاحاںِ شکاری کا یہ ہمایا نہ ہو اسکو  
ہزاروں قہسِ مشرب ساتھ پھرتے ہیں بلا نہیں  
کبھی غمزہ اگر تیغِ جنگ کو روک لیتا ہے  
جہاں ظلمت تھی میرے گھر شبنمِ قوتِ مٹانی



بمشکل ضعف میں پہنچا ہوسا ایشیا ریتیک  
جمانے دے قدم اے درہ پہلو کوئے قاتل میں  
عروس مرگ تیری تیغ کا منہ جو لمبتی ہو  
نکلے گی ہو لگا کر جب یہ غوطہ خون بسیل میں  
نکل جائے ترا تیرا کے پہلو سے یہ کیا ممکن  
ایسی اے ترک آفتی جان باقی ہو مرڈا میں  
ایترا تیرا تک نہیں کھلے جو اس کی تیغ کے جوہر  
توقفت کیوں ہو کیا منہدی لگی ہو شہ قاتل میں

کسی زہرہ شمائل کا قصور ہو مرے دل میں  
نغمہ باقر کا ہو گذر خود شہد منزل میں  
قدم رنج تو فراو کوئی رہنے نہ پائے گا  
نکلے گی میں کی جتنی آندہ میں مرے دہیں  
رہ چکی خواب اے قاتل غضب کا رنگ لا لگی  
لگائی ہو جو منہدی میں اسکو خون جل میں  
نہایت پائی مہنے بے نیاز کی تیرا سائل میں  
نکل بھی اے محل سے تو پھر لگی ہو محل میں  
دوئی اٹھ جائے تو جھکنا کہاں شیخ و عرب کا  
بت آئیں سجدہ کرتے شوق سے اس کوہ دہیں  
تو پتا ہو دل صبا دہی اس کے تڑپے پر  
قیامت کا اثر ہو اضطراب مرغ بسیل میں  
یہ بیمار سی محبت کی کوئی نیرنگ ہو ایدل  
جہاں آسپا سجاد رو دو دنا ہو گیا دل میں  
دہان زخم نے کس کس مرے سے اسکو چوہو  
لب شیریں کی لذت ہو زبان تیغ قاتل میں  
حیدر اوتی نہیں کہوں سے قاتل زور کرتا ہو  
زبان تیغ نے لذت یہ پانی خون بسیل میں  
ذرا محفل سے ہٹ کر خاک اڑا اڑے ادب محفلوں  
خیال اتنا تو کرنا چاہئے ہو کون محفل میں  
کرامت ہو کوئی ساقی کہ تیری چشم بسکوں ہو  
چھکایا ایک پیانے سے تو نے نہ کو محفل میں  
لگا کر داراد چھا بھرنہ دیکھا اس طرف ہم نے  
تقاروتی رہی بھٹی ہوئی پہلو بسیل میں  
اجازت چاہتی ہو کس سے پروا لوں آئی  
کھڑی ہو عرض بگی کی طرح جو محفل میں  
نہ آمادہ ہوا ہو کوئی غمزہ اسکا شوخی پر  
انہی خیر بھلی سی بھلتی ہو مرے دل میں  
امیر اسکی بھلی گاہ ہو دیا جو آنکھیں میں  
دہی گل ہو گلستاں میں دہی جو محفل میں

بے حجابانہ اگر وہ لب آب آتے ہیں  
 اشک آنکھوں میں مرے گرم شتاب آتے ہیں  
 یاد وہ دلوائے عہد شباب آتے ہیں  
 پی کے لئے جذب یہ پھر رند کا بڑھ جاتا ہو  
 اس طرح مجلس زہاد میں جانا ہو نہیں رند  
 بے خبر دیکھ کے مردوں کو یہ ہتھیار میں  
 جو تہ گنبد تسلیم در ضابطہ رہے  
 سر پہ دار سے رند ننگے دی خال نزار  
 صفت شاہ سحر جو تری محفل سے ہو دور  
 موت آتی ہو کراتی ہے سواری انہی  
 مرگ کے بعد نہ آئیں گے کبھی ہم انھیں یاد  
 غیر منہ پر نہ چڑھے کھینچتے ہیں ہم نالے  
 سوزش دل سے یہ جلتی ہیں ہماری آہیں  
 ہجر ساقی میں کبھی دل کبھی جلتا ہو جگر  
 رشتہ وصل کی یاد آتی ہر آن بجا نہیں ہوتی  
 یہ تھنا ہو کہ ادا آپ کی سبحان اللہ  
 نہیں جاتے کبھی پیری میں جوانی کے خیال  
 کرتے ہیں ہجر کے پیغام مراد دل دھمی  
 عمل بد جو ہوئے ہم سے سیر کاری میں  
 کیوں نہ ہو دیدہ تر یار کو رحم آہی گیا  
 دھیان بچا جو بڑھے کی ہم آوازی کا

شوق دیدار میں آنکھوں سے حجاب آتے ہیں  
 شہسواران عدم یا بہر کاب آتے ہیں  
 جوش کیا کیا ہمیں نہنگام خضاب آتے ہیں  
 ار کے صفحہ تک صفت مرے کباب آتے ہیں  
 متقی جیسے سوئے بزم شراب آتے ہیں  
 جو یہاں آتے ہیں موت کے خواب آتے ہیں  
 غیب سے آنے سوا ان کے جواب آتے ہیں  
 تادہ گور جو ہمراہ رکاب آتے ہیں  
 موت کے ان کو پسینے دم خواب آتے ہیں  
 کئی حیلاد بھی ہمراہ رکاب آتے ہیں  
 جن حسنیوں کے قصودم خواب آتے ہیں  
 کہو ابلیس ہے تیر شہاب آتے ہیں  
 اشک منہ پر صفت اشک کباب آتے ہیں  
 طرح سے مرے حصے میں کباب آتے ہیں  
 عش پہ عش جگر کی شب میں ہم خواب آتے ہیں  
 صف آئشی جو سجہ میں خراب آتے ہیں  
 صبح کو یاد مجھے رات کے خواب آتے ہیں  
 تیر آتے ہیں کہ ناموں کے جواب آتے ہیں  
 گوڑ میں بنکے دی مار عذاب آتے ہیں  
 خوب چھینٹے تھے اے خانہ خراب آتے ہیں  
 ایسے نفع تھے کہ کب مرے کباب آتے ہیں

پاؤں تلکتے ہیں کوئی بحر جہاں میں اُسکے  
سراٹھائے ہوئے جو خمل جہاں تے ہیں  
جوش و حشت مجھے ہر سال بناتا جو ان  
جب بہا آتی جو ایام شباب آتے ہیں  
بہتر ہے کوچے میں آئے تو کس کون گناہ  
لوگ تجھے میں بے کسب کو اب آتے ہیں  
حال افلاک دل صاف میں آئینہ جو  
ایک قطرے میں نظرسات جہاں تے ہیں  
دھیان بند عتاج جو اس عارض کیسے کا آئینہ  
متصل تھانے مشک و گلاب آتے ہیں

عینک ہوں خواہ آئینہ اسے شیک لاپہوں  
جیسا ہوں پیش چشم ہوں پیش نگاہ ہوں  
باد صفت بخت تیرے میں روشن نگاہ ہوں  
سرمد ہوں کہ سر نہ پیشم سیاہ ہوں  
منکر ہو میرے قتل سے قاتل کو درخشاں  
لوے زبان تیغ کہے میں گواہ ہوں  
کرد نیلے اشک گرم مرے جھک رو سپید  
گو رو سیاہ ہوں نگراں سیاہ ہوں  
حوص و ہوا کو حد جہاں سے نکالہ دیں  
دو دن کو میں جہاں میں آگ باؤ شاہ ہوں  
ہفتے میں ایک دن تو مرے گھر میں آئے  
امید دار مرحمت گاہ گاہ ہوں  
رہتا ہر صبح و شام گناہوں کا سامنا  
خارج ہوا ہے ہوں تو کبھی عذر خواہ ہوں  
غیر از چراغ غول نہیں کوئی پیش دہیں  
تاج تہاں نہ مجھ میں نہ عقل خواہ ہوں  
کہتا ہر روئے یار یہ خط سیاہ سے  
شکل آدمی کی صورت مردم گناہ ہوں  
لاغر یہ عشق موئے کر نے کیا مجھے  
تو ہالہ ماہ کا جو میں ہالے کا ماہ ہوں  
دست کشادہ ہے سب تلکی معاش  
پنہاں نگاہ خلق سے میں مثل ماہ ہوں  
اس قلم جہاں میں سفینہ حیرت کا ذات  
دریادلی سے اپنے میں بخوش جاہ ہوں  
رکھتا نہیں بے فرق سرور انجن  
سارا جہاں ہو غرق اگر میں پناہ ہوں  
مد نظر ہے صاحب جو ہر کا کچھ کو حفظ  
گو یازبان خامہ ضعیف الہ ہوں  
مثل نیام تیغ کے حق میں پناہ ہوں

روئے رسول کا ہے اگر بارگاہ حق

میں بھی امیر خاک دربار گاہ ہوں

خیال لب میں ابریدہ ہلکتے ترہتے ہیں  
خدا کے ہاتھ بختیوں میں ابوابِ اُلوہی  
ڈبو گئی یہ آنکھیں بادلوں کو ایک جھنڈے میں  
جہاں اُن ابروؤں میں ایک گئے لاکھوں  
چھلے رہتے ہیں سے خوش رو و حُسنِ کافی  
جو ہم برگشتہ قیمت آرزو کرتے ہیں پانی کی  
غضب کا ابروؤں انشاں جو ابروئے قاتل بھی  
سمائے ابرینیاں خاک جگہ گریاں کی آنکھوں میں

دہاں میں سخت باتیں یاں امیر آئندہ آئیں

تماشا جو ادھر موقیٰ ادھر تھرہتے ہیں

عروسِ مرگ پہ جو دل نثار کرتے ہیں  
دہ شانہ بالوں میں کیا بار کرتے ہیں  
جو سیدھی طرح سے آنکھیں چا کر کرتے ہیں  
جوراء جیتے ہیں دل کے پانویں ہندی  
موتے پہ بھی تھدا پنی جو ختم نہ گس  
ہزار شکر گئیں بد گمانیاں ان کی  
مرے تونے تو خود لوٹے ہیں حضرت دل  
دل و جگر کو نکالو بھی میرے سینے سے  
میں مر کے خاک ہوا خاک ہوئی برباد

نہ شاخ گل جو مراد دل نہ دامن بخوار  
میں باد کش ہوں وہ وحشی کہ منجھے ساتی  
وہ صاف دل میں رقابت کا کچھ خیال نہیں  
طلسم گنج بھی آتا ہے جب نظر ہم کو  
کبھی بتوں سے جو تائبوں وصل کی خوش  
گلا نہیں جو اڑاتے ہیں تیغ سے ٹکڑے  
ظلم کے قصہ سے اور کیا ہمیں حاصل  
چلو امیر جلو تا کجا اقامت دہر

مسافران عدم انتظار کرتے ہیں

کیوں نہ ہوئی کہ خطر سو شوق بقیہ طور میں  
روزِ حشر السی صلیں ہو گئی دلِ محروم میں  
خاکساروں کی ہے ذلت دیدہ مخدوم میں  
ہم ہوں یا ہوں کوئی دیکھ سکتا ہو اسے  
کیا تماشا ہو اسے کچھ میں غافلِ جلتہ رنگ  
جو صلہ عالی اگر ہو ہر جگہ مزاج ہے  
گو میں چونکا کے یہ عبرت پکاری بار بار  
نزع کے دقت آدمی سے طے کیا کیا تھراؤں  
بت تراشوں پر پڑیں تھر کیا پھر جلوہ گر  
گھر بنایا ہے یہ کسکا تھرتن ہے بے ثبات  
شیخ کو تقدیر نہ جانو یہ بڑا نکار ہے  
اُن سے کہتی ہے حیا اترا جویر پاس تھا

مشکلیں بڑی ہیں سارا کج حجاب نور میں  
بھاگ کر ڈوبے گا دوزخِ چشمہ کا نور میں  
مال کیا ظرف گلی ہے مجلسِ فقور میں  
پردے حیرت کے پڑے ہیں جلوہ گاہِ طور میں  
جامِ صحنی رو رہے ہیں ماتمِ فقور میں  
دار بھی ہے شاخِ سدرہ دیدہ منصور میں  
ہو تیری شرطِ غافلِ شیعہ پور میں  
شام کو باقی نہیں رہتی سکتِ مزدور میں  
چھپ ہے تھبت خدا سے ڈر کے سنگِ گور میں  
جھوٹی ہے خاکِ عبرت دیدہ مزدور میں  
ساری دنیا چھوڑ بیٹھا ہے تلاشِ حور میں  
نور میں کھپ رہی ہوئی نگاہِ حور میں

محب کے لاکھ لاکھ احساں کہ خوشے کی طرح کھٹکتی ہوں گے سرنگار دینے انگوڑی میں

و اگر گردوں مخالفت غم نہیں مجھ کو اتیر

ہوں میں غل میں دامن شاہ ابوالمصور میں

چمکتے ہیں اعضا یہ گری ہو تین خود میں جاے ہنرم آفتاب جیتے ہیں اس نور میں

رنگ پر یوں کا حیدر اللہ اور جو اسع میں جو زمین د آسمان کا فرق ناز و نور میں

جان جاتی جو خیال عارض پر نور میں ڈوبتی جو میری کشتی چشمہ کافور میں

جہاندار اکرم میں سے کرے تیری کارہ آج ایسی آگنی طاقت ترے درجہ میں

اپنی طاقت کی چراچراچ تو خالق سے بشر پہلے تخت سے آجورہ سے کف زبور میں

جمع مال انسان تو کیا جو ان کو کرتا و تباہ شہد دلواتا ہے آتش خانہ زبور میں

فرش اسبق کی کچھ حاجت نہیں آباغیاں بادہ کش ہیں پڑ بیٹے سایہ انگوڑی میں

میں اگرچہ اول خشت سے آسمان پیدا کرے خار ہر غنچے میں جیسے بیش جو زبور میں

پتھر و اہل درد سے ہوتا نہیں تین کا ضبط اشک رہے ہیں باب دیدہ ناسور میں

سادیا کیوں و سبدم یہ ششادہ شادایت خون تن مستوں کا شاید بھر دیا انگوڑی میں

پتھر جو انسان کو محبت میں خدا آتا ہو یاد موت کا دھیان اکثر آتا ہو دل بخور میں

میر ہی بزم عیش میں رو دیا جو یہ جی کھو کر ایک قطرہ خون نہیں باقی تن طنبور میں

دانش سے جو سینیہ پر سوز عاشق کا فرغ گردہ نان آئینہ جو خانہ تنور میں

دارغ الفت کھائے جھاتی جوانی جو کوکبا چاہے شب بھر چراغ ایدل شب کوکب میں

راہن میں لاکھ بار اللہ اللہ کے بھانجا جو پھر درد شاید قید ہے میرے دل و رخور میں

عیب سلطان کیا ضرورت جو رعیت میں گئی لنگ ہی رہتے تھے کیا سب کشتور میں

ترک کو لذت اگر چاہے جہانیں عافیت شہد آتش سے سوا جو خانہ زبور میں

سب کو نگر خانہ خالق سے جھیل چکا کیا مری قیمت کی روٹی جل گئی نور میں

## مرآة الغیب

سینہ پر در میں کیا روح کو آرام ہو  
کون سویا چین سے ہمسایہ بخور میں  
کیسے سوئی لن ترانی کی صد اکسی اتیر  
حسن کے یزنگ تھے خلوت سرائے طور میں

بٹاؤ آئینہ اسید وار ہم بھی میں  
تہارے دیکھنے والوں میں یا ہم بھی ہیں  
تو آپ کے روح کی بھی جو حیرتوں میں  
کہ تیرے ساتھ دل بے قرار ہم ہیں  
رہے دماغ اگر اعمال پہ دور نہیں  
کہ تیرے کوچے میں مست غلام بھی ہیں  
کہو کہ تھکن چین ہم سے سرکش نہ کریں  
انہیں کی طرح سے بارغ و بھار ہم بھی ہیں  
ہمارے آگے ذرا ہو کچھ کے قدمہ سج  
کہ ایک فتنہ سدا بہر ہم بھی ہیں  
کہاں تک آئیں میں دیکھ بھال ادھر کچھ  
کہ اک نگاہ کے اسید وار ہم بھی ہیں  
شراب تھ سے لگاتے نہیں ہیں آزار پہ  
فراق یار میں پر ہیزگار ہم بھی ہیں  
ہمارا نام بھی کچھ لوجو ہے قلم جاری  
قدیم آپ کے خدمت گزار ہم بھی ہیں  
ہمیں گزری مری بڈیوں کے آٹھ پہر  
سگ آکے کہتے ہیں اسید وار ہم بھی ہیں  
ہو لڑکھڑا کے گزے تو قدم پہ ساقی کے

اتیر مست نہیں ہوشیار ہم بھی ہیں

چارا برد ہیں ترے حسن میں بہتر چاروں  
کیا باغی ہو کہ نہ صرع میں برابر چاروں  
کس گل ترکائیں کہتے تھا کہ مرقد پہرے  
بن گئے چار چین گوشتہ چار چاروں  
ایک دم حکم خدا مجھ کو فراموش نہیں  
دل پہ کھیں سما دی ہیں جو دفر چاروں  
کیا ہوا چار عناصر جو پریشان ہوئے آج  
دم میں ہو جائیں گے اک جادو شتر چاروں  
ہاتھوں پانوں کا بھر دسا تھا سو بھتی خاک  
ہو گئے مجھ سے جدا اٹائے تقدیر چاروں  
ابر مغز گاہ کی شب عرجو بارش ہے ہیں  
گھر کی دیواریں گرائے گما مقرر چاروں  
نہر و مشتری دشمن و مقرر وقت نثار  
گرد پھرتے ہیں ترے باندھ کے چکر چاروں

سندرسی کی کہاں فرقت جانا نہیں سید  
حد اصلاح سے اخلاط میں باہر چاروں  
حق تو یہ جو کہ ہیں تیرے دردوں کے گلا  
خسر و قیصر و داراد سکند چاروں  
خاک ہیں لعل و زرد ہوں کہ یاوت و عقیق  
ہوں غنی میری نظر میں ہیں یہ تجھ چاروں  
بطحی مادر بغل گور مکاں باغ بہشت  
اپنے بندوں کو خدا نے یہ دیئے گھر چاروں  
اے امیر احمد مرسل کے جو ہیں چار و زید

چار یاری ہوں مجھے ہیں یہ برابر چاروں

سہو اگسی سے اپنی کہانی اگر کہوں  
طاقت جواب دے کہ نہ بار و گر کہوں  
طول شب فراق کا قصہ نہ پوچھئے  
محشر تلک کہوں میں اگر مختصر کہوں  
قاصد یہ کوئے یار سے کہتا ہوا پھرا  
اپنی خبر نہیں مجھے کس کی خبر کہوں  
اے اہل دیر و کعبہ میں غماز کچھ نہیں  
جو اس طرف کی سنکے کسی سے ادھر کہوں  
سننے ہیں آپ سارے زانیہ کا درد دل  
کہیئے تو میں بھی قصہ سوز جگر کہوں  
شب کو کہو جو روز تم اپنی زبان سے  
سورج قر کو شام کو میں بھی سحر کہوں  
حاصل صفائے قلب جو آئینے کی طرح  
کیوں منہ پہ صاف صاف عینت کہوں  
وقفہ بہت قلیل جو حسن شباب کا  
بڑھ کر کہوں تو جلوہ برق شہر کہوں  
تشبیہ سیامت کی جو اے فکر چاہیئے  
گیسو کو شام چہرے کو اس کے سحر کہوں  
مردم ہوں میں لذت بوس و کنار سے  
کیونکہ نہ ان کو بے دہن دے کر کہوں

ہرگز نہ فرق آئے میری بات میں امیر

اک بار جو کہا ہے وہی عمر بھر کہوں

سخت دل پٹا ہے ناسخ آہ بے تاثیر میں  
کچھ نہیں حاصل جو یہ کہاں ہو ہوائی تیر میں  
ہو کے میری لاش نے پامال حسرت سے کہا  
آگے آگے دیکھئے کیا ہے میری تقدیر میں  
پھر تو جو ایدل کنار امرگ کا زیر قدم  
پیر تے دو ہاتھ اگر آپ دم شمشیر میں



بچے بہتے ایک دن شیریں کو ہنسیکا ضرور  
 عشق ابروئے بتاں میں لے کر کس پیش  
 جس پر ی کی آنکھ مجھ سے بھر گئی بولا جنوں  
 آنے جب پنجر ہونے پر کی ترکوں کی کیا  
 ہوئے ابروئے بتاں میں تلی ہمیں اسے مرغ غریب  
 عشق گیسو میں ملی دنیا کی گردش سے نجات  
 رونہ رسوائی سے ناوہم ہوئے قابل تہمت  
 کشت و خون ایسا ہی رہتا دور تر کانیں لگ  
 نیند تیرے دشتیوں کو صبح ناک آتی نہیں  
 باندھتا ہے گربوائے ظلم کہ مجھ کو شکار  
 عشق ابرو میں جو چلتا ہوں کہتا ہوں جو ترک  
 منحصر جو مجھ میں پریشان رحمت کا ظہور  
 تیر پر تیر اس تنگ کرنے لگائے اس قدر

کج بہادوں سے ضرر کیا استبازوں کو امیر  
 خم نہیں آتا ہے صحت سے کہاں کے تیر میں

جو بے جہری کا چہرہ چادر چرخ پیر میں  
 قصہ خیروں سے تمہارے عشق ابرو میں ہوا  
 ضبط غم سے آہ غنچہ مرے دلیں گرہ  
 سر نوشت اتنی جو کچھ دواڑ گول کی ہو  
 صبح پیری کا بھی اسے مانی نشان باقی رہے  
 کیجئے دنیا کی ساری لذتوں کا انتخاب

خون مادر طفل پیتے ہیں لاکر شیر میں  
 چل گیا ہتھیار ہم سے کو چہ شمشیر میں  
 تیر ہو جاتا ہو سیکاں سینہ پنجر میں  
 شاید الساقط لگا تھا خانہ تقدیر میں  
 چھوڑ دینا کچھ سفیدی بھی مری تصویر میں  
 نیچے شیراز سے ہے بیجے و کشمیر میں

زیرا بد شوخیاں کرتی نہیں خیمیاں یار  
دیر سے سوئے حرم سیر میں جا کر کیا کرنا  
اس جنوں کو جذب تو کچھ کام فرمائے اگر  
ذوق رحمت کھینچتا ہو سوئے رحمت کے کیم  
لکے آنکھیں ابرو بھانناں جب روئے میں ہم  
انجن میں سست ہو جائیں نہ کوئی کوسا عین  
نقل سے کوئی نکلتا ہو جہاں میں کار اصل  
بیقراری سے مجھے الفت میں حاصل ہو سکوں

دور گردوں میں کہاں ہو جائے آسائش آبر

سیر کو آتی ہے دیرانی ہر اک تعمیر میں

عاشقوں سے ہر ترقی حسن کی تصویر میں  
قتل مجھ کو یاد ابرو میں ان آنکھوں کا کیا  
غیر ممکن ہو دل حیران میں سیر و خل غیر  
قتل عاشق قاتلوں کیا سبب توت بون  
یہ تعمیر میرے سال مرگ سے ہے وہ حصیں  
عشق ابرو میں جان دیر سب سبقتیں نقل  
اپنی رحمت سے ہر دشمن خاندان غم  
گرمی خورشید حشر سے انھیں کیا کام ہو  
کام آتی ہے جو والوں کے بہت تدبیر بہر  
دھیان اس ابرو کا آیا عرض روشن کا فہ  
جس نور ملک جو کرتا ہو اثابت ہمیں

زنجیوں کا کام نکال کچھ تو اکے ناک ٹنگن ہو مناسب ہوں بٹاؤں تیرے تیر میں  
کیا عجب جو اُس رخ پر ناز پر نکلا جو خط جمع ہوتے ہیں تنگے شمع کی تنویر میں  
کب خزانہ غیب کا ملتا ہے بے قیمت ایتھر

پھانتا خاکِ ناسحق خواہشِ الیسیر میں

وطن کی یاد ہے ایل و بہارِ غربت میں یہی ہے ایک بڑی غمگسارِ غربت میں  
شگفتگی کے ہوں سامان ہزارِ غربت میں یہاں ایک سی و خزانہ دیہارِ غربت میں  
گلِ وطن کی جو بو لے چلی اُڑا کے تجھے پیٹ گئے مرے دامن سے خارِ غربت میں  
عجب نہیں جو جو ہو جو جزوِ نسیم کہ مر دکھائیں خارِ گلوں کی بہارِ غربت میں  
امید و بیم و غم و بیکسی دور و فراقی یہی فریق ہیں دو تین چارِ غربت میں  
میں بوئے ناتواں ہو کر محبت گل ہوں وطن میں نصیر نہ تجھ کو قرارِ غربت میں  
بچھا کے میں نے مسئلہ پڑھا دو گانہ شکر اگر ملا شجرِ سایہ دارِ غربت میں  
دو زار ہوں کہ میں زندہ ہوا زمین میں دفن پڑا جوار کے پہاں پر خیارِ غربت میں  
چراغِ شامِ غریب نے گل کھلائے تھے دکھائی صبح و صحن کی بہارِ غربت میں  
قرارِ گھر میں بیاباں میں اضطرابِ کیوں دی وطن میں وہی کہ دو گارِ غربت میں  
کبھی کبھی تو لکھو نامہ کوئی اہل وطن کہ بڑھ کے موت سے ہو انتظارِ غربت میں  
ٹپ گیا مصیبتِ ابریہ دلِ مضطر برس پڑا اگر ابر بہارِ غربت میں  
کبھی نہ بھول کے اہل وطن نے یاد کیا نہ رکھی آتی تھے زہِ بہارِ غربت میں  
جو دوستانِ وطن نے دیئے ہیں داغِ ایتھر

میں جانتا ہوں اُسے لالہ زارِ غربت میں

خواب میں جو آنکھوں کو پسند آگئیں آنکھیں دل لوٹ گیا چوٹِ غضب کھا گئیں آنکھیں  
کیا مت نکلا ہیں مجھے دکھلا گئیں آنکھیں دو جامِ تجھے بزمِ کہ چھلکا گئیں آنکھیں  
۱۹۹

مجروح ہوا ایک نظارے میں میرا دل  
 آفت کی سفیدی تھی قیامت کی سیاہی  
 اوروں سے تو بیک سیر بزم ٹاکیں  
 موتی کی طرح تاب غلی کی نہ آئی  
 ہوں لاکھ نہ باین رہے پر شق خموشی  
 معشوق کا جلوہ مجھے دل میں نظر آیا  
 تھیں تھیں کہ یارب سے قاتل کی نگاہیں  
 اُس فتنہ دوران نے جو دی آنکھ کو گردش  
 اس ناز سے دیکھا کہ ہم کٹ گئے عاشق  
 ہے سوز غم عشق سے یہ سوز حرارت  
 دو بھل کی کٹاری تھی کہ چمکا گئیں آنکھیں  
 نیزنگ دو عالم مجھے دکھلا گئیں آنکھیں  
 عاشق سے ہو میں چارہ تو شراکتیں آنکھیں  
 ہم طور پہ پہنچے تھے کہ پھر گئیں آنکھیں  
 پلکوں سے اشارے میں یہ پچھان گئیں آنکھیں  
 صد شکر جسے دھونڈتے تھیں پائیں گئیں آنکھیں  
 بسمل کی طرح سے مجھے ترپا گئیں آنکھیں  
 چکر کبھی آیا کبھی بیوا گئیں آنکھیں  
 ایک ایک کو ایک ایک سے لٹو گئیں آنکھیں  
 رونے پہ دل اٹا تو مریا گئیں آنکھیں

تاجند امیر اس چمنستان کا نظارہ  
 دل سیر سے اکتا گیا پھر آگئیں آنکھیں

گزشتہ دل کی تاب کجا جستجو کریں  
 فرقت میں سیر باغ کی کیا آرزو کریں  
 یارب وہ ذوق دے کہ ترے مت فرقت  
 دنیا سے ہاتھ دھو کے چلیں گویا کریں  
 مغرب سے اٹھکے تم سوئے مشرق جو آرزو  
 بوسہ جو چار ابروئے محبوب کاٹے  
 قدرت خدا کی اشک مسلسل بہائیں ہم  
 ملتے ہیں ہاتھ دیکھ کے صبح شب وصال  
 گلزار کو جو آپ سے اذن ثنا ملے  
 ہاں اور دل سے تو تری آرزو کریں  
 دل خون ہمارا کسی غنچے کو بو کریں  
 مستی یغیر بادۂ جام و سببو کریں  
 جواز نہیں کہ طوف حرم بے دھوکریں  
 مردوں کو دفن پھر نہ کبھی قبلہ رو کریں  
 کعبے میں سجدہ آٹھ پہر چار سو کریں  
 مالے کے موتیوں کو وہ زیب لگو کریں  
 یہ چاک وہ نہیں ہے کہ حکو رفو کریں  
 پتے بنیں زبان شجر گفتگو کریں

دامن ہر چاک چاک گریاں جو تار تار  
میں بھی تو خاک راہ کسی گلبدن کا ہوں  
کس کس جگہ لباس ہم اپنا رُو کریں  
سو گھٹیں نہ گل حسین مری مٹی کی بو کریں  
ہم سے جو بت خفا میں تو نامہرباں خدا  
میں دست روزگار میں تیغ اکیل ہوں  
پہنچی نظر حیا سے کریں کیا وہ جٹا جو  
جو اک نظر میں خون ہزار آرزو کریں

ہلکوں سے وہ آئینہ لیا کرتے ہیں سلام  
جس طرح گنگ آئینوں سے گفتگو کریں

جو دھوپ پر جو چشم کرم جنگ جو کریں  
منہ پر جو گرد آہ پڑے شست و شو کریں  
سو زخم ایک تار نظر سے رُو کریں  
اتنی تو میرے اشک مری آبرو کریں  
بہلکیں نہ ہم جو نوش سبو کے سبو کریں  
پہلے پڑھیں نماز تو پیچھے وضو کریں  
ہم چل کے چاک دامن یوسف رُو کریں  
غمرے نہ میرے سامنے جام سبو کریں  
منبرے کی سیر سرداب آب جو کریں  
قراں پڑھیں قود و کلو افاضلو کریں  
جبتک کہ دم میں دم جو تری جستجو کریں  
جنت سے جو آئے جو ہم آندو کریں  
برسوں چراغ لیکے اگر جستجو کریں  
کچھ حوصلہ اگر ہو تو اب گفتگو کریں  
جبتک چلے زبان تری گفتگو کریں  
تاخروں سے راز کی کیا گفتگو کریں

کب زابہوں کو مسئلہ عشق کا ہے فہم  
زادہ ترے فرشتوں کو یہ دن نہیں نصیب  
ثانی نہ میرے یار کا بائیں یہ ہر دواہ  
مرنے کے بعد بحث کو آئے ملک کو کیا  
جبتک کہ دل جو چاہے ہلکو تری تلاش  
کب زابہوں کو مسئلہ عشق کا ہے فہم

# مرآة الغیب

یادہ مست باغ ہیں تے سوا کے کہدو کہ جام لالہ دگل شست شو کریں  
جو رہی ہے کب ثبوت مرے نقد پوش کی مفتی شہر قلعہ نہ دست سہو کریں  
شوق سجدہ ہے نہ غراب تیغ اگر آب بقا سے خضر و مسکنہ رو صحر کریں

ہے غنچہ سراں بہار خوشی میں اسے امیر

بلبل کی طرح باغ میں کیا ہوا ہو کریں

جیتے جی جان سے گذرے تہیں مرنے والوں یہ ہم تو مرنے ہیں  
کچھ نہ ہو چھو کہ ہاتھ خالی ہے ہم تو دن زندگی کے بھرتے ہیں  
دل ٹھہر جائے یہ امید نہیں ایسے بگڑے کہیں خور تے ہیں  
کس سے چوری اگر خدا سے نہیں سچ ہے زاہد بتوں پہ مرنے ہیں  
کھتے ہیں روزِ خطار تھیوں کو روز پرچے ہمیں گذرتے ہیں  
مل گیا گھاس تیغ قاتل کا اب کوئی دم میں پانا ترستے ہیں

چاہتے ہیں تو ناک نظر میں امیر

بہر ذرے کو کبھی وہ کہتے ہیں

یہ چرچے یہ صحبت یہ عالم کہاں خدا جانے گل تم کہاں ہم کہاں  
جو خورشید ہو تم تو شبِ بنم ہیں ہم ہونے جلوہ گر تم تو پھر ہم کہاں  
حسین قاتل میں لکیر پریاں لگی ہیں مگر این حسینوں کا عالم کہاں  
الہی ہے دل جاتے آرام غم نہ ہوگا جو یہ جائے گا غم کہاں  
کہوں اس کے گیسو کو سنبھل میں کیا کہ سنبھل میں یہ تیغ یہ غم کہاں  
وہ زخمی ہوں یہ زخم ہیں بل نشان الہی لگاؤں میں مرہم کہاں

زمانہ ہوا غرق طوفاں امیر

ابھی روئی یہ چشم پر غم کہاں

دہشت سے ہوش اڑے سبکے آسمان کے ہیں  
 پر کیا کہیں نگاہ میں جلوے کہاں کے ہیں  
 آخر تو پیچھے پیچھے اسی کارواں کے ہیں  
 آئی صدا ہی تو مقام امتحاں کے ہیں  
 اے تیرا آہ لیں اب ارادے کہاں کے ہیں  
 لوائے نفرت سجدے مرے آستان کے ہیں  
 تجھے خلد میں بہر میخانگی دکاں کے ہیں  
 کیسے ہوئے رے ترہ خون مثال کے ہیں  
 ایدل بچائے تو لے چھوڑے کہاں کے ہیں  
 دو آئینے لگے ہوئے گھر میں کلاں کے ہیں  
 چھی کر میں تو آگے ہی عمر داں کے ہیں  
 ہم لوگ رہے واسے الہی کہاں کے ہیں  
 چلے ہوئے نصیب سے آشناں کے ہیں  
 ظالم نے بھڑے ہوئے تجھ میں کہاں کے ہیں  
 جلوے جو خاص تیرا وہ دھڑلے کہاں کے ہیں  
 اسے تیغ یار چل بھی یہ غمزدہ کہاں کے ہیں  
 کچھ بچا لفظ انھیں کی زبان کے ہیں  
 اے کلک کل یہ سات درق آسمان کے ہیں  
 سارے یہ گل کھلائے ہوئے بستان کے ہیں  
 کہئے تو ایسے آپ بہا دکھاں کے ہیں  
 شاید ابھی مقام میں ہم امتحاں کے ہیں

شہرے جو دور دور ہماری فغاں کے ہیں  
 ظاہر میں ہم فریقہ حسن بناں کے ہیں  
 یاران رفتہ سے کبھی جا ہی ٹینگے ہم  
 گھبرا کے جب فراق میں مانگی دعائے وصل  
 سات آسمان کو توڑ کے تا عرش جا چکا  
 ٹھکرا کے میرے سر کو وہ کیتے میں ناز سے  
 مرکز کھائے سے ہم کو تعلق وہی رہا  
 ڈوبے ہوئے ہوں نظر میں اکوں نگل  
 شکوہ و شبہاں میں تاجہ چپ بھی ہو  
 نادرک فلک چمک یہ ترے راضوئی ہو  
 طاقت ہماری گھٹ گئی بہت نہیں کٹھی  
 دنیا میں بھی سفر میں عجب میں بھی سفر  
 روشن چراغ برقی سے رہتا ہر رات بھر  
 خنجر کو چوس چوس کے کہتے میں یہ سے زخم  
 اے بہت بلند ابھی تو گئی نہ کہ  
 یاں جان پر بھی جو تجھے ہیں رکاوٹیں  
 وہ دور و عہدہ وصل کا قاصد نہیں نہیں  
 اُس ہر دس کو کیا میں کھوں شرع اشتیاق  
 بلبل کو شوق گل نشانہ قری کو عشق سرد  
 ان ابروؤں سے حضرت دل روز سامنا  
 سمجھے یہ ہم جو خلد میں حور آگنی نظر

## مرآة الغیب

اس طفل تند خو سے جو ملتا ہوں اے امیر  
 کہتے ہیں لوگ ڈھنگا ہے اس جوں کے ہیں  
 دل و جگر دونوں جگمگے ہیں ذرا کچھ حال ملی ہیں  
 ہزار کسر میں آتو کیا پس ہوئی جھلیاں ٹھس  
 ہزاروں دس ہیں عائن میں نہ تے تے کچھ گھبراہٹ  
 ہمیں تو فتنہ پیدا کیا جو فتنہ سبجاں دوستان کا  
 سنے نہ دیکھے یہ خلق تا و صدائیں آباغیاں ملی ہیں  
 کبھی نہ پاس تھیں زندگی میں جتن کچھ کیا ملی ہیں  
 زمین میں گڑا کر جو لطف اٹھایا اور کس طرح شکر اٹھا  
 دین ملک سخن ہی اپنا حدیں کہانے کہانے ملی ہیں  
 خدائے وہ سلطنت عطا کی کہ شجرت میں جگمگا رہو  
 نہ کیوں ہوا ہے جنوں کے قصہ کو بگو یہ سیر ملی ہیں  
 امیر رہتا تھا جس جگہ پر وہاں کل اک حیرانگہ کا تھا  
 وہ خاک چھانی تو دیرہ ریزہ جلی کی کچھ ٹپیاں ملی ہیں

نہاں رہتا ہی آئینے سے وہ بیگانہ جو برسوں  
 رہی اسے گل بسکد جوں کو تیری جستجو برسوں  
 فلک و دنیا ہر شکل زخم کسکو فرصت راحت  
 دل شفاف میں دیکھا ہر جلوہ رو کجیوں کا  
 کہاں ہمارا کوئی مرد میدان دشتِ حدیث میں  
 سراپا جرم ہوں لیکن وہ زند باک طینت ہو  
 خدا کے گھر سے اوناٹا دکھائی جا کے پتھر پر  
 فراق یار میں سب دستوں نے پھینک دیا  
 مری حالت پہ پھر یار میں مری گئی حسرت  
 جھکاتے ہم کہاں سے روپائے خم پہ اسے ساقی  
 جتنوں میں یہ نئی تجھ گری کی دستِ دشت نے  
 حیا دیکھ نہیں آتا جو اپنے رد و برسوں  
 پھر اکی کو کچھ سیرا بن یوسف کی بوبرسوں  
 جو کچھ ہنسا جو ہنسے پھر تو دیکھا ہر برسوں  
 رہی میں اسے سکندر یوں ہم اپنے رد و برسوں  
 کیا بنے خوشی کی زراں سے ذکر ہو برسوں  
 کیا زانہ نے میرے آبِ ثلث سے جھوٹے برسوں  
 عجب کیا کہ نہ نیلے تیرے دلے آرزو برسوں  
 شریک کج مہمانی رہا اسے رد و برسوں  
 دل مایوس سے ردی لیٹ کر آئندہ برسوں  
 حمال اپنی گردن میں ہا دست بھر برسوں  
 کیا کچھ بھلا کہ اس گریاں کو غور برسوں



# مرآة الغیب

تہاری اک نگاہ ناز نے توڑا اشار میں  
 بلائے جس نے لب اک ہاتھ مارا زنگی گردن  
 بنایا چشمِ دول نے جو طلسمِ آرزو برسوں  
 زبان تیغ سے اس ترک نے کی گفتگو برسوں  
 مری مٹی سے آئینگی گلِ عشرت کی بو برسوں  
 کہاں ہوگی آبرو سی ادائیں حورو عکاس میں

رہے گا خلد میں بھی یاد ہم کو لکھتو برسوں

کر گیا یاد اے غم ہم کو بعد مرگ تو برسوں  
 توپِ کدول نے میرے مذقوں سو کیا جھکھو  
 گدازِ عشق مثل شمع ہر مو سے ہوا خاطر  
 مزہ پہ ذبح میں پایا کہ کرتا ہے دعا بسوں  
 کوئی میرے برابر کیا کر گیا ضبطِ الفت کو  
 فنا کے بعد ایسے بیکسوں کو کون پوچھے گا  
 چھپائے منہ اگر وہ یوسف گلِ سیرین ہو  
 نہیں اسے بیکسی بعد فنا کچھ خوفِ تنہائی  
 رہائی حلقہ گیسو سے جیسے ہی تو کیا ممکن  
 نہ چھوڑا پاس ایماں حق پرستی اس کو کہتے ہیں  
 مزائے لیکے رگڑا دی گلا شمشیرِ قاتل سے  
 نہ آیا ساقی ہمایاں شکن ہم سو کی صورت  
 وہ شیل ہوں کہ یوں صیاد نے جی میرا ہلایا  
 نہ کہ اسے یاس یوں برباد میرے خانہ و گھر  
 کبھی ہم کو بھی تھا اسے دردِ عوی ضبطِ الفت کا  
 آبرو اس بے نشان گناہی سے کوئی جو جانتا

کھلا یا جو بگر برسوں بلایا دی لہو برسوں  
 بہا کر اشک آنکھوں نے ڈھلوائی آبرو برسوں  
 پسینا نیکے چمکا جسم سے میرے لہو برسوں  
 رہے تو بھی الہی رابطہ شمشیر و گلو برسوں  
 نہیں آواز بانگ کے لیے حق آندہ برسوں  
 سگڑاے بیکسی رو دیا رنگی جھکھو تو برسوں  
 چین کا منہ نہ دیکھے کاروانی رنگی بو برسوں  
 رہ گیا میری تربت پر ہجوم آرزو برسوں  
 موئے پر بھی نہ اتر گیا ماحولِ گلو برسوں  
 رہ مشوقِ تباں میں بھی چلے ہم قبیلہ برسوں  
 بزمِ غم ہم ہمیں نہیں کہیں میں لہو برسوں  
 قدم کو گاڑ کر بیٹھے کنار آب جو برسوں  
 لگایا ڈھیر پھولوں کا قفس کے بدو برسوں  
 اسی گھر میں جلایا جو پریش آرزو برسوں  
 پلٹ جاتے تھے نالے دل سے اک ناگلو برسوں  
 تو کیسے پانوں ہم آنکھوں کے تے تجو برسوں

رہے تصویر حیرانی ہم ان کے روپر برسوں  
 نہیں ٹھٹھکی جو دل سے مرے انکی آرزو برسوں  
 کوئی نگاہ نہ ٹھہرا دل کا باز ایہ محبت میں  
 نہ ہو گا باہر خانے خوار اسے سیرمخاں ہم سہا  
 رہے مر کر بھی یار جبکہ سے میں دورستوں کا  
 یہ کس رخ نگاہ ناز نے زخمی کیا جگر کو  
 چلے تھے ایک دن ٹھاکر کے سماع کو سوسوں نے  
 رہیں کیونکہ نہ تو صیف دین میں دم نہ شاعر  
 پیچا دل نہ اسکا بھی کبھی تیری طرح ذاتی  
 صدف سے جب یہ نکلے نرم آئی تیرے دانتوں  
 ہمارے آنکھ نے کیا جانے کس حسرت کی تھا  
 زباں اظہار حق سے کافر نہیں کوئی رکتی ہو  
 لگایا دخت رز کو منہ میں نے بھر ساقی تیرا  
 ہوا یہ قحط آب آتشیں ساقی کی وقت تیرا  
 تصور کب گیا دل سے مر کر گمان جانا کا

ایسر اک مصداق تربت کہیں صورت دکھانا  
 بدن میں خشک جب ہوتا ہے شاعر کا لہو برسوں  
 بے حجابانہ مرے گھر جو رہ آجاتے ہیں  
 طرفہ شوخی ہے اگر طور پہ آجاتے ہیں  
 دم کے دم کو مرے پہلو میں جو آجاتے ہیں  
 پتلیاں نکالیں تو پھر جاتی ہیں کچھ دم ترن  
 ایک تصویر در دل یہ لگا جاتے ہیں  
 پوشش وہ برقی تخی کے اڑ جاتے ہیں  
 دل لگانے کی جگہ تیر لگا جاتے ہیں  
 وقت چڑتا ہے تو بے آگجہ ہر آجاتے ہیں

یہ بھی ایسا ہے کہ غصہ نہیں اُڑا اس کا  
 کرتی جو تیغ قصا ڈھونڈ کے انکو چونک  
 یاد آتا ہے جو ہنس ہنس کے رُلا نا میرا  
 ساغر زہر بلا ہل بھی جو دیتا ہے فلک  
 کیا سچی ہیں عدم آباد کے جانے والے  
 جب پلٹ جاتے ہیں وہ ہاتھ کر پر رکھ کر  
 اور جیتا کے کریں کیا ادھر آئے واسے  
 کیسے تو چہ سے یہ آئے ہیں ہوا کے جھونکے  
 جو ترسے دلیں جو دے دیکھتے واسے تیرے  
 کیسے چالاک میں یہ ترک کر کے ہی نگاہ  
 گل سے مطلب ہیں گلشن میں نہ بلبل سے غرض  
 گو نکل جاتے ہیں آگے گھٹا کے تلخ  
 ساہہ آئینہ رخوں کو نہ سمجھنا اسے دل  
 بہرِ خمشاک سمجھ میں مجھے کیا رہد  
 پتہ جو اندھی میں مٹا نیلکوس میں دل کیلئے  
 میں خیرا اگر ہوں تو نیکو کا ان کی  
 حسن کی شان کو ہے بو قلموں کی لازم  
 فلک الموت کبھی بن کے سلا دیتے ہیں  
 کیا بلا ہو کے وہ گیسو مجھے لٹے ہیں اسیر  
 آنکھ ہو بند تو دل پر مرے چھا جاتے ہیں  
 نہ میں ہوش میں ہوں نہ وہ ہوش میں

میں الفت کے وہ حسن کے جوش میں  
 ۲۰۷

ٹٹک کردہ زلف آئی ہے تاکر کہ لیلیٰ ہے مجنوں کے آغوش میں  
 نہ اٹھو ابھی بزم سے مے کشو ہمیں بھی تو آ لینے دو ہوش میں  
 نکل آنکھ سے اشک ٹھہرا ہے کیا گھر ہو کبھی اس بنا گوش میں  
 کہیں لعل ہم کیا لب یا رکو کہ ہے فرق گو یاد خاموش میں  
 قدم پر جو گرنے لگا غش میں ہیں کہا ہٹ کے آؤ ذرا ہوش میں  
 بہت دختر رز سے گرمی نہ کر کہیں آئے واعظ نہ وہ جوش میں  
 نہ کر ساقیا اب تو خط مشاب نہیں جانی رنہ قدح نوش میں  
 پلا وصل میں سے نہ ان کو امیر

مزد کیا رہے جب نہ وہ ہوش میں

میکش کے دل کے راز کسی پر عیا نہیں شے کو دیکھ لو کہ دہن ہر زبان نہیں  
 عالم میں اُس کے حسن کا جلو کہاں نہیں فاقوس کا بھی شے سے خالی مکاں نہیں  
 موجود خشت خم ہے اگر زبیاں نہیں اتنی تو میفرودش کی اوچی دکاں نہیں  
 کرتے ہوا نکسار کی باتیں ہے آج کیا میرا بیان ہے یہ تہارا بیاں نہیں  
 مردہ جو چھ عریب کا بے گور رہ گیا دو گز بھی کیا زمین تہ آسماں نہیں  
 اک حوروش کی خانہ زنداں میں ہر تہیاد موجیں نسیم خار کی ہیں بڑیاں نہیں  
 کیا کیا کرینگے قتل نھرنے تو دوا نہیں پنہاں ہو تیغ رنگ میں جو ہر عیاں نہیں  
 کیا باغیاں کا ڈر کہ میں ہوں طائر اثر جز شاخ نالہ اور کہیں آشیان نہیں  
 چشم سیاہ یار کے اتنے کئے ہیں وصف جو میل سرمہ منھ میں ہمارے زباں نہیں  
 طوطی جو آج کل سگ جاناں کا بولنا لذت میں نیشکر میں سرمے استخوان نہیں  
 مقد میں بھی نصیب کی گردش دی رہی سمجھے تھے ہم زمیں کے تے آسماں نہیں  
 بالیدہ اسکے آنے سے ایسا ہوا چن ساقی وہ کون شیشہ ہو جو آسماں نہیں

زنداں چمن ہرود حشری نازک منزلتوں  
 پھر لو کی بدھیاں میں مری ٹیریاں نہیں  
 آنکھوں سے ہم تو ساعد جاں کے گڑبیں  
 حلقے ہماری آنکھوں کے ہیں چوڑیاں نہیں  
 ہوں اس چمن میں طائر کم پر تو کیا ہوا  
 صیاد ابھی ہر دور بننا شیاں نہیں  
 لذت جو آبلے نے اٹھائی ہر خانہ کی  
 کیونکر بیاں کرے کہ وہن میں بیاں نہیں  
 پیری میں اور بھی مجھے زینت ہوئی نصیب  
 آؤ قبائے تن پہ ہے یہ جھیریاں نہیں  
 ادنیٰ یہ فیض ہے سخن ابدار کا  
 موتی صدف میں جو مے مٹھیں زیاں نہیں

ایذا کا خوف صاحب تمکین کو کیا اتیر  
 نشتر سے آشکارگِ شائب گراں نہیں

مرتبہ تیغ ادا کا وہی بسمل تجھیں  
 زلیلت کو مرگ میا کو جو قاتل سمجھیں  
 قاتلوں سے کہو سر کاٹ کے منور ہوں  
 اپنے سر کو بھی تہِ خنجر قاتل سمجھیں  
 اسے پری ان کے لیے فکر سلسل میں جو جھٹ  
 جو تری زلف مسلسل کو سلسل سمجھیں  
 اک تجلی میں جو موسیٰ سے ہو طاب کا یازگ  
 اور چر کسکو وہ دیدار کے قابل سمجھیں  
 بیان جاں جسکو کہے جان اسے ہم جانیں جا  
 دلربا جسکو کہے دل اسے ہم دل سمجھیں  
 لاکھ دو لاکھ میں شاید کراٹھے ایک بانوں  
 عاشق اتنی جو کڑی مشق کی منزل سمجھیں  
 زندگی بامع کے اور موت و اللہ کے ہاتھ  
 کسکو آسان نہیں ہم کسے مشکل سمجھیں  
 آشنا درو سے کچھ ہوں جو بتانِ سیدرد  
 میری ہر آہ کو اک مصرع بے دل سمجھیں  
 کیا کسی دل کے ترپنے پر ابھیں رقم اُسے  
 رقصِ بمل کو جو آرائشِ محفل سمجھیں  
 بت میں بھی دیکھتے ہیں نور خدا کا جلوہ  
 و اغوا حق کے جانیں کے باطل سمجھیں  
 اپنے ہاتھ اپنا گلا کاٹ کے خود بسمل ہوں  
 کچھ بھی لذت جو ترپنے کی یہ قاتل سمجھیں  
 زخم کا ذکر تو کیا ضد ہی بہانگِ چھر سے  
 زہر دیں بوسہ خط کا جو وہ ساکن سمجھیں  
 آپ پیری و جوانی پہ نہ جائیں صاحب  
 دل عاشق کو بدستور دی دل سمجھیں

گلو کہیں دلیں وہ شکر ہے یہی کیوں آنکھوں سے اس کو محفل تو انھیں پر وہ محفل گنجیں  
یوں تو ہر غنچہ کل شکل صنوبر ہے امیر  
جسمیں کچھ درد کی ہو آئے اسے دل گنجیں

کس دلیں موت کو آساں نہ نہ محفل گنجیں  
آنکھیں کر کیا میرے سیرے نظر  
ہر وقت نے دیکھا ہے یہاں پر  
نہیں کہ قہر ہی آئیں وہ کہیں نہیں تو  
جہل سے نہیں کہیں اسکوئی زلف سے چوکا  
جو یہی بنائے ہیں وہیں تہذیب کا گنجیں  
ہر مزہ محفل گنج کا انھیں کچھ وہ نہیں  
وہ صافی ہیں یہ یہ روضہ شکست دل میں  
دل کا گنج ہیں یہ لوگ تیرے کیوں شامیں  
پانی شکر میں دم زور نہ تیرے لبالب  
سہل ناز ادا ہم سے کہاں دوتے ہیں  
اسے خود میں نہوں یا کہ نہیں تو میری سکہ  
جہنم داغ بول میں لائے کا حقہ جودن  
وزن کے دم جو ہے تیغ کے نہ رنظر  
مڑے سے کچھ نہیں دندوں سے دیکھتی

لے آؤ گے گریب باغ فہام کی امیر  
نالہ دل کو پر طائر بسمل گنجیں

داسن رحمت اگر آیا ہمارے ہاتھ میں بھول ہو جائیگا دوزخ کے شرارے ہاتھ میں

گل تہ چھلّوں کے ہیں آگل جو سارے تو ہیں  
 پوچھتے ہو کس سے جو چاہو کرو غیا ربو  
 اسے بڑی افشان چھڑکنے کا پوچھو کہ شوق ہو  
 لطف اٹھے سیر سائل کا شب ہوتا بیٹیا  
 ہم وہ مجرم ہیں کہ دوزخ ہمارا خس خانہ ہوا  
 ہم بہت لاغر ہیں پہناؤ نہ ہم کو تھک کر ہی  
 انگلیاں شوخی سے چمکاتا نہیں وہ نفس میں  
 جام کیسا جام چلو کہ کرنا سکتے نہیں  
 ناز سے کہتے ہیں کہہ کرانی آنکھوں پر ہاتھ  
 آنکھیں رنگ حنا ہیں مجھ پر ہاتھ  
 کیا نازک ہے جو توڑ افشان گل سے کوئی چلو

حلقہ آغیو سے جہاں وہ بلا ہے اسے بستر  
 چھب رہی ہیں پھلیاں و بہشت کے آثار ہاتھ ہیں

کھائی شکست گل نے اس گل سے حیرت میں  
 ہیں چشم دل شکا کے عیدک ہر درج تین میں  
 یہ جو سر نہ پر یہ ایسا بروٹے ماہ نو کا  
 تھکے سے یاد اس نے مجھ کو کیا خوشناید  
 بڑھتی ہے عمر جتنی ہوتی ہے عقل افزا  
 یمن قدم سے تیرے بالیدگی کو اسی  
 جو جمع مال آفت دیکھانے غیل غافل  
 کیا جانیے کہ چوڑا بھولوں نے کیا شوگوفہ

ایناک و ٹکڑے ٹکڑے و عضو و بدن میں  
 کیا مصحف آئی ہو دوا میں اوروں میں  
 کچھ کچھ غمیدگی ہی لازم ہے بانگین میں  
 جو ساتھ چٹکیوں کے رشتہ بھی جبدن میں  
 ہر دم نیازمہ ہو اسس بادہ کہن میں  
 جو شمع و لگی میں شاد ہے چین میں  
 کیسے کا باند تے ہیں کس کے گلزار سن میں  
 بلیل پکارتی ہے صیاد کو چمن میں

شیخ حرم اگر تو جلوہ تبوں کا دیکھے  
دیا گئی بھی غافل گڑھی فقیر کی ہے  
دیا حریر قاتم تھارت خواب جن کا  
دایہ جگر کا پھیا باہل کہ دہیں جھڑائیں  
سُنے جو بندے میں اس گل کی انوار  
کیا کمر گریاں انگور کا ہے دانہ  
میں نفس کے ہوں درپے نفس سیکھ پے  
کنساں کے چاہ میں تھا یوسف کو پہل گنا

کعبے سے اٹھ کے بیٹھے پہلوئے برہمن میں  
ہشیا بھی میں اکثر مستوں کے سرہن میں  
زیرِ لحد پڑے ہیں بیٹھے ہوئے کفن میں  
یہ بھی کنول ہو روشن اُس گل کی آئین میں  
چھپتا ہے ہر اک بت داناں برہمن میں  
نگ شراب گلگوں و اُسکے سیرہن میں  
رہزن کو فکر میری میں فکر راہزن میں  
جب جانے کہ گرتے تیرے چہرہ دھن میں

یارانِ رفتہ کا ہے غم اے امیرِ ناحق  
چھوٹے ہوئے سفر کے لمبائیں گے وطن میں

سمجھا یہ میں جو نکلے شاخوں سے گل جن میں  
ہو باغ باغ بلبل جس طرح تو جن میں  
اُس بیت نے منہ چھپا لکھوئے پرچھن میں  
آزاد رہ کے ہم نے ایام عمر کاٹے  
نظارہ یہ جانے اُس کے ہر پیر زال دنیا  
آواز کن بوائی کانوں میں ہم یہ سمجھے  
حالِ بدن کہوں کیا دل ہی تھا ہوا ہر  
کیا جانیں جو خوشی تیرے گرفتہ خاطر  
یاروں سے اُنس کیا عزت میں گزشتہ  
راتوں کو مثلِ شبنم چھپ چھپ باغیاں  
غربت میں جو صورتِ خط میں کھوں کہانیاں

صوفی نکل کے بیٹھے خلوت سے آئین میں  
پھرتے تھے یونہی ہم بھی خوش خوش گلی طین میں  
ایک خدا خدا کہ خورشید ہے آئین میں  
دو چار دن سفر میں دو چار دن وطن میں  
غافل ہو یہ زینچا یوسف کے سیرہن میں  
غربت پکارتی کو بس رہ چکے وطن میں  
اک شیخ جو سودہ بھی خاموش آئین میں  
کہنے کو سوزِ بانیں ہیں غنچے کے دہن میں  
ٹھہرے مسافرانہ دو چار دن وطن میں  
ہر بھول سے لپٹ کر رہتا ہوں میں تین میں  
تصورِ رنجی بھجوں احباب کو وطن میں



## مرآة الغیب

فرقت میں عشق کیسا شیشے کی طرح ساقی  
 گھل گھل کے بہ گئے ہیں فرقت میں سدا  
 دور دے دل میں خالی کرتا ہوں گنج میں  
 مثل حجاب باقی ہے سانس پیر میں  
 مونسے سفید سر پر تیار کی عدم ہے  
 سنبھلنے لے رہی فرقت چائے میں ڈالی  
 عشق وہن میں تیرے منہ سے یہ خون ڈالا  
 چھیرے صبا نہ اتنا کد میں جو گل ہوں  
 کس وقت ہوں لیشیاں کہ کب کھٹ چاتا ہوں  
 دشت ایترا بنی کچھ آج سے نہیں ہے  
 مانسہ گل ازل سے ہو چاک پیر میں

ہم جو ست شراب ہوتے ہیں  
 جو خوابات صحبت و اعظ  
 کیا کہیں کیسے روز و شب ہم سے  
 بادشہ ہیں گدا گدا سلطان  
 ہم جو کرتے ہیں میکہ میں دعا  
 دیوارہ جاتے ہیں زبانون پر  
 کہتے ہیں مست رہند سودانی  
 خوب ہم کو خطاب ہوتے ہیں

آنسوؤں سے ایترا میں رسوا

ایسے لڑکے عذاب ہوتے ہیں

کچھ خار ہی نہیں مرے دامن کے یار ہیں  
 سبز ہو کشتگان محبت کا یا گلا  
 گردن میں طوق بھی تو لڑکین کے یار ہیں  
 دونوں یہ تیرے شجر آہن کے یار ہیں  
 خاطر ہماری کرتا ہے دیو حرم میں کوئی  
 ہم تو نہ شیخ کے نہ برہن کے یار ہیں

## مرآة الغیب

کیا پوچھتا ہے مجھ سے نشانِ بیلِ برق کا  
کیا گرم ہیں کہ بجتے ہیں خوبانِ کھنڈ  
وہ دشمنی کریں تو کریں اختیار ہے  
کچھ اس چمن میں سنبڑہ بیگانہ ہم نہیں  
کاشے ہیں جتنے دادیِ غربت کے اس تڑپ  
گم گشتگی میں راہ بتاتا ہے ہم کو کون  
چلتے ہیں شوقِ برق بجلی میں کیا خوف  
چیتے تمام دادیِ امین کے پار ہیں

پیری بھے چھڑائی ہے احبابِ امیر

دردِ دل نہیں یہ میرے لڑکھن کے پار ہیں

بے نشانی کو گزرتا ہے گلشن میں نہیں  
زارِ مرگ ہوں میں کچھ بھی سبک میں نہیں  
سردیے سایہ جو چھڑا کوئی گلشن میں نہیں  
کبہ دوائیں نہ خروشتے بھے خجست ہوئی  
کیوں نہ خوش ہوں کہ بھرا رہے سر کھینے سے  
مرگ کے بعد بھی جو تیرگی بختِ ایسی  
کیا ہم کی طرح سے ہو گا ترا عاشق لے بُت  
آبِ فوارہ صفت خاکِ لہو اچھلے گا  
حتم دوری کی نکالے دلِ عاشق سے پھانس  
میں وہ بہرہ ہوں کہ دستِ نبیِ نابغ  
میں زمانگیِ جود لبت سے بری عالی قدر  
دردِ غلمان میں جو حسرتِ بشر میں بھی ہے

دوڑتے ہیں دل عاشق کو کچھ کر کنجشاک  
ابھی کسک میں اُٹھیں ہوش لو کہیں نہیں  
بخت سے ہم کو وہ معشوق غلام سادہ مزاج  
چہیں چولی میں شرک چمک کہیں دامن میں نہیں  
وہ نوں غلام کئے بڑے پہلے بھی پردہ تیغ  
لاگ اور اس کے سوا کچھ سرگردن میں نہیں  
دولت حسن کی کیا دولت دنیا پہونچے  
جو چمک رنگ طلافی میں چو کندن میں نہیں

ہوں وہ لاعلم ملک آئے نہیں مرگ امیر

پھر گئے دل میں یہ تجھے کوئی مدفن میں نہیں

چھٹ کے بھی قید ہوں موت کو کرتن میں نہیں  
کے نشان طوق کا جو طوق جو گد نہیں نہیں  
غوت آفات جہاں کا دل روشن میں نہیں  
دغل سیلاب بھی ماہ کے خرمن میں نہیں  
چشم غمناک نے اشکوں کا یہ غید برسا  
کہ کہیں گرد گدہ دست دل دشمن میں نہیں  
پیر وہ پیرا جو غم عشق کوئی چھپتا ہے  
چشم غمناک نے اشکوں کا یہ غید برسا  
دل جو صد چاکہ تو اُٹھیں غمناک رخ دوست  
شاہد پر وہ لشیوں کوئی سیا چہن میں نہیں  
اپنے چہرے کی ایسا ہی سب اُٹھیں کو دیتا  
کیا کرے بخت مرا قاپوئے دشمن میں نہیں  
یا غمناک یا غم نا کیا آکے خزاں نے لوطا  
کوئی گل سچ بھی دروازہ گلشن میں نہیں  
خاتجہ پڑھنے مری قبر پر آئے کوئی کیا  
یا غمناک یا غم نا کیا آکے خزاں نے لوطا  
گرچہ آنسو ترے بخوار کے میں اسے ساقی  
بزم بیکانہ ہے کیا انجمن ناز و نیاز  
دل کچھ جاتے ہیں سب کے ترے ہاں کبریا  
کو چہ عشق میں جادو کچھ فریبنا رہ حسن  
ختمہ زن کیا ہو کو طوق ایک و اُس ہو کاند  
غور سے دیکھ یا عاشق و معشوق میں ایک  
کیا زمانہ جو نہیں صاف کسی سے کوئی

# مرآة الغیب

اب یہ سجدگی طبع سے خالی و جہاں  
میکشہ مشیت سے کی ہو خطا ط لازم  
مصرع سر بھی موزوں کسی گلشن میں نہیں  
دیکھتے پتھر تو کوئی ابر کے دامن میں نہیں

وہ کیا نازہ معنائیں تیرے نکلیں جو افسر

رنگ ایسا کبھی فردوس کے گلشن میں نہیں

عزم دنیا کا گدازہ مرے سکون میں نہیں  
کوئی نساہت ہو جو زلف بے قرن میں نہیں  
اشک ماتم کی جگہ دیدہ روزن میں نہیں  
زور ایسا کسی آرزنی ہوئی ناگن میں نہیں

لے جیوں خوب ہوا دور ہوئی قید لباس  
کسکی آمد ہوئی گھبرا کے جو کہتا یہ رنگ  
شکوہ و طوق گریباں مری گردن میں نہیں  
رخصت اسے گل کنگارہ نگارن میں نہیں

اسے جیوں دست درازی کا ترے قایل ہو  
چاہیے کیا مجھے غش میں کوئی اور گواہ  
چماک ہو کون گریباں کا کہ دامن میں نہیں  
کیا مرے خون کا دھبہ ترے دامن میں نہیں

کہتے ہیں وہ خط روخ جلد بنا اسے حجام  
بڑھو نہ لو گرمی دل جہاں کے لڑاں جانوں میں  
کلام اس سبز قدم کا مرے گلشن میں نہیں  
یہ شکر رنگ میں ہوگا اگر آہن میں نہیں

ہر تن ہو کے زبان کہتی ہو منتقل میں وہ تیغ  
آتش سے سے جو اٹھتا ہو دھواں کافی ہو  
کون اس سر جو مرے سایہ دامن میں نہیں  
کسکو پر واد ہو نہ ہوا بر جو گلشن میں نہیں

زور خورشید سے پہاں کسی روزن میں نہیں  
اٹھتا کسی زنجیر کے شہیون میں نہیں  
خون اتنا کبھی ہمارے لب گردن میں نہیں  
عقدہ تار کی جا دیدہ سوزن میں نہیں

دور کر تیج طبیعت سے کہ ہو سب کو عزیز  
تیرے بیتاب کو کیا سیر ہو گلشن کی پسند  
آشیاں طائر سیما ب کا گلشن میں نہیں  
جان تصویر کے اندر مرے تن میں نہیں

کشتہ تیغ خیر موں میں اس عقل میں  
کیوں لگاتے ہیں سر گریز غریباں و صیص  
دفن لاشے ہیں وغیرہ کسی مدفن میں نہیں

بزم میں جگے رہا کرتی تھیں شمعیں روشن  
سو جھٹا کچھ انھیں تاریکی دفن میں نہیں  
نقش بھی سایہ دیدار مکانِ خلل ہما  
آشیاں چھدا کایا گونے روزن میں نہیں  
قتل کرتی ہر دو بارہ ہیں شرم آن کی امیر  
ختم شمشیرت خم یار کی گردن میں نہیں

عالم پیری میں وہ یوسف لقا لقا نہیں  
وصلت ہوتا نہیں ہوا خدا لقا نہیں  
حسن بے پردہ جو عاشق کا پتا لقا نہیں  
اے آمیاں اول تو وہ آشت لقا نہیں  
دل لگاتے ہیں تو دنیا کے مرنے یواستے  
ذبح کرتا ہر تو میرے دست دبار دیکھو کہ  
حسرتیں گھیرے ہیں اس کنز سے بسمل کو تو  
اک فحش سے روٹیا سارے زانے کا حجاب  
نظر کریں کھانا مقدم ہے جو منزل کا مقصد  
ہوشیاری شرط ہے غافل جہاں چھپکی پاک  
درمیں بھی بڑا سیکان فیض اس سالِ حرم  
منکر کی بجائے معشوق و عاشق ہیں جو لوگ  
اتنی تیزی کرنے قاتل ذبح کرنے میں سرے  
تازہ وار دہوں عدم میں حال دل کس کپول  
ہجر کے حرفوں میں بھی ایسا اثر ہے ہجر کا  
رزق کی وسعت جو ہر منظر راہیل کو دعا  
راہو کا ذکر کیا ہے سرزمین عشق میں

صبح و غور شہید روشن کا پتہ ملتا نہیں  
نوعہ نئے پراڈی آنے تو کیا ملتا نہیں  
فیض بخشی پر کریم آیا اگر ملتا نہیں  
لی گیا جسک کہیں آسکا پتا ملتا نہیں  
اسے تو تم سے کوئی بہر خدا ملتا نہیں  
رحم کی قاتل کہ بے تڑپے مزا لقا نہیں  
روح سکھانے سے اتنا راستہ ملتا نہیں  
کون تو جس سے وہ عالم آشت لقا نہیں  
راہرو پہلے نہ جھٹکا راستہ ملتا نہیں  
خواب میں بھی ساتھ دوا کا پتا ملتا نہیں  
برہمن کو بت بھی بے اذن خدا ملتا نہیں  
دکھ نہیں کیا رنگا گاہ نکہر با ملتا نہیں  
دم تو لینے دے تو ہے کامز ملتا نہیں  
لٹاک بیگانہ ہو کوئی آشت ملتا نہیں  
لب سے لبقت لفظ اک ذرا ملتا نہیں  
جھپک کا منہ اگر اکو بے صد ملتا نہیں  
سیکڑوں منزل نشان نقش پا ملتا نہیں

# مرآة الغیب

جس لمحہ میں دیکھئے شہر میں مڑے اسے امیر  
خاک کے نیچے بھی کچھ انوردا ملتا نہیں

نئے نئے رنگوں سے ترسے سیکڑوں ہوتے ہیں  
سرم و دیر تپا عشاق کے مشتاق مگر  
کچھ یار میں اول تو گذر مشکل ہے  
خسے سار جلتے ہیں جو ہم محبت میں تھے  
غریب بقا خاک رہ عشق میں ہے  
ہم جو جانتے ہو نظریہ تو تمہارے ہوتے  
زادہ تم کو جہاں ہم کو دیوار پسند  
وعدہ کیا اہل عدم کو بھی پسند آتا ہے

کیا اثر نام علی میں ہے کہ پیتے ہی امیر  
کام ہو گئے ہوتے جتنے میں نور جاتے ہیں

ساقیا باغ میں گشتا ہی نہیں  
اس مزے سے وہ آشا ہی نہیں  
ایسا معلوم کبھی سنا ہی نہیں  
جکے دل میں جاری بہا ہی نہیں  
کہتے ہیں جو کوئی خسہ ہی نہیں  
انہیں حصہ ہمیں ملا ہی نہیں  
آج وہ شوق آتشنا ہی نہیں  
صد وہ جس کی انتہا ہی نہیں  
کیا تمہاری کبھی قصا ہی نہیں

# مرآة الغیب

مے مرقد کو ٹھکانے قیامت بنگاتے میں  
 دیا جو غسل یاروں نے کھن رنگیں بھاتے میں  
 ہماری خودی قہید ہو تیری عاشق کی  
 محبت کو چرا ہوا دیکھو رو کوں یا چاہو گھبرا  
 گذر گاہ جہاں خالی نہیں رہتی جو نرس سے  
 شمعان ہر کس کس شوق سے آگ بھتی ہو  
 طلب نے کی جو زلف دعا کی خبر ہو بار ب  
 بہانہ جو حجابی کا یہ بھی ایک شوقی ہو  
 نظر اس پر نہیں کرتے خود آئے میں پر ہی ہو  
 نظر آتا نہیں کچھ دیکھنے والی آنکھ نہیں  
 عزیز ایسی جو اسے قاتل کہ لعل جہاں دیدہ ہو  
 حیدر اپنی جہاں کھینے میں شاید در و کا شیوہ  
 نہیں خالی ہماری دست بستہ لب ہوا رہا سے  
 جنازے پر جو آنیکو کہہ آں سے تو کہتے میں  
 گھوڑی وہ نہیں کھاتے میں سیل کے ہوش میں  
 دیکھیں میں کہ کھیتے ہیں سینہ حیر کر میں  
 ہماری نظر شوخی بچھو گواہ زباں پر کیا ہو  
 وہ اٹھی جو گھٹا وہ برق چمکی وہ بہار آئی  
 دیا جانا جو شمشیر قضا پر بار کا ڈورا  
 نہیں ہو پیار بھی در پردہ آنکا چیر خالی  
 امیر از دہ ہو کر غنچہ دل سوکھ جانا ہے

پڑا ہوا نہیں یہاں آکر تو یوں بھوکا ستا ہے میں  
 تماشا جو کہ کشتے کو ترسے وہ لہا بناتے میں  
 شکر نقش اپنا ہم ترانہ نقشہ جاتے میں  
 مرقاہو سے یہ دونوں کے دونوں گنگ جاتے میں  
 تماشا گاہ ہو دیکھو ہزاروں آتے جاتے میں  
 کبھی کوٹھیر چھو کہہ جہاں آگ بھگاتے میں  
 خدا حافظ ہو کئی کئی آئینہ سنگاتے میں  
 ہمارا ہی قول تھی میں ہو جسے چھپاتے میں  
 ہمیں کو اور آئے اپنا نہ پوانہ بناتے میں  
 لگاتے ہیں وہ سرسبز کوئی چراغ بنگاتے میں  
 حری تو ار کا دم اپنا سینے میں چراتے میں  
 جگہ تیرا جو دلیں آسید کا دل دکھاتے میں  
 گمیریاں بچھا کر بوند دامن میں لگاتے میں  
 کہیں نابوت کا ہو جو ایسے ناز کی لگاتے میں  
 نگیں یا قوت کا نیم کی شیریں پر جاتے میں  
 کوئی شیشے کا ٹوڑا ہے میں بھی جو پاتے میں  
 فرشتے قضا ہے میں ہاتھ جو ہم اٹھاتے میں  
 آشور زندہ چلو د اغدا تو نہیں پھر اتے میں  
 مبارک گلوانے دل وہ پھر سر لگاتے میں  
 رملادیتے میں تاجاوس کی شب گد لگاتے میں  
 وہ میل ہو قصہ رخ کے جیٹ داتے میں

کتاب سنج میں ہم کر دہیں یہود ملتے ہیں جو جل اختیار یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں  
 یہ پوشاک بن کر خاؤ کعبہ میں جا پہنچے بلا کا بھیس او کا فر ترے گیسو بدلتے ہیں  
 بہار آئی جو صبح عید کا عالم ہو گلشن میں نئی پوشاک شمشاد اب کنارہ بدلتے ہیں  
 نزاع کفر و دین و دور دور زلف و عارض میں مسلمانوں سے ٹپنی آنکھ بندو بدلتے ہیں  
 تری تخی ملک میں سارے شرکاء میں چلتی ہیں پرے میں جیسے بانگ پیڑے ہر عید ملتے ہیں  
 بہار میں کچھ تو پایا جو انھیں لے چشم تر بہتر جو اپنے موتیوں سے جوہری آنسو بدلتے ہیں  
 لے کہنہ ہے یہ آبِ صدف تر انھیں زائد جو چشمے نور کے ہیں کینہ رنگ بدلتے ہیں  
 زہی محفل میں یہ دیوار کی کہتی میں تھری لیا ادب سے بیٹھنے والے کہیں زانو بدلتے ہیں

ایسر اس باغ میں رہ کر کہیں کیا دم اٹھتا ہے

نہ نخت چھوڑتے ہیں گل نہ گانے خود ملتے ہیں

گو کر دیکھے خواب اچھب نے تعبیر یہ کہیں وصل کی تہی میں ان باتوں سے تدبیر یہ کہیں  
 پہنچے ہم جس شہر میں پوچھا یہ اہل شہر سے خبر دیوں کی یہاں کبھی میں تصویر یہ کہیں  
 بچی لفظوں سے مجھے آخر گئے وہ دیکھنے اوپر اوپر جاتی ہیں آہوں کی تاثیر یہ کہیں  
 قیدیوں کا اپنے اس ظالم کو یہ ایسا خیال چونکا ٹھٹھا جو غل کرتی ہیں زنجیر یہ کہیں  
 ابروؤں سے کہیں دنا کس کو تم کرتے ہو قتل خوف و شہد کی نہ کھا جائیں یہ شمشیر یہ کہیں  
 وہ بت ایسر کا وقت بن جائیں گے دعا عطا کیا حاکموں کے ساسے چلتی ہیں تقریر یہ کہیں  
 لاغری سے اپنی زنداں میں یہ ٹھک جو خوف ہو پاؤں سے میرے اتر جائیں نہ زنجیر یہ کہیں  
 اُسکے کو چہ میں ٹھہرنے کو جگہ چاہے اگر بولے دریاں جاؤ کیا مٹی میں جاگیر یہ کہیں

لاکھ محنت کی نہ مٹھی وصل کی صورت ایسر

سانے تقدیر کے چلتی ہیں تدبیر یہ کہیں

نام نہ میں ہیں چھالے اگر چہ زار ہیں میں کر دو خوب نظر آنسوؤں کا تار ہیں میں



## مرآة الغیب

بجای سر سے قدم تک جو داغدار ہوں  
 کہ چرخ میں برق چشم انتظار ہوں میں  
 کرم کو بے جوہر شمشیر کیسی تہائی  
 جدا ہوں غصہ بدنایک سے ہزار ہوں میں  
 ابھی آئے کوئی حور باغ جنت سے  
 آجھ رہا ہوں کہ تنہا تہزار ہوں میں  
 جو اپنے ہاتھ سے دیتے ہو دھوئے تویر  
 گناہگار نہیں تو گناہ گار ہوں میں  
 ہزار مردوں میں زندہ رہا جو ایک تو کیا  
 زمانہ مست ہے کیا خاک ہونیا ہوں میں  
 بغیر جرم ہوں پامال شرم بختی  
 کوئی گناہ کسی سے ہوشیار ہوں میں  
 شریک درد نہات ہوں بشر کیسے  
 پیس درخت پتھر تو سنگسار ہوں میں  
 کہو خاک سے ملائے نہ خاک میں مجھ کو  
 کہ انتخاب ہوں میں فخر روزگار ہوں میں  
 صفائی جہاں میں مری کدہت سے  
 کرے جو آئینوں کو صاف رہ غبار ہوں میں  
 فسر دگی ہری باعث خزانہ چین  
 شگفتگی میں تماشائے نو بہا ہوں میں  
 اٹھائے پردہ امکان قدم کو کیا دیکھوں  
 کہ اپنی شکل سے آئینے میں دوچار ہوں میں  
 دہ تیغ مہر ہے جس تیغ کا میں ہوں کشتہ  
 نگاہ لطف جو جس تیر کا شکار ہوں میں  
 بہائے اپنے ہی خزینہ جو وہ ہوں سیلاب  
 جلائے اپنے ہی دامن کو وہ شکار ہوں میں  
 سکون دل ہو جو حاصل تو سانے سائل  
 دکھاؤں جوش تو دریائے یکنوا ہوں میں  
 امیر فوج ظفر موج جرأت و ہمت  
 وزیر اعظم سلطان تاجدار ہوں میں  
 حریم لطف و عطا میں شمیم خلق بنی  
 دم و خاک حیدر میں فدائے حق ہوں میں  
 حمیر خاک سے مردم میں نور کا مبتلا  
 شریک عام نہیں خاص کو دگار ہوں میں  
 امیر دل میں جو کچھ آگیا کیا موزوں  
 شریک عام نہیں صاحب اختیار ہوں میں

زبان بند نہیں صاحب اختیار ہوں میں

کرم کہ تیرے کرم کا امیدوار ہوں میں  
 گناہگار ہوں یارب گناہگار ہوں میں  
 ہمیشہ گوشہ نشین ہوں وہ خاکسار ہوں میں  
 ہوا اڑانہ کے جسکو وہ غبار ہوں میں

نگاہِ واقعہ میں آنسوؤں کا تارہوں میں  
 کسی کی تیغ کھینچے قتل کو نگاہوں میں  
 لگائے منہ مجھے وہ لہر دست کہنے کھیلوں  
 کہو گے جو مجھے میری ہی کہو گے نہیں  
 ہوا میں باندھے ہو کیا یہ جھوٹ کہ کہہ  
 گمانِ درد کفن ہو اگر نسیاں  
 مرے گناہوں سے ہے انکی مغفرت کی لہر  
 جنوں کی زلفِ برفِ افشاں عذار پر غانہ  
 ہوا جو قصہ فریبوں میں کل گذر اپنا  
 رقیب پھولوں کی بدھی اُسے چھانا تو  
 گلوٹے باصر میں موتوں کا ہاتھوں میں  
 کسی پہ تیر چلے صبر پر شکار ہوں میں  
 رنگ نے ہر جن چشمِ انتظار ہوں میں  
 اگر چہ لنگرِ تلکیں سے کو ہمار ہوں میں  
 آثار ہے ہو کہ کیا کوئی اعتبار ہوں میں  
 قفس میں نید کہ مردہ نہ قرار ہوں میں  
 گناہ اگر نہ کون تو گناہ گار ہوں میں  
 رہو گناہِ حسینیوں کے وہ ضابطہ ہوں میں  
 صدایہ آئی کہ آجڑا ہوا غزل ہوں میں  
 ملے مجھے تو اجمل کے گلے کا ہاتھوں میں

امیر جاتی ہوئی یہ مجھ سے کہتی ہے  
 خزانہ نہ سمجھو مجھے آخری بہار ہوں میں

ٹھو کریں کھانا تو سر پہ گامِ برفاں میں  
 لے گیا تخت جگر اپنے جوں گلزار میں  
 دیکھ سکتا ہوں کوئی باہر سے میں اندر کا حال  
 بزمِ کثرت نور وحدت سے کبھی خالی نہیں  
 جان میری کوئی دیکھے کو چڑ دلدار میں  
 برگ گل میں سمجھ کر سے گلِ منتہا میں  
 در میں رخسہ خونہ روزنِ یار کی دیوار میں  
 چشمِ بینا ہو تو جو یوسف سیکڑوں بانہ میں

حال آئینہ ہے میری جہہ سائی کا امیر  
 منہ نظر آئے رنگِ سناپ درِ دلدار میں

### روایف داؤ

صورتِ عجب کہاں تابِ تکلم مجھ کو  
 مفہ کے سو محوئے ہوں آئے جو قسم مجھ کو

دیکھ لیتا تھا میں انجم کو تو انجم مجھ کو  
آئے جیسا سر بایں نہ کہیں تم مجھ کو  
کف افسوس مٹی جس نے کیا تم مجھ کو  
آنکھ کہتی ہے نگہ پر ہر تقدیر مجھ کو  
لاکھ سجدے کے برابر ہے جسم مجھ کو  
منہ سے ساغر جو نکلائے تو سے تم مجھ کو  
سات پر دوں میں کہیں قید ہر دم مجھ کو  
اُس کی شام سما دجج جسم مجھ کو  
صورت گوہر نایاب کرے تم مجھ کو  
تیغ میں جانے مرادست قتل مجھ کو  
خاطر غیر ہی سے قتل کو د تم مجھ کو  
نفسِ صورت ہو آواز ترسم مجھ کو  
منہ سے کھینچ کے لے جائیں سرِ نرم مجھ کو

اور تھا کون شبِ ہجرِ مصیبت کا شریک  
مر کے راحت تو ملی پر ہے کھٹکا باقی  
وقت فرصت تھا میں ہجرِ نگہِ بستی میں  
ایک کو ایک سے بڑھ کر ترے جلوہ کا شوق  
اشکِ سالِ خاک میں نہ بھی بچے طاعت جو  
آبرو ہے یہ مری پیرِ مخاں کے آئینے  
ہشتِ دل سے زمانہ میں چوہنِ شش نگاہ  
روزِ کھلاقی سے دنیا کا سپیدِ اداسیہ  
ہوں وہ مضمون کہ زمانے کا اگر ہند آؤں  
اثرِ طالعِ دائرہ سے عجب کیا ہے اگر  
ہوں میں ششاقِ شہادت کہیں حسرتِ فتنے  
حشر میں و جد کمالِ ثبوتِ یاربِ مخلوق  
محاسنِ وعظ میں میں مست اگر بایشیوں

شیخ کی طرح میں وہ سوختہ قسمت ہوں امیر  
مولے کے علاو دیتے ہیں مردم مجھ کو

ہوش کی طرح سے سنی نے کیا تم مجھ کو  
چاہیے گردِ نظر بہرِ جسم مجھ کو  
اُس کو جب ڈھنڈھ نکالا تو کیا تم مجھ کو  
کھینچ لے شوق سے آغوش میں قلمِ مجھ کو  
آج گھر گھر لے پھرتا ہے تو تم مجھ کو  
بالِ دہر ہو گئے لبِ وقت جسم مجھ کو

لگی کل ہوسے جو سرِ غم مجھ کو  
کبیرِ رخ کی طرف پڑھنی ہے آنکھ نے ناز  
واہ اے بخودِ شوق کیا خوب سلوک  
ہوں میں وہ قطرہ جو عیاں کی چل تھوڑا  
نہیں معلوم وہ اہان ہوئے ہیں کسکے  
خوشحالِ زہبت خاطر سے عدم کو پہنچا

خلوت وصل میں کچھ کام نہیں ساقی کا  
 بے ثباتی میں نہیں کون سی جا میری غمزد  
 خم نے تھا کبھی اک قطرے سے گم ساقی  
 میں تو کیا عکس سے وہ آئینہ دکھتا ہے  
 دھوکا کھاتے ہوئے آدم کو زمانہ گذرا  
 مردہک ہوں کہ سویدہ ہوں ابھی کیا پایا  
 میں ترا عکس تھا اس آئینہ بستی میں  
 دیکھتا ہوں کبھی آئینہ تو روتا ہوں امیر

اپنی صورت پہ خود آتا ہے تر تم جھک کو

قطرہ سے نے کیا ہوش صفت گم جھک کو  
 ہوں میں نقش قدم اس رہگذر تھی میں  
 میں جو مر جاؤں تو اسے پیٹھاں کہہ دینا  
 ہو میری قتل کی بارب یہ خوشی قاتل کو  
 زندہ اعجاز سبھا سے تو ہیڈ سکا ہوں  
 دی صدا دلو جو اس بزم میں تنہا چھوڑا  
 ہو سب بحر سے قاتل گھر سجدہ قبول  
 لالہ و گل ہوں حس و خار ہوں بارب کیا پایا  
 یہ چلی ہو تو سنہا سہ ہوئے لچیں سو یار  
 ہوں وہ میکش جو کون رخ در تو کہ طیرت  
 نگہ ہر کہاں یار جفا بیشہ کہاں  
 سوز دل و جد کا باعث ہو یہاں تل پھند

## مرآۃ العیوب

نظر بد نہ لگے یار کی سفاکی کو قتل ہوئے نہیں دیتا یہ تو ہم مجھ کو  
بحث کو آئے جو اعظم مجھے آجائے یہ خوش لب ہیں ساغرے کے دہن خم مجھ کو  
جانتے ہیں جو حقیقت سے میں آگاہ امیر

کن کے کھٹے کے یہ معنی ہیں تقدم مجھ کو

اشک ساں جنبش مژگناں نے کیا گم جھکھو لغزش پاہوئی دریا کا تلاطم مجھ کو  
تجھ کو قاتل ہی کے قتل لب غداں کی قسم نیم جاں چھوڑنے اسے تیغ تبسم مجھ کو  
برسوں جھیلی ہے مصیبت شب تہائی کی مدتیں گزری ہیں گئے ہوئے انجم مجھ کو  
دیکھ لوں ناگوار نزع میں آئیے دے رحم اسے بے خبری کر نہ ابھی گم جھکھو  
خط بکھنے سے ترے سوگنٹیں ہیں نکھیں کھل گئی وجہ سیہ پوشی مردم جھکھو  
شوق طوف حرم عشق میں باندھی جو کمر گر و غربت سے مناسب جو نیم جھکھو  
شب کو نکلوں جو میں لاغر تو دہن میں شل کند یہ بیچ لے جائے شعاع مردانہ خیم جھکھو  
پایوں میں وہ زندہ مسجدیں لگاؤں نہ اہ باقہ آجائے اگر خشت سرخیم جھکھو  
سچ ساں تحفل عالم میں وہ ہوسر بخت دل بھر آتا ہے جو آتا ہے تبسم مجھ کو  
صاف کہہ دو نہیں دیدار دکھانا ہو اگر کعبہ و دیر میں دوڑاتے ہو کیوں تم مجھ کو  
اس نے جنت سے جہنم میں مجھے پھینک دیا زہر کی گمانٹھ ہوا دانہ گندم مجھ کو  
اس قدر طول خموشی کو ہوا عزلت میں بزم میں بھول گئی طرز تسلیم مجھ کو

و اے قسمت کہ یہاں قتل کی حسرت جو امیر

اور وہ سمجھے میں سزاوار تر حم مجھ کو

پہلے تم اپنی چتون اپنی نظر کو دیکھو پھر جسے دل دیا ہو اس کے جگر کو دیکھو  
کیا حال ہو چھتے ہو گم گشتگی کا جھ سے اپنے دہن کو دیکھو اپنی کمر کو دیکھو  
اُس رخ کی گرمیوں سے جو برق طوفانندی چٹھتے ہیں کسے منہ پر شمس و قمر کو دیکھو

چتر اگئی ہیں آنکھیں جس جا ملا کہ کی  
ملتا نہیں جو نالے مدت سے دھونڈتے ہیں  
یسا بوقت میں میں مجھ سے کفن ہٹا کر  
غیروں کے منہ تو ہے میں میں کمال مینہ ہوں  
حالت رخصت غم کی کچھ تم بھی جانتے ہو  
کس مرتبہ پہنچا آخر یہ رفتہ رفتہ  
آخر جو وصل کی شب انسرہ کیوں نہ ہو ہم  
رکتے ہیں خطر میں پر لگ گئے ہیں گویا

جا کر وہاں لڑی ہے میری نظر کو دیکھو  
بیٹھا ہے منہ چھپا کر کب اثر کو دیکھو  
بولی یہ مجھ سے غربت لو اپنے گھر کو دیکھو  
رنج چھوڑ اس طرف سے صاحب دھر کو دیکھو  
ایک ایک غش کو دیکھو دو دو پہر کو دیکھو  
اس آستان کو دیکھو اور میرے گھر کو دیکھو  
رنگت آؤی سوئی ہے شمع سحر کو دیکھو  
جاتا ہے کس خوشی سے داں نامہ کو دیکھو

کیا وصل ہو وہ کافر تم اے اسیرِ حرم

کتنے جدا جدا ہیں شام و سحر کو دیکھو

گلے کٹیں گے نہ یوں پیرے بدل کے چلو  
جنوں بہار میں دیتا ہے ہم کو یہ ترغیب  
برنگ صفحہ نقاش ہوز میں رنگیں  
خرام بار کا ٹاؤس دیکھتے ہو یہ قول  
سیر مزار غریباں میں جا بجا چتر  
کفن پہن کے چلیں گور کی طرف عاشق  
بدل نہ جائیں کہیں میرے راہ میں تیرے  
سنا ہے مجھ کو آتا ہے دنگڑی کے لئے  
مے ہم کو جو میلے میں تم تو تجلت کیا  
بہار آئی ہو امیں میں پھول خوشبو پر  
رجوع کفر میں اسلام ہم سے کہتا ہے

چلیں گی تیغ سر راہ ذرا سنبھل کے چلو  
چمن کو خانہ نہ بھر سے نکل کے چلو  
خدا جو پانوں میں میرے ہو کمال کے چلو  
نہ آئے گرمی رفتار لاکھ جل کے چلو  
لگے نہ پانوں کو شوکر ذرا سنبھل کے چلو  
جو عید گاہ کو تم پیر سن بدل کے چلو  
چلو جو ساتھ نہ توری بدل بدل کے چلو  
قدح کشو کہیں اسے ایک سے نکل کے چلو  
ذرا تو ٹھہرو کہیں شہر سے نکل کے چلو  
تجمل ہوں عطر جو تم میرن میں ملے چلو  
کر سوئے تیکہ کہیں پہلے چل کے چلو

اگر تمہیں نہیں فرصت تو کہہ دیجو  
کہ غلط جمع ہو تم میان سے اگل کے چلو  
نصیب دشت میں لائے ہیں دشتیوں کو  
اچھالتے ہوئے سوزا اچھل اچھل کے چلو  
مری غزل کوئی رئیس کی چھانٹ کر پھردو  
مشاعرے میں جو آئے ہو تم تو چل کے چلو  
تضا کا گرم ہے ہنگامہ کوئے قافل میں

آہ میں کھینچوں تو کھینچیں آپ بھی شمشیر کو  
آہ میں کھینچوں تو کھینچیں آپ بھی شمشیر کو  
اے خوشا و حد خوشا کثرت خوشا ناز و عشق  
اپنے سبیل کا ذرا شوق شہادت دیجئے  
جانتے ہو ٹوتا ہے خاک پر خچر کیوں  
ڈال دے عشاق کی اکھونہ حیرت کی نقاب  
گردن و پہلو سے خچروں کے آتی صدا  
کھینچئے بیٹھا جو نقاش ازل حیرت کی شکل  
سینہ عاشق پر جڑ دے یارب جو کھینچیں  
دست دباؤ کو تے تکلیف کیوں صغے بھر  
صاف کھینچا جا رہا ہے شکل حیرانی اگر  
پریاس لاکھوں کی بجھائی واہ ری دریادلی  
پوچھتے کیا ہو تجھے بے بال و پر کہنے کیا  
خود میں کھینچ جاتا ہوں روز ناتوانی دیکھنا  
زلف میں حلقے بنائے ہیں نہارت کھینچا  
چلتے چلتے تھک گئی ہونہ نہ ہوئے خون  
لب پر آئی آہ ادھر سے جب اٹھی اسکی نظر  
باز کھینچا کیا تیر پر روکا ہے ہم نے تیر کو

تا یہ شہد ہوں وہ دعویٰ خوفشانی کا کہ  
لبے بے سوار کو فشی زباں شمشیر کو

لوٹتا ہے خاک پر اسے ترک مدت سے امیر

ذبح بھی کر ڈال تڑپاتا ہے کیا پتھر کو

اوکھاں ابرو سمجھ کر صید کر پتھر کو سخت جاں بوی کہیں صد منہ نیچے تیر کو

ہو چکا میں قتل تو اُس سے قضا نے یہ کہا لو مبارک آج سے فرصت ملی شمشیر کو

جب نظر اس ترک کی پھر پڑی تیوری پڑی بل بڑے شمشیر میں سیدھا کیا جب تیر کو

فصل گل میں گل کھلے تازہ ہوا گل کہن گر چکا تھا ان جوانوں نے سنبھالا تیر کو

رنگ وحدت دلیں کثرت سے سما جائے اگر ایک برگ گل پہ گھنچوں باغ کی تصویر تیر کو

چیر کر پہلو کو دل نکلا ہے مشتاق نگاہ کیا تا شاہ و ہدف لینے چلا ہے تیر کو

اچھڑ نہال کا ہوں مجرم ہوسر بھی حال موتیوں کا چا ہے دہ مری تو تیر کو

ناز کیونکہ ہو گناہوں پر نہ کھ کھ کاے کیم پیار کرتی ہے تری راحت مری تقصیر کو

تیر کی باتیں رہیں شانے جی آئے زلف کی خوف سلجھا کر دل اُلجھی ہوئی فقرہ کر کو

صدمہ زخماں جاناں پر لکھا کیا خوب خط چوم لوں پاکو دل جو دست کا تب تقدیر کو

کسکو کرتے ہیں نشانہ کسکو کرتے ہیں شکار ترک لڑائیں گے کیا پتھر سے پتھر کو

جب کہاں سے چھوٹا ہو دلیں کو تار مقام خوب سیدھی راہ دکھلائی جو تیر کو

دلی ہوئی ہو درستی جتنی ہوئی ہو شکست کرتی ہو آباد بربادی اسی تمیر کو

پوچھتی جو صبح پردانوں سے تیری داستان گل ستا کرتے ہیں ملیں سے تری فقرہ کر کو

قالب خاکی سے بہر دم ہو یہ تہہ دیدل خاک میں اک دن ملا دینگے ہم اس تیر کو

پانوں اپنا دھریاں تھا کھل گئے عقدے تمام سخت شکل تھی یہ کڑیاں جھیلیں شمشیر کو

دل میں گھر اُسکا ہو گردن تک گذرا اسکا امیر

تیرخ قاتل سے جگہ اچھی ملی ہے تیر کو



گھر گھر تجلیاں میں طلب گار بھی تو ہو  
اے تیغ پار کیا کوئی قابلِ چوہرِ ق کا  
دل دردناک چاہیے لاکھوں میں خوب  
چھاتی سے میں لگائے رہو کیوں نہ داغ کو  
گر ہم نہیں تو رفتی بازارِ عشق کیا  
پردے میں جا ہوتا ہے کہ ہنگامہ ہو بیا  
اتنی آداس صحبت سے طے نہ میکشہ  
زاہد امید رحمت حق اور رنج سے  
ساقی ابھی سے جاؤں میں کیا بہرِ میکشی  
بجائے تری نگاہ کو تیرے ہی ہے گھمنڈ  
سوؤں میں آکے دھوپ پاؤں اماں اگر  
کیونکہ ہو دردِ دل کی ہمارے اُسے خبر  
اشکوں کی ساتھ عشق میں نہ نہرِ درج

سو سنی سا کوئی طالب دیدار بھی تو ہو  
تیری سی اُس میں تیری زینتِ ابر بھی تو ہو  
عینِ سی میں سیکڑوں کوئی بیا بھی تو ہو  
اے دل کوئی انیس شبِ تار بھی تو ہو  
اے تنِ خود فروش خریدار بھی تو ہو  
اے آفتابِ حشرِ خود دار بھی تو ہو  
دستِ سب میں شیخ کی دستار بھی تو ہو  
پہلے شراب پی کے گھنگار بھی تو ہو  
آئے بہارِ رفتِ گنگنار بھی تو ہو  
برجی کی نوکِ دل سے مرے پار بھی تو ہو  
راستی تمہارا سایہ دلوار بھی تو ہو  
پردے میں خاموشی کے کچھ اظہار بھی تو ہو  
آراستہ ہے فوجِ علمدار بھی تو ہو

ساقی اُداس کیوں نہ ہو بزم سے رو بہو  
نیچانے میں اتیر سا میخوار بھی تو ہو

وہ حسن کیا ہے حسن جو خاطر نشین نہ ہو  
کیونکہ ہو دل شگفتہ جو عزت نشین نہ ہو  
وہ یاس ہے کہ وصل میں بھی ہر نگاہ پر  
راحت کی جستجو میں ہیں اہلِ جہاں عبث  
ایذائے خلق پر جو غیشِ موزیِ فلک  
ساحل سے ہوں میں تشنہ دہن خود کنارہ کش

کس کام کا وہ نام جو نقشِ نگین نہ ہو  
پھولے پھلے دانہ جو زیرِ زمین نہ ہو  
ڈرتا ہوں میں کہیں شگہ دالیں نہ ہو  
ہاتھ آئے وہ کسی کو کہاں جو کہیں نہ ہو  
بے سانپ چاہتا ہے کوئی آسین نہ ہو  
کہدو کہ بحرِ موج سے چیں بر جبین نہ ہو

مانند بونے گل چمن دہرے نکل  
نام اس حسین کا قلب بصفایہ نقش جو  
بتی جہاں کی بتی حق پر دلیل ہے  
زادہ کا صاف زہد ریائی جو آشکار  
ساتھی میں نشے عرفاں سے مست ہوں  
تیرا نہو مکان جو مشہور ہے فلک  
دل سے جو چشم فیض جو تھکھو تو پاک کہ  
ہم زند مشر لوگنی معاصی سے جو نمود  
ہوں تنگ اس جہاں وہاں لعل اکجوں  
ساجد خدا پرست بھی اس آستان میں  
آتا جو مجھ کو گریہ لب کشت ز عرفاں

نہر آستان دل پہ نہ پہنچے کبھی امیر  
جب تک کہ عرش پر قدم اولیں نہ ہو

یاد زلف آئی دم نزع ستارے ہم کو  
منہ لگایا ہے بتوں نے نہ خدا نے ہم کو  
آس کسکو تھی شب تم کی سحر ہونے کی  
پھر جہاں میں کسی روز جو بجلی آئی  
رخصت اے ہوش و خرد نہیں ٹھہرا جاتا  
کشمکش میں عین بیتابی دل کھتی جو  
تھرکتی میں شب وصل تمہاری آنکھیں  
ساقیا دیر سے مستی نے نکالا ہوتا

کس بڑے وقت میں گیلے بلانے ہم کو  
نہ ادا نے کبھی پوچھا نہ قصا نے ہم کو  
اے بتوں یہ دکھایا جو خدا نے ہم کو  
جی اٹھے ہم کو کیا یاد قصا نے ہم کو  
بخود ہی دور سے آئی جو بلانے ہم کو  
آنے دیتی جو نہ ظالم کہیں جانے ہم کو  
اسی پردے میں تو مارا جو حیا نے ہم کو  
خوب ہی روک لیا لغزش پانے ہم کو

شع آسا کبھی جلتے کبھی رو تے گزری  
 دیر میں شیخ و حرم سے یہ صلنم کہتے ہیں  
 خیر ناز سے پنج کرے تو چلے جا رہا قدم  
 حوصلہ کون ترا شانے تنگی کا کرے  
 کیا بگاڑا ہو ترا اسے شبِ فرقت ہم نے  
 آئینہ دیکھ کے ہر بار وہ بت کہتا ہے  
 لامکاں میں نہ پتا ہے نہ مکاں میں سنا  
 وہ بلا دوست ہیں جب کوئی کڑی آئی ہو

خار کیا کھائے گا گل دیکھ کے فرقت میں آہ

ایسے کہتے ہیں ابھی داغ اٹھانے ہم کو

آج محفل سے تم آئے ہو اٹھانے ہم کو  
 منہ شب ہجر دکھایا نہ قضا نے ہم کو  
 حوصلہ دل سے ترپنے کا نکلتا کیونکر  
 تیغِ جلاد نے جو ہر کو کیا ہم سے عزیز  
 آئی نسبت بھی کفایت ہو یہاں عشق  
 حلقہ زلف میں بھینس کر کوئی ٹکلا جو کبھی  
 مسجدوں میں سمجھی بھی کبھی تجافوں میں  
 آتے جاتے ہو وہاں غیر تے کھر تم ہر شب  
 یاد آئیں تری آنکھیں تو یہ مجھے دم نرنا  
 اس شکر نے جو پہلو سے اٹھایا اپنے  
 لیچلے داغ ہزاروں چمن ہستی سے

# مرآة القلب

درداے مرگ کہ آفت میں پھنسا کھاؤ  
 شکر آواز موزن کی شہ وصل کی صبح  
 ہیں وہ میکش جو گے میں سمجھی لڑش کھاؤ  
 امتحان تھا جو ہمارا اُسے منظور نہ  
 وہ پرکاش تھے اس گلشنِ مستی میں  
 دوش سے پھینک دیا دھبہ ہمارے ہمو

تیر پر تیر دے زلف دو تانے ہم کو  
 پر لگائے یہ تیرے تیرا دانے ہم کو  
 تو وہ تیروں کا کیا تیرا دانے ہم کو  
 تیرے بیمار سے یہ بجزی کہتی ہے  
 کہتے ہیں حشر وہ رفتار سے بریا کے  
 کی جو جب شوق سے شمع کی عمارت پہ نظر  
 سارے عالم میں یہ شہرت جو تھکانے لڑا  
 وہ کہیں گے نہ اٹھا صد نہ فرقت دو دن  
 دفن بھی اپنی گلی میں نہ کیا دانے نصیب  
 ڈھیروں انگوڑے کتنے ہیں ساقی لیکن  
 عیش کر نیکو تو تم کو کیا ہے پیدا  
 عشق ابرو میں خدا پا کر لگائے بیڑا  
 حیرت عارضِ جلال سے سکتا جو ہوا

نقد ہوش و خرد و صبر نہ چھوڑا کچھ امیر  
 آج کو ٹا غضب اس دردِ حنائے ہم کو

ہوں وہ بلبل گل تلک پہنوں تو گلشن خشک ہو  
چاہتا ہوں سوز و فرقت اس خط حسن کا  
نازنی جو روئے جہان کی زرخشاں کے سبب  
تا بلب غور شید محشر شکے پڑتی ہے امید  
ہوں وہ پیاسا ذبح کے دم بھی نہیں لڑا ہوں  
زیست پیری میں کہاں روئی جوانی کی گئی  
تیرے کھینچے میکہ کے کی سمت اگر آئے وہ ترک  
آبیاری ہو اگر بلبل کی اشکوں کی یہی  
داغ دل سے گم ہوا اپنی خاک ہو کیا جو عجب  
اور بھی گدوں ستاتا ہو جو پاتا ہے ضیف  
حسرت دیدار میں کھینچوں اگر میں آہ سرد  
چھین کر رخت سفر یا مال ظالم نے کیا  
اس مہی آلود لب کا وصف کیا کوئی کرے  
چھٹی ہو نہ اسے قائل کی تیغ آب دار  
حسرت دیدار ہے ہم کو مکان یا ر کی  
میں اگر رونے پر آؤں صورت ابر بہار  
اس قدر ہو بخیر کہ کو غم جو دیکھے میر زخم  
اس گستاں میں جو مجھ سا کون طار ہے سبب

مثل خارا شاہ شاخ نشین خشک ہو  
تن میں مثل خارا ہا ہی ہر گز تن خشک ہو  
چاہ جس گلشن میں ہو کہ ہو کہ گلشن خشک ہو  
نہیں تر دامن کا بھی شاید کہ دامن خشک ہو  
حلق میں پانی لبسان آب آہن خشک ہو  
کیا رہے روشن چراغ ایدل جھونک خشک ہو  
بت کا نہ ہو آب ہو خون برہمن خشک ہو  
ہو یقین فصل خزاں میں بھی نہ گلشن خشک ہو  
چا و گل پڑتی ہی بالائے مدفن خشک ہو  
پایمال گھاؤ و ہنساں ہو جو خرمن خشک ہو  
ایک جھو کے میں یقین ہو خفا میں خشک ہو  
پانوں مثل ہو جہاں یاد ہے سبب ترن خشک ہو  
سانے سبک زبان بر گسوسن خشک ہو  
غیر ممکن ہو کہ اپنا زخم گردن خشک ہو  
دیدہ تو کیا برنگ چشم روزوں خشک ہو  
سبز ہو دم بھی میں سو نکا جو گلشن خشک ہو  
جان مثل رشتہ تن مان برون خشک ہو  
پانوں رکھوں میں جہاں شاخ نشین خشک ہو

کیا حرارت ہو لگاؤں میں اگر منہ سے آئیر

جام مثل چشمہ خورشید روشن خشک ہو

پھوڑو نہیں اے ہو حیا کو کیا منہ نہ دکھاؤ گے خدا کو

## مرآۃ الغیب

لکھاؤ نہ گیسوئے رسا کو  
 غلام تجھے دل دیا خطا کی  
 کائناتوں سے کہو سبغ حال لینا  
 بلبل کو ملی جو باغ باقی  
 اسے حضرت دل بتوں کو سمجھو  
 گل کر گئی میری سچ تربت  
 کہ چے میں ترے ملایہ آرام  
 اتنا بیجے کہ کچھ کہے وہ  
 کہتا ہے یہ شوق قتلِ سرورم  
 کیا کیا ترسی چشمتیگر بچاؤ میں  
 دکھلا کے ہم اپنی سخت جانی  
 ہاتھ آئے اگر نکلیں حسرت  
 راضی برضا ہوں اے صنم میں

کہتی ہے امیر اُس سے شوخی  
 اب منہ نہ دکھائیے حیا کو

وصال پر جو وصل امتحان کر دیکھو  
 خدا کی شان کر دیکھیں ہم آپ کی آنکھیں  
 پڑا ہوں بچر میں مردہ کی طرح لیستر پر  
 جنازہ غیر کا نکلا ہے تو نکلے درد  
 مری طرف سے کہے کوئی حضرت تم کو  
 کیسکا دل نہ دکھاؤ خدا کا خوف کر  
 امیر لوں ہی سہی چند روز مر دیکھو  
 نگاہِ ناک نہ کہو ورنہ ادھر ادھر دیکھو  
 ابھی تو جان سی آئے جو اک نظر دیکھو  
 ہمیں کو بیٹو جو چلیں سے جہاناک کر دیکھو  
 بہت رہے مرے دلیں اب اور کھر دیکھو  
 ذرا کلیجے پر اپنے تو ہاتھ دھر دیکھو

# راۃ الغیب

چھپا چھپا کے نظر بازیاں ہو غیروں سے  
ہمیں سے آنکھ چرانا ذرا ابھر دیکھو  
دکھا کے سینہ کو تڑپا رہے ہو دینے کی کیا  
جو دیکھنا ہو تماشا تو ذرا کج کر دیکھو  
ہو سحر عشق کہ چلتے نہیں پر بلبل  
لگی جو آتش نکل باغ میں جبرہ دیکھو  
گیان تھا ایک خط آیا اک ہاتھ کٹا کر  
ذرا خدا کے لیے شان نامہ بردیکھو  
اٹھاؤ آنکھ یہ کیا شرم ہو خدا سے ڈر  
کسی کی جان کا ہو جائیگا ضرور دیکھو  
بغیر غم نہیں ممکن حصول دولت ہر  
نظر جو آئے عزم کا چاند زور دیکھو  
امیر جلوہ وحدت سے آشنا چو دل  
دہی ظہور ہی شان ہو جبرہ دیکھو

دل ہے والہ کسی زلف رسا سے کچھ ہو  
اب تو سر میں یہی سودا ہو رہا ہے کچھ ہو  
فکر بچھا ہو طبیب مرض عشق ہے یہ  
غیر ممکن ہے کہ تخفیف دوا سے کچھ ہو  
دیکھو خط اب کسے بیچوں کہ برائے مطلب  
جب نہ قاصد نہ کبوتر نہ صبا سے کچھ ہو  
مل گئے وہ کسی رستے میں تو مانہ خبار  
ہم ٹپٹ جائیگیے دامان قبا سے کچھ ہو  
جان پر کھیل گیا میں تو کہا اس نے  
میں نہ سمجھا تھا کہ تم فصل خدا سے کچھ ہو  
نظر آجائے جو اس زلف سیہ کی ناگن  
وہاں دوں ہاتھ مقرر میں بلا سے کچھ ہو  
تیرے بیمار محبت کی ہے صحت مشکل  
فکر ہو آنکھ دوا سے نہ دعا سے کچھ ہو  
سخت جاں وہ ہوں نہ کٹ جاؤں اگر تم سے  
شرط بدتا ہوں جو پھر تیغ قصا سے کچھ ہو  
ہے معاد میں تنگ کا دشوار بہت  
صل مطلب ہو تو شاید شر اسے کچھ ہو  
تو بھی آخر کسی در کا ہے لگا اسے سلطان  
عفو لازم ہو جو قصیر گداسے کچھ ہو  
نہ محبت کی وہ آنکھیں نہ وہ الفت کی نگاہ  
حال دل کس سے کہوں تم تو قصا سے کچھ ہو  
بادہ سرخ ملے تم سے یہ امید کہاں  
نبیجو تم تو مرے خون کے پیاسے کچھ ہو  
منتوق دیر دولت پہ کھڑے ہیں کب سے  
اب تو ہم کو بھی عطا خوان عطا سے کچھ ہو

کئے جاناں میں کوئی دم توڑھ جائے پاؤں ایسی افتاد مری لغزش پاستے کچھ ہو

عالم نقرین تکلیف گوارا ہے امیر

نہ ملیں گے نہ ملیں گے امرا سے کچھ ہو

دیر سے قتل کے مشتاق ہیں باہر آؤ دیکھو اتنا زکینو کھینچ کے خنجر آؤ

آمد شدہ نفس چند کی باقی ہے نقط اپنے گھر گھر کو بلاؤ کہ مرے گھر آؤ

نہ بھی زلیست میں مرنے پہ تو لو میری خبر اب نہ آؤ و جنادے پہ مقرر آؤ

دیکھ کے کوئی نہ آتے مری تربت پہ تہیں چاندنی شب ہے ذرا اڑھ کے چادر آؤ

دیکھ کر آئینے کو عکس سے کہتا ہوں وہ شوق کچھ اگر حسن کا دعویٰ ہے تو باہر آؤ

مزدہ عاشق کی جو کچھ لوٹ ہمیں جو صاب دل و جہاں دونوں جو لینے ہیں پھر آؤ

ساقی اگر راہ میں جو باتیں بھی ہونی چاہیں آگے پیچھے نہ چلو میرے برابر آؤ

نات کی طرح نہ پڑ جاؤ شکم پر کوئی آٹھ کھول کر بند نہ دردانے کے باہر آؤ

جہاں لب ہوں میں سیدت ہو رضوی تو آؤ مانو اللہ کو تم بہر ہمیں آؤ

تب مزہ جانے کا ان جو کہے یار امیر

میرے آنکھوں پہ تم آؤ مرے سر پہ آؤ

حشر کے روز نہ ہو تشنہ وہانی مجھ کو دے تری میخ جو اک قطرہ بھی پانی مجھ کو

تیزی سوج اگر خبر رواں میں دیکھی یاد آئی تری خنجر کی ردانی مجھ کو

آب خنجر سے تری پیاس کوئی نکھتی جو اور بھی آگ لگاتا ہے یہ پانی مجھ کو

خوب رویوں میں صنم ایک ہو تو ایک ہو تو نظر آتا نہیں تیرا کوئی ثنائی مجھ کو

اور کس سے ہوں دہان و کمر بار کے وصف خوب معلوم ہیں یہ راز نہانی مجھ کو

اس سے اٹکاجو یہ مطلب کہ کوئی بھی فغاں بد یہ بھیجا ہے تو دیوان ثنائی مجھ کو

نوجواں کوئی جو پیری میں نظر آتا ہے یاد آتی ہے بہت اپنی جوانی مجھ کو



داغ کھا کھا کے کردوں اپنی میراثات بسر  
اس لئے دیتے ہیں پھیلا دہ نشانی مجھ کو  
بات وہ کر کہ مرے خواہ ترے کام کی ہو  
ایسی اسے بت نہ سنا رام کہانی مجھ کو  
جس طرح صبح کو خورشید عیاں ہوتا ہے  
آگے پیری نے دیا داغ جوانی مجھ کو  
بے خطر خاک تہ سقف فلک بیٹھوں میں  
نظر آتی ہے نہایت یہ پرانی مجھ کو  
سینہ جلتا ہے پلا جلتہ شراب اے ساقی  
آگ بھڑکی ہوئی ہے چاہئے پانی مجھ کو  
یہ سوحد تو سمجھے نہیں اطلاقی صحیح  
کہیں اول تو بتا دیں کوئی ثانی مجھ کو  
آنند اس لئے فردوس کی مجھ سر کو ہے  
ہاتھ آئے گی وہاں میری جوانی مجھ کو  
خوف و وصف میں اس چاہ و حق کے تنہا  
کہ ڈوبو دے نہ طبیعت کی روانی مجھ کو

نغمہ سنجال گلستان سخن ہیں جو امیر  
کہتے ہیں بلبل گلزار معانی مجھ کو

چل دلا دیر سے کرتا ہے اشارے گیسو  
نہ زباں ہے نہ دہن ہو کہ پکارے گیسو  
خط شبگوں پہ یہ آتے نہیں پیارے گیسو  
جال پر جال بچھاتے میں تمہارے گیسو  
یہ تازہ تین ہے کہ تمہارا عارض  
یہ دھواں دھواں گھٹا ہو کہ تمہارے گیسو  
نچھلیاں دام کچھ کر میں جو موجوں میں نہاں  
کھل گئے کسکے یہ دیبا کے کنارے گیسو  
دن کو رخسار دکھاتا ہو فروغ خورشید  
شب کو چمکاتے ہیں افشاں کے ستارے گیسو  
بال کنگھی سے جو سلجھائے تولد اُلجھایا  
تیرہ بختوں کو بگاڑا جو سنوارے گیسو  
دل صد چاک نے شانے سے کہا جلتے یات  
ادب کا رتھے باندھ کے مارے گیسو  
شہر سے بڑھ کے اگر جانب صحر ا جاسیں  
شانہ شاخ سے سلجھائیں چکارے گیسو  
ہو چکے حین دل بشرقید لاک باقی میں  
اب سرخوش سے زنجیر اتارے گیسو  
عاشقوں کے دل پر داغ سے ایسے چمکے  
ہو گئے شہر طائرس تمہارے گیسو  
سانپ لکیر لیا گلشن حبت کو امیر  
حلقہ حلقہ نہیں عارض کے کنارے گیسو

ہوں میں وہ میکش اٹھا ساقی مری تعظیم کو  
آتے ہی اُس مست کے گلزاریں آئی بہار  
ساغر جمشید سے کچھ ساغرے نے کم نہیں  
غیر کو دشنام دو بوسہ عنایت ہو بھٹے  
یٹھے یٹھے میرے پہلو سے جودہ عیسیٰ اٹھا  
ب پر اے غنچہ دہن تحریر سی کی نہیں  
نقدہ آمرزش کا طالب ہو اگر اے خود روش  
ہیں جو مردان خدا آفت میں رخت ہو نہیں  
جود خالی خال جو کج دہن میں یار کے  
خاک ڈالتے تشنگانِ عشق کے آتے ہیں غول  
سکے منزل کا نشان ملتا ہو اے اہل فنا  
مال رکھنے کو نہیں کہد غنی سے بائٹے  
اپنے وقت مرگ سے غافل ہے اختر شناس

چشمہ دیدار جاناں کی ہیں دو نہریں امیر  
جانتا ہوں خوب اصل کو فر و سینم کو  
بن کے خضر آیا جو د اعظا کیا مری تعلیم کو  
یتیم قاتل سے صفائی میں برابر ہی بھی  
دو قدم اس ناز سے جس سرزمین پر جلو  
دشتِ مٹی میں قدم بڑھ کر بیٹھے پچھ نہر  
جادۂ تیغ قصا پر سر کے بھل عاشق چلے  
نام کو جو اک نشان باقی دہن اسکا کہاں

فقد برپا ذات سے مفصل کے ہوتا حضور  
 حشر کے دن نامہ اعمال کا کیا اعتقاد  
 یہ غزل رنگیں ستاؤں میں فہرہ ری کو اگر  
 کبر و دولت کیا جو کرتا ہے زمانہ انقلاب  
 بھیجتا ہوں پہلے میں گدہ غریباں کا ط  
 آہ کی شمشیر بر تیکھ ہے نامزدوں کا کام  
 یہ وظیفہ سب وظیفوں سے بہتر ہے امیر  
 یاد احمد کو کر دل یا احمد بے سیم کو

انساں عزیز خاطر اہل جہاں نہ ہو  
 کلفت کا اپنے نالہ کشی میں نشان نہ ہو  
 مشاطہ چاہئے رخ زیبائے واسطے  
 ممکن نہیں کہ زلف سے اچھے نہ اسکی زلف  
 کیا داغ سینہ زیر گریباں چھپائیے  
 سارے فطرت سے بڑھ کے ہے لاغر مابدن  
 کیونکہ ہمارے یوسف دکاپتہ ملے  
 لکھتا ہوں وصف عارضہ ابروئے یار کے  
 پیری میں بھی گیا نہ تغافل ہزار حیف  
 و حادثوں سے بعد فنا بھی کہاں نجات  
 لازم ہے ضبط نالہ دل بعد مرگ بھی  
 ٹوٹیں نہ رہروں کے اگر شیشہ ہائے دل  
 آنکھوں سے فائدہ جو نہ دیدار بے نقیب  
 وہ ہر باں نہ ہو تو کوئی ہر باں نہ ہو  
 ہم سو برس جو آگ جلائیں دھواں نہ ہو  
 کس کام کا وہ باغ جہاں باغیاں نہ ہو  
 قرآن کی طرح سے جو وہ رخ دیریاں نہ ہو  
 خورشید زیر دامن گر دوں نہاں نہ ہو  
 عشق کر میں یوں بھی کوئی ناواقاں نہ ہو  
 چاہہ ذہن پہ جب گدہ رکاوٹاں نہ ہو  
 کیوں صفحہ آفتاب قلم کہکشاں نہ ہو  
 اتنا بھی کوئی مائل خواب گراں نہ ہو  
 ممکن نہیں کہ زیر زمین آسماں نہ ہو  
 جو لطف جام ٹوٹ چکے رے رواں نہ ہو  
 دشت جنوں میں نام گوریاں دال نہ ہو  
 حاصل جبین سے کیا جو تر آستان نہ ہو

جانے اگر کہ چاہ عدم میں گرائے گا کوئی سوار تو سن عمر رواں نہ ہو

وہ گل جو آئے تو یہ چین کا ہونگ زرد

کچھ بھی امیر غیر گل زعفران نہ ہو

عکس سے بخونہ آئینے میں اتنا دیکھو جانے دو اپنی طرف اے گل رعنا دیکھو

چشم پوشی کا میں کرتا ہوں جو آنے شکوہ آنکھیں دکھلاتے ہیں وہ ادھر تماشا دیکھو

نہو اندھہ میں عیسیٰ نے بہت سر رازا تم بھی اس قلابے روح کو ٹھکرا دیکھو

پھیرنے کے لیے دل آئے ہیں ہم یاں آجیاں کر چلے جاں بھی نذر اور تماشا دیکھو

شوق اس کو چے کا کہتا جو یہی جسے امیر

خود جلوہ دوڑ کے قاصد کا نہ رستا دیکھو

میرے پہلو میں جو دیکھا خنجر جلا د کو دلے لاکھوں حسرتیں نکلیں ہمار کبا د کو

ہوں وہ دیوانہ بلاناہوں جو میں نصا د کو ساتھ لاتا ہے حمایت کے لیے جلا د کو

ہر جو کھوے بھی تو کب کھوے خواجہ ابائی رحم آیا بھی تو کب آیا مرے صیا د کو

قتل کر نیکامے اللہ اس ظالم کو شوق حکم مینوں دیدے یکبارگی جلا د کو

یاد میں اک رشک عیسیٰ کے جو میں مرنے لگا ہچکیاں آئیں دم آخر مبار کبا د کو

خاک ہو جانے پہ بھی ظالم نہیں متا غریز کب کوئی دیتا ہے مٹا کشتہ نوا د کو

زیر خنجر او دل بسمل ترپ اچھی نہیں تہر ہو جائیگا اگر رحم آگیا جلا د کو

سایہ رحمت میں تیرے جا کے بیٹھے اے کیم کیا ٹھکانا ہاتھ آیا ہے مری فریاد کو

مجھ سا صید خفتہ طالع کون ہوگا عند سب نفہ سنجی سے مری نیند آگئی صیا د کو

دو قدم اس فتنہ عالم نے چل کر و تسیر خوب بڑوایا چین میں مری دشمن د کو

جرم میرا کیا اگر قدموں پہ سبک کر گرا خیر جانے دیجئے کیا کیجئے افتاد کو

کیوں نہیں بھاتی عدد کو سیری نظم طبع زاد دوست رکھتی جو عقیقہ غیر کی اولاد کو

## مرآۃ الغیب

ہمسری اسکے قدموں سے جو جرم عظیم  
شوق پڑھنے کا ہو اُس طفل کو سنتے ہیں تم  
عید موسیقی کو ہونی برقی بجلی کی گنگو  
شکر کرتا ہوں کہ پایا قدر الٰہی کے لہو  
کیا کھیل کی فصد کیا سودا ہمارا اگر کام  
خوش ہو الیادہ میرے قتل کی نگر خبر  
کس طرف سے آگیا جو کا ہو امرگ کا  
قید تھی مدت سے اب آزاد ہوتی جو امیر  
روح نکلی گی دعا دیتی ہوئی حبلاد کو

چلے تو مجھے کہا نکالو  
بدل رکھنے سے فائدہ کیا  
اُسے بھی تو دیکھیں یہ آنکھیں  
آیا وہ رہ بچا بھی دوست  
گہرا کہ ہم آئے تھے سوئے شہر  
میچے میں گیا تو میں پکارا

اوروں پہ امیر تکیہ کب تاک

تم بھی تو کچھ آپ کو سمجھا لو

غربت میں وطن یاد دلاتی نہیں تھو  
کس منہ سے کروں قافلہ الٰہی شکر  
ساتی کا گلہ کیا ہے جو دیتا نہیں جو  
میں خچہ پڑ مردہ ہوں گلزار جہاں میں  
بھولے سے بھی غلی کوئی آتی نہیں مجھ کو  
آواز جس بھی تو جنگاتی نہیں مجھ کو  
منہ دختر ز بھی تو لگاتی نہیں مجھ کو  
کیسی ہی بہار آئے کھلاتی نہیں مجھ کو

شوق شہادت کو دہ دو ہاتھ لگا کر  
 کیا بے خبری ہو کہ خبر یار کی مجھ تک  
 کہتا ہو قیامت سے مرا طالع خفتہ  
 وہ جنس ہوں بار بار جہاں میں کفنا بھی  
 جھاتی سے لگاتا نہیں تو قتل ہی کر یار  
 سکتا ہو تجھے دیکھ کے رخسارہ قاتل  
 کچھ عار نہیں تیری خوشامد سے بر یار  
 وہ مجرم سبقت رہوں متقل میں میں تیرے  
 جھوٹوں بھی مجھے خوش نہیں کئی مری  
 آئینہ کی صورت ہمہ تن چشم ہوں لیکن  
 اس پر بھی موت دکھاتی نہیں مجھ کو  
 افتاد ہو کیا موت جو آتی نہیں مجھ کو  
 اس تنگ قضا سے میں نکلی جاؤں کہیں دہ  
 سر پر سے مرے ہو کے چلی جاتی ہو خلقت  
 اس قدر ہے کہ برہم نہ ہو ہنگامہ محشر  
 تم گور ہی تاک سب رے قصد دیکھنے والے  
 لاغر ہی میں ایسا ہوں تمہاری نہیں تصویر  
 کرتی نہیں کب دختر رز مجھے شرارت  
 کوچے سے ترے میں جو نکلتا ہوں تو حشمت

ہو خواب میں آئینا امیر اس سے جو دعدہ  
 موت ایک طرف نیند بھی آتی نہیں مجھ کو

کافور سے بڑے کفن آتی نہیں مجھ کو  
 ہوں ناز کسی کا کہ اٹھاتی نہیں مجھ کو  
 دشت مری وہ راہ بتاتی نہیں مجھ کو  
 کیا نقش قدم ہوں کہ چھاتی نہیں مجھ کو  
 آتی ہو قیامت تو اٹھاتی نہیں مجھ کو  
 اب ایک کی صورت نظر آتی نہیں مجھ کو  
 بستر پر مری موت بھی پاتی نہیں مجھ کو  
 کس دن یہ پری آگ لگاتی نہیں مجھ کو  
 ہے کون سا کوچہ کہ چھکاتی نہیں مجھ کو

اے ہمت دل ہاتھ میں قائل کے تلواریں  
 ہو جاؤں میں دو ہاتھ میں اس کے اسباب  
 کیوں درد کے مانند بھاتی نہیں مجھ کو  
 ساقی یہ صراحی تو چھکاتی نہیں مجھ کو  
 اے لغزش پا تو بھی گزاتی نہیں مجھ کو  
 گردش مری قسمت کی چھڑاتی ہو وہ کوچہ

میں گل ہی امیر آب کو اس باغ کا سچا  
 قسمت مری اتنا بھی ہنسائی نہیں مجھ کو

اے ضبط دیکھ عشق کی آنکھیں نہ ہو  
 مدت میں شام وصل ہوئی جو مجھے نصیب  
 اک پھول جو گلاب کا آج اُنکے ہاتھ میں  
 ڈھونڈے سے بھی نہ سہی باریک جب ملا  
 فرقت میں یاں سیاہ زمانہ جو بھٹکا کیا  
 دکھی جو صورت ملک الموت نزع میں  
 آنکھیں ملیں ہیں اشک بہا نیکے واسطے  
 الفت کی کیا امید وہ الیسا جو بے وفا  
 طول شب وصال ہو مثل شب فراق

منہ پھر کر کہا جو کہا میں نے حال دل  
 چپ بھی رہو امیر مجھے درد سہ نہ ہو

ردیف ہاے ہوز

آیا نہ مر کے بھی شجر قد یار ہاتھ  
 طوئی سے بھی بلند کہوں اس کو چار ہاتھ

پیری میں ضعف سے نہیں غم دار ہاتھ  
 پہنچے کبھی نہ خواب میں بھی اُسکے پاؤں تک  
 دل کو مرے پتھرائیہ شیریں یہ پتھکادی  
 تکلیف سائلوں کی جنوں میں نہیں پسند  
 اس گل پر رنگ بیخود مر جاں میں بھی نہیں  
 ہو مرگ مجھ کو زینت کے کوچے میں یاد کے  
 دینے کی وجہ جنگ میں کیا ہو تھیں کہو  
 برہم ہو چھٹنا کے مرے دل کو ذلف یاد  
 بانج جہاں مدارحت بے علم کہاں نصیب  
 جب چاہے دوڑے ساتھ مرتے ہیں بخیر میں  
 تڑپا میں بحر خون میں تو قاتل نے یہ کہا  
 وہ سخت جان تھا غیر کاتب سرحد ہوا  
 ایک اسکی چوٹ میں رہے ہو نصیب کی کثرت

ہیں دامن تھنا کے لئے بے قرار ہاتھ  
 پیدا کئے تھے کیوں مرے پروردگار ہاتھ  
 ہو پاؤں کا قصور نہ تقصیر وار ہاتھ  
 دامن کو پھاڑ دوں میں بڑھائیں و خوار ہاتھ  
 دکھلا رہی جو طرفہ حساسے بہار ہاتھ  
 دو گز زمین آگئی بہر مزار ہاتھ  
 کیا میرے دد میں اور رقیبوں کے چار ہاتھ  
 خوش قسمتوں کو آتے ہیں ایسے نکار ہاتھ  
 تپوں سے تپتے ہیں شجر سایہ دار ہاتھ  
 میدان حیات لوگجا میں بڑھ کر ہزار ہاتھ  
 بیڑا ہے پار اور لگاتین چار ہاتھ  
 سفاک ہے جو گن کے لگائے ہزار ہاتھ  
 کتنا مہیا ہوا ہے دم کار زار ہاتھ

سمجھے یہ سب کہ سیکڑوں منزل گیا اتیر  
 پہو نچا جہاں زمیں کے تنے کوئی چار ہاتھ

دل جو سینے میں زاہد سا ہے کچھ  
 رخت مستی بدن پہ ٹھیک نہیں  
 چشم ز گس کہاں وہ چشم کہاں  
 نخل امید میں نہ پھول نہ پھل  
 سا قیا سحر میں یہ ابر نہیں  
 کل تو آفت تھی دل کی مبتلائی

غم سے بے اختیار سا ہے کچھ  
 جہان مستعار سا ہے کچھ  
 نشہ کیسا غار سا ہے کچھ  
 شجر بے بہار سا ہے کچھ  
 آسمان پر غبار سا ہے کچھ  
 آج بھی بے قرار سا ہے کچھ



مردہ ہے دل تو گور ہے سینہ داغ شمع مزار سا ہے کچھ  
اس کو دنیا کی اُس کو خلد کی حوص رمہ ہے کچھ نہ پار سا ہے کچھ  
پہلے اس سے تھا ہوشیار امیر

اب توبے اختیار سا ہے کچھ

داغ غم بھی ہو دلانا نہ شبگیر کیا تھا  
تیر پر تیر کا دکھ کے اوصیہ افکن  
کیا شبید رخ گلگوں نے دکھایا عالم  
ناگ بانوں میں جو ابد جو قریبے گاں  
شستر تک شکش زندگی و مرگ رہے  
عوضہ جنگ میں بھی پیچھے ہوئے اوساق  
کیا ہوا تیری شکست کوئی دندہ جو بیا  
تو نے تیری جو پڑھائی تو ہوئے تباہ  
بختی میں کہاں چشم بقا مثل حباب  
میرے ہوتے نہ چھری پھیر کی پر اسے ترک  
ہوں وہ دیوانہ رہا ہونے بھی زنداں میں رہا  
دی سزا اُنے گناہوں کی مجھے ہنس ہنس کر  
میرے چہیتے ہی سترگ سے چہنشا شوق تہکار  
بھر دیا درد یہ رگ رگ میں تم گیسو نے  
خطر خسار کو اس ہر کے کیا یاد کیا  
نا توانی سے یہاں تک میں اسیری میں کاک  
اس طرح ساتھ جو گدوں کو ملانا دل

کہ سپاہی کو سپر چاہئے شمشیر کے ساتھ  
لوٹ جائے نہ تھا بھی نہیں خنجر کے ساتھ  
کھینچ گیا رگ میں نقاش بھی تھپیر کیا تھا  
تین عریاں وہ سپر یہ کہاں تیر کیا تھا  
تم دم و زح کے یار جو بھگیر کے ساتھ  
کیا مزار ہو جو چلے جام بھی شمشیر کے ساتھ  
تھک گئے پائے اجل دھکے اس کیو کیا تھا  
کھینچ گئیں سیکڑوں ترخیں تری شمشیر کیا تھا  
اعظمی ہو موج خرابی مری تعمیر کے ساتھ  
کلاٹ ڈالو گنگا گلا گردن خنجر کے ساتھ  
کٹ گئے بانوں بھی شاید مری زنجیر کے ساتھ  
دور نایاب طے دہہ تعزیر کے ساتھ  
کٹ گئے تیر کے پر بازوئے خنجر کے ساتھ  
بڑی ہڈی مری غل کوئی جو زنجیر کیا تھا  
شرح شمشیر پڑھی حاشیہ میر کیا تھا  
پانوں اٹھاتے ہیں اب نالہ زنجیر کیا تھا  
جس طرح راہ میں رہتا ہو عصا پیر کیا تھا

## مرآة الغیب

بات سیدھی مری ہو جاتی ہے الٹی جو امیر

خند ہے شاید مری تقدیر کو تدبیر کے ساتھ

اُنس رکھتا ہو بہت نالہ شبگیر کے ساتھ  
 حوصلہ دار لنگانے کا عبث ہو اور ترک  
 او کما ندر یہ چمکی کی صفائی کا جو لطف  
 خوب دیکھا تو نہیں کوئی کسی کا پس گ  
 قتل کرتے ہیں وہ میں انکو دعا دیتا ہوں  
 چرخ گرداں ہو وہی رستم و سہراب کہاں  
 صید اُس ترک کا پتا نہیں کتنا بھاگے  
 یار کے حسن جوانی کو مٹاتا ہے فلک  
 حسن صورت نے مصور کو کیا مستغنی  
 کب پھر میں گوشہ نشین لاکھ زمانہ پھر جائے  
 میں ضعیفوں کا ہوں بیمار مے مستغنی  
 قابلِ نطق نہیں کلاک کے مانند زباں  
 ظلم یاد آتے ہیں اُس تب کے جو پڑھا ہوا ناز  
 پہلوئے مہر میں ذرہ نظر آئے سب کو  
 ہوں وہ پھر مجھے دیکھ کے یہ بھر ایا  
 دل نکلا جائے نہ یار کہیں اس تیر کیا تھ  
 کھنچ گئی روح بدن سے تری شمشیر کیا تھ  
 دل بھی پہلو سے نکلا جائے ترے تیر کیا تھ  
 طفل ہزاہ جواں ہو نہ جواں پیر کیا تھ  
 چلتی ہو میری زباں یار کی شمشیر کیا تھ  
 تھک گئے کیسے جواں دھکے اس پیر کیا تھ  
 کوسوں آتی ہو تھنا دوڑ کے فخر کے ساتھ  
 میں بھی سچاؤں الہی اسی تصویر کیا تھ  
 ہاتھ کھینچا ہو جہاں سے تری تصویر کیا تھ  
 طلب گردش نہیں کرتا فلک پیر کیا تھ  
 عرق شیر مہی ہو قمر صفا بشیر کے ساتھ  
 خاموشی خلق ہوئی ہو مری تقریر کیا تھ  
 منہ سے فریاد نکلتی ہو تکبیر کے ساتھ  
 حور کا نقشہ جو کھینچیں تری تصویر کیا تھ  
 دستِ قاتل سے کہاں چھوٹ گئی تیر کیا تھ

کیا عجب میں بھی شہید و نہیں ہوں محبوب امیر

اُنس رکھتا ہوں بہت حضرت شبیر کیا تھ

بڑھ کے تصویر سے لاغر تر اجراں ہو کچھ  
 وصل کی راتیں بڑی چرکی چھوٹی ہوں اگر  
 بڑیاں چار بدن میں میں نقطہ جان ہو کچھ  
 یہ تو کہاے فلک اس میں ترانہ صفاں ہو کچھ

میرے مرنے کی خبر کوئی کہے تو اُس سے  
کیوں سو اکیانہ تجھ جائیگا نادان ہے کچھ  
وصل میں بوسے وہ گہرا کے مری صورت  
کیا کرے بات کوئی اس سے یہ انسان جو کچھ  
یاد غیروں کو تو ہر وقت کیا کرتے ہو  
یہ تو فرماؤ ہمارا بھی کبھی دھیان جو کچھ  
حال پوچھے جو وہ قاصد فقط اتنا کہنا  
آج کل غم جو بہت سخت پریشان ہو کچھ  
دیجے بوسہ مجھے وہ وصل میں کہتے ہیں امیر

سچ بتا دل میں ترے اور بھی ارمان جو کچھ  
رند مشرب ہم ہوئے دست پھڑھڑکے ہاتھ  
عشق بت تجھانے سے جانے نہیں دیتا مجھے  
دشگیری اب ہوساتی ساتی کوثر کے ہاتھ  
دب گیا ہو کیا کروں زاہد تلے پتھر کے ہاتھ  
نہیچے آئینہ دل چل کے اسکندر کے ہاتھ  
داخل جو رکھتا خون میں قدر دال ہوتا ہو غیب  
لاش بھی مدفون اسی کے کوچ میں ہو یا خدا  
اس لیے تا جائے نامہ کوئی دی جائے غریب  
خطا مجھے بھیجا تو بھیجا اُسے بازیگر کے ہاتھ  
سخت جانی تجھ کو شرمندہ نہ قاتل کے کس  
آبداد اب اسے گلو ہے تیزی شجر کے ہاتھ  
فصل گل آئی ہوئے سب سے اب کیا لٹا  
گردن قاضی میں ہیں مست مے آج کے ہاتھ  
لاکھ ہوسامان دولت ایک بھی رہتا نہیں  
دست نازک سے اٹھینے کب کڑے بھاری امیر

گر سنے میری تو باندھوں سانے زر گر کے ہاتھ

## ردیف یاے تختانی

زبور سے بڑھ کے تجھ کو تری چال ہو گئی  
موج خرام پاؤں میں غمخاں ہو گئی  
زلف اسکی مرغ دل کیلئے چال ہو گئی  
چوٹی گندھی تو جان کا جنم ہو گئی  
اللہ رے گویاں تری وحشی کی اسے پری  
زنجیر پاؤں میں جو پڑی لال ہو گئی

کیسا سلوک مجھ سے کیا اشک شرم نے  
خوش خوش سمنہ ناز کو دوڑا رہیں وہ  
بچھاؤ وہ بحر حسن پڑے ہم غلاب میں  
دیتا ہماری لاش کو غربت میں کوئی نسل  
یہ وصف میں کیا شعر اے مہمان  
تھے نہیں جو سکے داغ جنوں میں  
دل میں گئے وصال کے سودا ٹھہر گیا  
ادبار تھا افرات تھا جتنا کہ یار سے  
راؤں کو چپکے آنے لگا ہوا وہ ہوش  
پایا نہ اس سے تو نے کبوتر جواب خط  
آیا تھا سوئے شہر میں کفر تک کے لیے  
ساقی جو دہشت زدہ تھیں توئی شہر تاج  
آرا لیش اسکی زلف نے سسٹھ سے کی  
مغفل میں کہہ رہی جو انا کتنی پکار کے  
کرتے ہیں خاتے فرقت زلف سیاہ میں  
یہ کال کا ہمارے لیے کان ہو گئی

اچھا ہوا کہ مرگ سے ہم پہلے مر گئے  
ہوئی تھی جو آئینہ وہ فی الحال ہو گئی

چاہنا ہم کو تو اس کا چاہئے  
دل نے جب پوچھا مجھے کیا چاہئے  
کان جب آواز سنتے ہیں تری  
بواہوس اور اڑھائے سوز عشق  
وہ ہمیں چاہے تو پھر کیا چاہئے  
درد بول اٹھا تر پنا چاہئے  
آنکھ کہتی ہے کہ دیکھا چاہئے  
داغ کھانے کو کلیجا چاہئے

## رأۃ الغیب

دل مرا کہتا ہے سکر شورِ حشم  
یہ نیک رخنوں پچھڑ کا چاہئے  
دعہ آنے کا جو اُن سے خواب میں  
خواب کب آتا ہے دیکھا چاہئے  
حرص دنیا کا بہت قصہ بے طول  
آدمی کو صبر تھوڑا چاہئے  
طالب بے پردگی جو اُن سے حسن  
شرم کتنی ہے کہ پردا چاہئے  
اتحاش ہے دوست دشمن کا جھٹ  
یہ تو اپنے دل سے پوچھا چاہئے  
دوست میرا بغض رہا ہے غیر سے  
جہان کو دشمن کے دریا چاہئے  
خشاک لب میں صورت دریا تو ہوں  
وسعت دل مثل دریا چاہئے  
ترک لذت بھی نہیں لذت سے کم  
کچھ مزہ اس کا بھی چکھا چاہئے  
یوں وہ بوسے میں نے جب اُن سے کہا  
چاہئے والوں کو چاہا چاہئے  
تم نے چاہا مجھ کو میں نے غیر کو  
اپنا اپنا جی اسے کیا چاہئے

ہے مزاج اس کا بہت نازک امیر

صیقل انہما قتنا چاہئے

شکل آساں نہ ہوئی تیرے گنہگار دنگی  
حیف مغز بڑی گئی بارہ بھی تلوار دنگی  
چکیوں کی ملک الموت نے ٹھلائی جو ڈاک  
موت کے گھر میں جو دعوت ترے بیمار دنگی  
کرنا انکار مرے خون سے اسے تیرنگن  
دیکھ کچھ کہتی جو سرخی ترے بیمار دنگی  
چار سچوڑے میں چار کھڑے لڑتے ہیں  
جلس وعظ نہیں نرم ہے بنو واردنگی  
اک فرما پاؤں اٹھائے ہوئے اسے توں گھر  
مدتوں سے خبر آئی نہیں کچھ یار دنگی  
کھو گیا بال جو آتے ہیں وہ زنداں کی طرف  
کچھ بڑھا جاتے ہیں سید اور گرفتار دنگی  
دم نکلنے پہ بھی ان ابرود کا دھیان ہا  
قتل کی راہ عدم چھاؤں میں تلوار دنگی  
دل شکستہ ہے جو توبہ تو عجیب کیا زاہد  
جو نکالی ہوئی صحبت سے یہ بخار دنگی  
سب کو پاس اپنا کاہوتا ہے یہ جھوٹا حکم  
گیٹا ہوں سے صف آگے ہو گنہگار دنگی

بیچھے پر طاروں کو دیتا جو صیاد قضا  
قینچیاں پہلے عطا ہوتی ہیں منقار و نکی  
نخن گرفتہ ہوں میں ایسا مری شکر آید  
ڈاک بھلائی جو قاتل نے خبردار و نکی  
اے کیسی ہی کوئی آفت نہیں کرتے عاشق  
قید آواز بھی ہے ان کے گرفتار و نکی  
میں وہ وحشی ہوں کہ جب کو چڑھا نہیں گیا  
سایہ پوشیدہ ہوا آڑ میں دیوار و نکی  
ہومزہ وصل کا کیا ہوش اڑا دیتی جو  
بھینسی بھینسی ہماک اے یار ترے ہار و نکی

ہر تن ناکہوں میں فکر غزل کیا ہوا تیر  
شر گوئی نہیں خاطر ہے فقط یاروں کی

سیر منظور ہے اس ماہ کو بازاروں کی  
اب چمک جائیگی تقدیر خریداروں کی  
حد نہیں کچھ مرے یوسف کے خریداروں کی  
بھونک دے شہر نہ گرمی کہیں بازاروں کی  
انکی پلکوں سے یہ قالب کئے تیروں نے تھی  
شکل پیکانوں میں پیدا ہوئی سو فائدہ نکی  
نامہ بر کو چڑھا قاتل کا یہ کافی ہے بتا  
میں وہ دیوانہ گھیسو کہ گریباں کے عوض  
گھر سے تو گھینچ کے شیر نقل تو قاتل  
کو کناروں کی ہوا سے نہیں ملتے ہیں درخت  
دھتہ پڑ گئی جب چاہ زخماں پر نگاہ  
مر گئے ہم تو بنا آئینہ خانے میں مزار  
اجنی تو فتن معلوم کو الہی ہو کہ دے  
پوشہ لب نہیں دیتے وہ شکر رنجی سے  
داد و حشر سے عیش میں کہیں گے سنوار  
اپنے زندان محبت میں ہیں چو کہ ہرے  
چشکیاں ہیں یہ کلبے میں کہ دان ترخ اٹھا

# گر گئی آپ مری لاشیں تہ خاک امیر مر کے تکلیف گوارا نہ ہوئی یاروں کی

میں رو کے آہ کر دنگا جہاں رہے نہ رہے  
رہے وہ جان جہاں یہ بہاں رہے نہ رہے  
ابھی مزار پر احباب ناخود پڑھ لیں  
پس شباب ہو کیا اعتبار جمع حواس  
خدا کے واسطے کلمہ توں کا پڑھ زاہد  
بھلے دل سے گانہ داغ شوق سجد  
خزاں تو خیر سے گذری چمن میں بلبل کو  
چلا تو ہوں پے اظہار درد دل دیکھوں  
کر دکھام کہ بھی سیدان عشق میں گانے تاز  
تروپ رہی جو بھی دلی بھلے کے  
قیام روج پہ قالب میں اعتماد نہ کر  
رداں ہے تیغ نگاہ سے مرا بھی بڑا پار  
شب وصال غنیمت ہے پھر خدا جانے  
چلا بھلی کو چھو قافل کو سر کے بھل دیکھوں  
دور روزہ لذت غنیمت ہے ذکر حق کرے

ایمیر جمع میں احباب درد دل کہہ لے

بہر التفات دل دوستاں رہے نہ رہے

زمانہ ہو گیا بدوش چشم مست دلبر سے  
نہاں ہو چکی محفل کی محفل ایک ساغر سے  
پڑا ہوا رخ میرے دل میں عشق تہ دلبر سے  
یہ سودا ہوا آج مجھے بازار محشر سے

کہے اں کیوں نہیں اغیار میری آہ کو نگر  
 جہن میں جا کے یہ گلزدنیا چاہیں کھاتے ہیں  
 یہ روز و شب نہیں لکھتے ہیں غافل زندگان کی  
 بٹھا کر دہرہ دہرہ کو جو دیکھا اُس نے آئینہ  
 جو اپنے خطیہ لاک دونوں آنر روز خوش آیا  
 حسین کہتے ہیں مرے دلو پاکو اپنے مجھ میں  
 نہایت الفت چاہ وقتن میں دل پریشان  
 ہوا میں ڈال دینا تو دنیا رنگ پر آئی  
 نہیں حاجت روا تجھیں انجھن کے دنیا میں  
 رہا بیتاب حرص ز میری یہ سیرا کی بدورت  
 چمن میں اب تو میری سایہ آگوشیا ہوں  
 چڑھا جاتے تھم کے تھم کے جھٹکے میں  
 خیار جہل آڑا دیتا جو فیض صحبت کمال  
 جزائے غیر دے اللہ میرا مہربان کو  
 یہ ایسا کسکے شہباز نظر کا تھا کرتے میں

آمریک قطرہ آندو کا گراں جو موئے مرزاں پر  
 گرہ رشتے کی سوزن کے لئے بڑھ کر جو لنگر سے

ہوئیں پرنور آنکھیں جلوہ زخار دلبر سے  
 چھٹکا دے بارہ ڈارو کو شراب روح رود سے  
 تڑپ کر جب کل چلن ہوں میں کوئے تجھ سے  
 نہ امت سے جہت یہ ز اہران خشک روتے ہیں



جواب خط نہیں آیا ہے پیغام اجل آیا  
 پلا دے بادے ہم کو نخل اتنا بھی نہیں اچھا  
 آل کار کی صورت نظر آتی تو دیتا  
 درگوش صنم کے وصف میں لازم ہوتا جو  
 پر پرداز کی حاجت ہو کیا رنگ بریدہ تو  
 وہ منصف ہوں جو خاں و خط جلائی لگاؤ  
 کیا قمری کو عیا دازل نے سر دکا قیدی  
 میں دیوانہ قامت ہوں جانا ہوں گلشن میں  
 تری تیغ نگہ کا جب دم ایاد و حیاں آیا  
 مقدری جو آرزو ہو تو کام آتی جو کج دولت  
 جواب نامہ لکھ کر طرفہ شوخی کی آئیں اس نے  
 کہ مراض اسپہ کی ظالم نے منتقار کہو ترے

پھولوں میں اگر ہے بو تھاری  
 اُس دل پہ ہزار جان صدقے  
 دودن میں گلو بہار کیا کی  
 چمکا جو چین میں غنچہ گل  
 مشتاق سے دور بھاگتی ہے  
 گردش سے ہے ہر دم کے ثابت  
 آنکھوں سے کہو کی نہ کرنا  
 لاسر دہوا میں نیم بسمل  
 سب کہتے ہیں جس کو بیلہ افقہ  
 کانٹوں میں بھی ہو گی بو تھاری  
 جس دل میں ہو آرزو تھاری  
 رنگت وہ رہی نہ بو تھاری  
 بو دے گئی گفتگو تھاری  
 اتنی ہے اجل میں غم تھاری  
 ان کو بھی ہے جستجو تھاری  
 اشکوں سے ہے آبرو تھاری  
 پوری ہوئی آرزو تھاری  
 ہے کاکل مشک بو تھاری

تنہا نہ پھر د امیر شب کو

جو گھٹات میں ہر عدد تمہاری

جو ہو بہار اُس کو خزاں کا خطر بھی ہو  
اے یاغبان لبنت کی تجھ کو خبر بھی ہو  
گاہک ہوں خاک جو ہر لہو کو لفظ بھی ہو  
یہ اشک نول تو لعل بھی ہو اور گہر بھی ہو  
سینے سے دیکھ بھال کے نادک کو کھینچنا  
نادک کیساتھ یا کسی کا جگر بھی ہے  
عشر میں ہو گئے تیرے تم کے یہ دو گواہ  
ہمراہ زخم دل بھی ہو داغ جگر بھی ہے  
کوئین میں ہو جلوہ حسن و جمال دوست  
ہو ایک روشنی کہ ادھر بھی ادھر بھی ہے  
کیا یہ بھی تیری الفت حاضر میں ہو بعض  
تپ بھی ہو آفتاب کو دوران سر بھی ہے  
کیا فایہ کریں جو ر فوگر سے التجا  
صد چاک مثل حبیب ہمارا جگر بھی ہے  
فرقت کی شب میں کوئی ٹھکنا نہیں ہے  
اس ہر کھیر ح سے گریزاں سحر بھی ہے  
صد چاک ہو جو دل تو جگر و اغدار ہو  
دیکھو تو ایکجا یہ کتاں بھی قمر بھی ہے

محبوب حق کا خاص یہ رتبہ جو اے امیر  
داخل ہوا مکال میں یہ حد بشر بھی ہو

عمر و داں کو جانی کوئی موج آب کی  
تار نفس نگاہ ہے چشم جاب کی  
ذبت نہ آئی اپنے حساب کتاب کی  
اللہ شام بھی ہوئی روز حساب کی  
میں وہ مہیا ہمار ہوں جیسے ہوا ہون  
چلائی ہو زمیں مری مٹی خراب کی  
امید دار بارشیں ابر کرم میں ہم  
بجلی گرائیے نہ نگاہ عتاب کی  
اللہ رے قدر میرے گناہوں کی روز حشر  
تعظیم کو کھڑی ہوئی نیزاں حساب کی  
سو جانیں ہوں تو تیرے یہ تیری خداؤں  
کیا جلد کٹ گئی ہو گھڑی اضطراب کی  
باندھی ہو سرد چہری گردوں نے کیا ہوا  
بھلی ہو برق اوڑھ کے کملی سحاب کی  
مصرف یاد دوست ہوں آنسو کو ذخیر  
پوچھا کرد یہاں نہیں فرصت جاب کی

ڈرتے نہیں ہوساتی کوثر سے و اعظ  
بیل کے جذب عشق سے گل اور کھیل  
چلتی ہے مثل موج جو وہ تیغ ابدار  
ایک ایک تل جو عارض جانان کا جواب  
یہ وجہ جو عارض جانان پہ جو نقاب  
ان غافلوں سے غفلت دل اپنی کیا میں  
وہ رشک ماہ منہ سے لگاتا نہیں امیر  
نئی خراب ہے قدح آفتاب کی

چمکی یہ روئے یار سے قسمت نقاب کی  
دولت لٹا رہے ہیں وہ حسن شباب کی  
کھوئی کدورتوں نے ہماری صفائے دل  
سجدے کیے ہیں ان کے خط جبین اٹھا  
کیف ہواے وادی وشت سے ست ہوا  
سوئے تھے وہ لہٹ کے کبھی ہم سے رات بھر  
بولے وہ چاندنی میں ہوئے جیت و حق  
ساحل کی سیر کو اگر آئے وہ بحر حسن  
نقشہ ہی اپنے روئے کتابی کا بھیجد و  
دریا پہ یا خدا یہ چڑھی کسی فوج رشک  
اندازے سے جو پاتی ہو باہر سر گناہ  
کیا قہر ہو کہ روز قیامت ہوا تمام  
واعظ تری سمجھ کے بھی قربان جائے

جالے سے تھیں رہا ہے کن آفتاب کی  
کیا جانے کیا سمجھ کے یہ سو بھی ٹوب کی  
اس آئینے کی رنگ نے نئی خراب کی  
ایسی ہوئی خوشی مجھے خط کے جواب کی  
آہو کی شاخ مجھ کو قلم جو شراب کی  
اب کیا کریں وہ ذکر کہ باتیں ہیں خوب کی  
گرمی جو ماہتاب میں بھی آفتاب کی  
دریا اچھالنے لگے ٹوپی حباب کی  
جو ہم کو نقل واصل برابر کتاب کی  
چادر ہلا رہی جو جو ہر موج آب کی  
زور اپنا لیتی ہے ترازو حساب کی  
دیکھی گئی نہ فرد ہمارے حساب کی  
قرآن میں تو ہوا صفت ہر شراب کی

گلشن میں بلبلیں ہیں باری طرح مست  
ساقی گلابیاں ہیں کہ تلیں گلاب کی  
شہرت اگر نہ ہے کی ہو اس نام سے امتیر  
دنیا میں آبرو نہ ہے آفتاب کی

مانگا جو بوسہ آنکھ دکھائی عتاب کی  
کیا تہرہ کہ چھوڑ کے بھٹی شراب کی  
موسلی کو یہ چھوٹی جو کہ برق جمال بھی  
سے پیچھے تو طارم انگور کے تے  
انساں کا دل تمام الفت صد آفریں  
کس شہسوار حسن کا جو اس کو انتظار  
آداز صورتکے میں کیوں اٹھ کھڑا ہوا  
تقاضا کیا تمام مرقع نے رو دیا  
دنیا ہی میں سزا مجھے غفلت کی ہو گئی  
الشر سے جو شش مہما صی کا بند گ  
تا سب پہ شان عفو نمایاں ہو روز تشر  
ساقی کا دل ضرور کدھر جو کچھ نہ کچھ  
غم میں بٹھیر ہو کیوں نہ بشرا کا شیر حال  
احسان سر پہ ناخدا شمشیر پار کا  
دیکھو تو اتحاد را حسن و عشق کا

تھکا ہے دہن تو بات بھی کیا لا جواب کی  
بھیجا بہشت میں مری مٹی شراب کی  
اک نہ اتر گئی تھی تہا سے نقاب کی  
تارو کی چھاؤ نہیں ہو بہار آفتاب کی  
دیکھو لباط کیا جو غریب اک حباب کی  
ایک کھلی ہوئی ہیں جو آنکھیں کاب کی  
کچھ یہ تو ایسی بات نہ تھی اضطراب کی  
تصویر دیکھ کر مری چشم پر آب کی  
تعبیر خواب ہی میں ملی جھکا خواب کی  
چادر مرے خراک چادر جو آب کی  
چمن نی جو اس نے فرد ہمارے حساب کی  
تلپٹھٹ ہوئی جو ہر کو عنایت شراب کی  
ترہی جو موج آنکھ بھرائی حباب کی  
کیا دلتے کھول دی جو گہریج و تاب کی  
بلبل کے آنسو نہیں جو خوشبو گلاب کی

ان غافلوں سے غفلت دل کیا کہیں میر  
مردے نہ دے سکیں کبھی تعبیر خواب کی  
دہ چاٹ دوں کہے نہ مذمت شراب کی  
واعظ کے منہ پہ ہر لگا دوں کتاب کی

پروہ چمک جو اُس کے رخ بہ حجاب کی  
ساقی میں زہد و کھ کے دوزخ کو روزِ حشر  
کیا بے حساب حشر میں چھوٹیں گناہگار  
گریاں وہ ہوں کہ جب مرے تبت پہ آگیا  
قائب میں روح بند فرشتوں کی عمت  
عزم عرق میں ثوب کے آبِ رواں بنی  
خوابش بجائے نشے سوزِ دل کی ہے  
چرواں میں جا کے اہل عدم کی کھینکے کیا  
مقتل ترا تمام زمانے سے جو جدا  
کنادنی ہو چرخ جو جہاں ہوئے مست  
دکھلا رہا جو دختر ز رنگِ برقی طور  
دی جان کسے وادیِ عزت میں نشہ لب  
فرقت میں جو یقین کہ شبِ زندگی ہو صبح  
اُس رت پہ عاقبتِ دل ناصح بھی آگیا

فرقت میں دل جلاتی ہے بوئے کبابِ امیر  
رورہ کے موجیں آتی ہیں تھج کو شراب کی

حالت کھی ہو رو کے اسے اضطراب کی  
آئے مزار پر ہوئی خفتِ عذاب کی  
نیرنگیاں ہیں طرفہ رخ بے نقاب کی  
تم شہسوارِ حسن ہو لگ جائے کی نظر  
رما دجائے ہیں جے آفتابِ حشر  
سطر میں کہ تیجِ قباب میں موجیں ہیں آب کی  
دلت کے بعد ماہ چلے وہ ثواب کی  
سرخِ شفق کی جو توجہ آفتاب کی  
گھوڑے سے اترو آٹھ بچا کر کتاب کی  
تصویر جو وہ دخترِ زکے شباب کی

ملاۃ الغیب

وہ بد نصیب ہیں کبھی جاؤں جو میں دھر  
آؤ جانے میکہ سے ہر اک بظرب کی  
نعت دل رشتہ بچتے ہیں چپ کے ساتھ  
برہ آہ سنجے گویا کتاب کی  
ساتی وہ نیم کو موسم گریں شراب سے  
خوشبو جو جسمیں مشک کی رنگت شہاب کی  
دینی جانوں کے زادی غربت میں توبہ  
ہر موقع صحت چاک گریہاں سراب کی  
وہ بے نشان جہیز ہم کہہ شادی کو نہ جتن  
ڈھونڈے ملی زبرد ہمارے حساب کی  
وقت شکار اکت جاناں کو دیکھنا  
یہ بچ آگئی ہو لگ گئی تھو کہ حساب کی  
ماشتق بہت کیوں نہ کہیں زہر شہم پار  
یکس کو خوشگوار ہوتی شراب کی  
منظری سے کہہ کو اور کشتی کا بے لاکھ  
رکھ کر یہ دست خانی نہ دقت میں  
اٹھ اٹھ کے بچہ بیٹھ گیا راہ شوق میں  
اس سو کو احتیاج نہیں کچھ خضاب کی  
یہ سب غبار نے مری مٹی خراب کی

وہ مدت بے خبر چہ نہ بھگیا کہ اعظم  
بچے آسیر سے نہ عذابِ ثواب کی

ہم غش میں اسکار و دن دیوار بند ہو  
کیا آنکھیں کھولے رہ دیدار بند ہو  
خلقت کو جو یہ اسکے نظارے کا اشتیاق  
کھر کی ابھی کھلی نہیں بازار بند ہو  
رستم کا منہ ہو یہ کہ دم جنگ منہ چڑھے  
لاکھوں پہ بھی نہیں تری تو ار بند ہو  
توبہ کا در تو داہو میں جارس گے ہم  
کچھ غم نہیں اگر در خسار بند ہو  
خوش چشم جتنے ہیں وہ تھے دیکھ کہیں غش  
گلشن میں چشم نرگس بیار بند ہو  
یوسف کو پوچھتا نہیں کوئی ترے حضور  
مدت ہوئی کہ معر کا بازار بند ہو  
بلبل کو وصل گل ہو مبارک کہ دیر سے  
سوتا ہو باغباں در گلزار بند ہو  
چپ لگ گئی جو تیرے لب لعل کے حقو  
مانند غنچہ لال کی منقار بند ہے  
یارب جہاں میں عید ہو جائے رحیم  
دست سے سے فروزش کا دربار بند ہو

مرآۃ الغیب

سجہ لئے تھا ہاتھ میں اسے بت ہوئی کنگ  
وہ آج تیرے عشق میں زناہ بند ہے  
ارشاد ہو ہوا تھا زبان سے دم نخت  
بندہ اسی کا آج تلک کار بند ہے  
اور دکاؤں کر گیا لب جہاں بخش کے حضور  
غیبی کا ناطقہ دم گفتار بند ہے  
اظہار خط ہو اُس رخ گلزنک پر اسیر

یا گل کے گرد باغ میں یہ خار بند ہے  
بے وجہ ایک وہ لقا سے بگڑ گئی  
سو گئی جو بوسے زلفیہ چاہا اپنا دل  
لیج مرلیض اور دوا سے بگڑ گئی  
چو چھو خرابی تن خالی کا کچھ نہ حال  
تویر اُس مکان کی بنا سے بگڑ گئی  
جا کر سچ اور مرلیض کو دیں شفا  
انہی تو سانس قم کی صدا سے بگڑ گئی  
کیسا فتور چاہ عناصر میں پڑ گیا  
پانی سے آگ خاک ہوا سے بگڑ گئی  
اپنی طرف سے فکر ہو لازم بناؤ کی  
بگڑی جو خوشے یار بلا سے بگڑ گئی  
سماح خدا ہو قصہ سوئی دلیل ہے  
اچھوئی بھی بُروں کی دعا سے بگڑ گئی  
کچھ دکا حال گر کہ درت میں خوب تھا  
اس آئینے کی شکل جہلا سے بگڑ گئی  
ہمکو چین سے کیا کہ ہوا خواہ دام میں  
گلچیں سے باغخانے صبا سے بگڑ گئی  
حاضر ہے دوسرا نہ ہی ایک نہ ہے  
ہر بہ سے بن گئی جو ہمارے بگڑ گئی

ہم مست بوسے لب ساقی میں اے امیر  
بگڑی جو دخت رز سے بلا سے بگڑ گئی

دم بھر بھی دم اب آئے گنہگارے چلے  
وہ بہر قتل میان سے تنوارے چلے  
جس طرح ہو گانا زبوں کے اٹھائینگے  
ذمے میں اپنے ہم تو یہ بیگارے چلے  
دھمک رہا ہے گری باز ارشہر کیا  
ایسے حرارے تو ترے عیارے چلے  
ہم بڑھ چلے جو وصل میں بولے فزارے  
بس بس کہ بوسے ایک کے تم جہاں چلے

طاؤس کبک خاک لڑا نیلے آنکی چال  
دیکھیں کہ اب تقافل ساقی دکھائے کیا  
ٹھہرے جو کسے یار میں درباں نے کہا  
دو حسن اب کہاں کہ ہوا آشکار خط  
بس بس زبان روک بوازانہ بڑھ چلو  
فتح نہیں ہو نقد و عالم پہ جنس وصل  
پردائے جسم کیا صدف بے گہر و آب  
اہل جہاں کو بستر آرام ہو نصیب  
کیا ہاتھ آئے اہل جہوں کو وہ شاکل لطف  
آئے کبھی نہ آپ زیارت کے واسطے

کب تک کٹے امیر پریشانیوں میں عمر  
بل کی بید وہ خڑے طرارے چکے

ایک پوشیدہ کمریہ لے کیا رکھی ہو  
کھینچ شمشیر ادا میاں میں کیا رکھی ہو  
جو بے بیٹھ کے سجد میں نہ کراے دعا  
اک زہاد و حشمت دل بڑھ کے خبر تو لینا  
بزم سے میں جو گئے ہم تو کہا ساقی نے  
نگو ناز سے بھی دیکھ جو کرتا ہے طلال  
سامنے کر کے نگہ قد سے یہ قافل نے کہا  
نہ دکھاتے میں کر کو نہ دین کو یہ بُت  
حشر کے دن نہ شکایت میں کمی کرایدیں

آٹھ مٹی شکل دہن ہم سے چرا رکھی ہو  
یہ بھی کیا گات ہو قاتل جو چھپا رکھی ہو  
ایسی شے ہو کہ قیامت پہ اٹھا رکھی ہو  
خاک کیا نجد میں مجھوں نے اڑا رکھی ہو  
اک صراحی تری خاطر بھی لگا رکھی ہو  
یہ ادا کس کے لئے تو نے اٹھا رکھی ہو  
کہ ترے دم کو یہ تلوار لگا رکھی ہو  
ابھی جو چیز تھی وہ آپ اڑا رکھی ہو  
اب یہ کس دن کیلئے تو نے اٹھا رکھی ہو



نماک افشاں جو ہوا زخم پہ وہ نہیں نہیں کر  
غیر کے ساتھ دغا کر کے وہ مجھ سے بولے  
جا کے آئے اُسے پھر زینت کڑوں نہ لڑیں  
نزع میں آؤ تو اُس کو کبھی تصدق کو دیں  
میں یہ سمجھا کوئی قاتل نے دوا رکھی ہو  
یہ دہی بات ہے جو تم نے بتا رکھی ہو  
مختصر بات ہو نا صحیح نے بڑھا رکھی ہو  
جان اک سہ رہتی ہم نے بچا رکھی ہو

یار خجما ہے جو چاہے کرے ہم نے امیر  
مگردن عجز تہ تیغ رضا رکھی ہے

کیا دہو یہ اس کے جمال و جلال سے  
ڈالی سپر نجوم نے اس رخ کے خال سے  
واقف ہوں اہل زیب جو اپنے مالی سے  
بوسہ نہ کس حسین کا ملا بارغ حسن میں  
یہ رنگ جلد جلد بدلتا ہے وہ نگار  
یہ کیف حسن ہو کہ تصور سے ہوش اڑیں  
سمجھا میں حسین گوشہ ابرو سے ہو کہ صید  
بندوں کو چشم شوق تپوں کو دیا جمال  
کیا کیا چمک چمک کے نکلتے ہیں ہر ماہ  
سنبیل نظر پڑا نہ کوئی گل نظر پڑا  
حیاد میں تو طائرہ فخت پسند ہوں  
انجام کو نہ سوچ جو دنیا کی ہو طمع  
غمگین میں ہوا تو ہوا اُن کا صاف دل  
دکھلا کے آنکھ دل نہیں مجھ مست کا لیا  
چاہہ ذوق میں دل جو میں غافل نہ رہا جف  
چیتے سے چھین نے کمر آنکھیں غزال سے  
ابروں نے بڑھ گئے چمچ چھینا ہلال سے  
سر پہ بھی پھر لگائیں تو گرد لال سے  
ایک ایک پھول توڑ لیا ہر نہال سے  
آئینہ شہر میں ہے رجوم مثال سے  
ہوتا ہر صفت کب کوئی کے خیال سے  
مارا خاک نے تیر کسان ہال سے  
واقف ہو کون مصیبت کو الجلال سے  
گل کچے بنے چھو گئے کیا تیرے گال سے  
خوشبو میں بڑھکے زلف سے بگچہ گال سے  
لٹکا مرے نفس کو تو شاخ ہال سے  
ہاتھ آئے مال مد جو گرا دین آل سے  
چمکا یہ آئینہ مرے گرد لال سے  
تم نے شکار شیر یہ کھیل غزال سے  
یعقوب کو خبر نہیں یوسف کے حال سے

دو نوں جہان میں ہے قیامت کا سامنا  
 اند کے جلال بتوں کے جمال سے  
 مرد سے ہے میرے آگے مٹا غبارِ دل  
 مٹی وہ دے گئے تجھے گردِ لال سے  
 تم جو کہ سو رہا کا چاند ہوتا ہے واسطے  
 کیا فائدہ کسی کو کسی کے کمال سے  
 میں کیا ہوں کہ ہے کہ قضا کر شمع کے  
 جلتی ہو تیغ یا رختی چال وصال سے  
 عاشق کا جی ڈوبے کہ چلے آپ تو بنے  
 ایسے عرقِ عرق وہ ہوتے اقبال سے  
 جو چاہے سو مانجے اللہ سے اتیرے

اس درد پر آبرو نہیں جاتی ہواں سے  
 وہ تیغِ آبِ گداز جو غماں پر لگی ہوئی  
 فرصتِ حسابِ حشر ہے ہولِ بولہ بولہ  
 دل کی ٹھیکری آج مقرر لگی ہوئی  
 آنسو وہ کوئی بھڑکناں راہِ عشق میں  
 غم و حساب ہے سر و فرنگی ہوئی  
 کوہِ سیاحی اسکو دیکھ سکیں کیا انتظار وہاں  
 قورم سے میرے رہتی ہو ٹھوکر لگی ہوئی  
 جلتا ہو سیفِ بخت میں آنکھ سے آنسو  
 چلتی کے پیچے اور ہو پادِ رگِ ہوئی  
 جانا نہیں ہو دل سے رنجِ آفتابِ دنیا  
 باہر تو آبِ نازک ہے اندر لگی ہوئی  
 اللہ سے دیدِ چہرہ قاتل کا اشتیاق  
 لو آگ بھی ہے شلِ سند لگی ہوئی  
 پوچھ لال سوزش پر روانہ شمع سے  
 ہے ہم کو کھٹکی تہِ خنجر لگی ہوئی  
 غم سے بقاءِ دل ہو تو دل سے بقاءِ غم  
 آنسو رواں ہیں خاک و نمہ لگی ہوئی  
 کیونکہ جو حسنِ چہرہ و یادِ آئینہ  
 دو نوں طرف ہو شہرِ بار بار لگی ہوئی  
 تو شامِ سپہرِ گمِ اجڑم آفتاب  
 مٹی ہے شلِ سد سکندر لگی ہوئی  
 ہواشی مزاج میں کہتا ہوا نہ تھا  
 یوں ہے امیدِ شیشہ و ساغر لگی ہوئی  
 آئینہ میں چائے کے رنگِ چشم کا و عکس  
 رکھتا نہیں وہ دریا کا صند بر لگی ہوئی  
 اکلی تو کیجئے مرے آنسو کو زیبِ گوش  
 زخمس ہے یا سہیں کے برابر لگی ہوئی  
 کو ہے اسے بھی صورت گوہر لگی ہوئی

وہ سیر بام کرتے ہیں مہراہ غیر کے  
یاں آنکھ جوت سے دھڑکھڑکھتی ہوئی  
عالم جو کیا شراب کا پیتا ہے شہاں میں  
تصویر جو یہ شیشے کے اندر رکھی ہوئی  
تال آنکھ اندر ہاتھ لگا سنا خدا کیسے  
ہر دم یہ آس ہے تو بھول گئی ہوئی

آب نغز نہ سکھ سکھ رہا ہے اب

ہر جہی میں ہے شہرہ و مشہور گئی ہوئی

بہ سرد آگ عشق کی گیدو ہو گئی ہوئی  
دل کی بچھا لے نہ سمجھ گئی ہوئی  
وہ نہیں کہ آگ میں گھر میں ہمارے وہ اہل  
آنکھیں پریشانہ سے طرف دہ گئی ہوئی  
تو جس کا نام بھی نہیں پتا کبھی اسے  
دش خیر سے نام کی ہے برا ہو گئی ہوئی  
خدا کی میر کو بچہ قتال کو جب پتا  
بیچے جی تھا سنا ہے کہ تو ہو گئی ہوئی  
شاید یہ ہے صبر کو کف منظر قتل عالم  
انکھیزاب جو تمام سے دہ ہو گئی ہوئی  
کس دوست نے کیا یہ خدا جانے ہو گیا  
بچکی ہے نذرنا میں جو برا ہو گئی ہوئی  
کیونکہ نہ حال غیب ہو ستوں پر آئینہ  
ہے دور میں دید و سافر گئی ہوئی  
تجارت گداز سے میں پر جاہ ایس ہم  
جو نیچے میں فقات سرا سر گئی ہوئی  
دور خاک سے اُن کو نہیں پتا غیب  
جن کے چلے تھی سند پر نہ گئی ہوئی  
دزد سخن سے مخوا رہی گو کیا خطر  
نہد ی گائیگا کوئی کیونکر گئی ہوئی  
کوین میں بچ گیا نہ اب کوئی آمل سے  
ہو سان پر وہ تیغ دو پیکر گئی ہوئی  
صعبوں جو قدیر کے تختہ رو یہ بلند  
کیا یہ قلم میں شاعر صند پر گئی ہوئی  
باش پر سادہ حیر کے پتے میں شراب  
اشکوں کی یاں جھڑی سے ہو گئی ہوئی  
عاشق کو آج بھی ہے جیس میں تو کس ہم  
انکھ سے یہ چوٹ ہے مل ہو گئی ہوئی  
غیروں پہم آب غفر قاتل سبیل وہ  
ہو ہم کو پاس داسے مقدر گئی ہوئی  
اے ترک کہ سی ہے ہوئی تیری تیغ صفا  
دل کی تو بسماں سے کھل پر گئی ہوئی

# مرآة الغیب

ساقی کمال پیاس سے جلتا جو یاں جگر  
لاجلہ برف میں سے احرارگی ہوئی  
جاینگا سوئے زلف دل اکدن ضرور امیر  
ظلمت کی دھن ہے مثل سکندر کی ہوئی

خوشخامی پہ جو اس بت کی طبیعت آئی  
چال اڑانے کو دبے پاؤں قیامت آئی  
اک بلا سر سے ملی دوسری آفت آئی  
شبِ فرقت جو گئی صبحِ قیامت آئی  
اسے اجل باندھ کر وقت تر آ پہونچا  
دن ڈھلا دیکھ وہ شامِ شبنمِ فرقت آئی  
مہم کے کشہ ز رفتار میں کیا ہم کو خبر  
کب چھوٹا صدر کب اسے یار قیامت آئی  
دل پر مسور کا نور جو میں پڑھنے بیٹھا  
داد دینے کے لیے بزم میں رقت آئی  
تینخ قاتل سے تھی امید بڑی دے نصیب  
وہ بھی منہ پڑ گئی جب مری نوبت آئی  
ہاتھ میں نے جو بڑھایا کبھی تیر کی طرف  
بولے جھنجھلا کے پر شاید تری شامت آئی  
سال بیمار نجات کا یہ آخر کو ہوا  
لک لک لوت کو بھی دیکھ کے رقت آئی  
تھی تو کچھ دلیں کھٹک ور دی پہلے سے نگر  
پاس سے آپ کا جانا کہ قیامت آئی  
البت ساقی کو شکر کی اگر آگئی توج  
بسجھے ہم ہاتھ کلیہ درجنت آئی  
یہاں سے کبھی خافی نہ رہا گھر میرا  
پاس رخصت جو ہوئی دل سے تو حیرت آئی  
دورے عکس رخ روشن سے یہاں بینہ دیرہ  
خود بدولت مرے گھر آئے کہ دولت آئی  
دورہ مہر ہوئے ہم کبھی پردہ اندر شمع  
جس جگہ دیکھ لیا حسن طبیعت آئی

ہوں وہ مالوس کہ دنیا سے جواٹھا میں امیر  
گور تاک پہنچی رونی جھے حسرت آئی

نگہ ناز کا م کرتی ہے  
دم میں تر کی تمام کرتی ہے  
آکے محفل میں دخت ز شبنم  
غینہ سب کی حرام کرتی ہے  
ٹھہرے ہیں دلیں سیر لوں غم و درد  
فوج جیسے مقام کرتی ہے

جانتا ہوں وہ بے دہن ہیں مگر خلق کچھ کچھ کلام کرتی ہے  
 پر بلا ہے تری سیاہی خطا صبح عارض کو شام کرتی ہے  
 یسٹ صاحب اٹھا کے دیکھو آٹھ دختر روز سلام کرتی ہے  
 کیا وہ آئیں گے میری میت پر خلق جو آخر دھام کرتی ہے  
 ڈر کے میری شب جدائی سے کالکا رام رام کرتی ہے  
 اُسکے کو چہیں روح خواب میں روڈ سیر دار السلام کرتی ہے  
 چلتی ہو جس جگہ پہ تیغ اترائی خود قصص اہتمام کرتی ہے  
 شب کو ہوتا ہے وہ جو بے پردہ چاندنی سیرام کرتی ہے

افست اس کی مٹا شائے مجھے

اسے امیر اپنا نام کرتی ہے

بہار آئی عجیب حالت جوان روزوں کوئی کا جگوں چٹکیاں لیتی ہیں بھٹا پیر غلاموں کی  
 سرفراز تھے کہتی ہو کشش پر دم سڑوں کی کدہ بھی پوچھتے آتے ہی ہونے واہ منزل کی  
 جہاں اٹھ گئے تو اٹھ گئے ہم کچھ نہیں پیدا غنیمت یہ کہ گردن اٹھ نہیں سکتی بوقائ کی  
 نے بانجے بنے ہو تم نے شمشیر بانہ بھی جو شکوہ حسرت آدوہ نہیں کھی جو بسمل کی  
 بھلا دکھوں تو دیکھو کیا نہیں تے ہیں گھر میرے اگر ہر عشق کامل کشش لاینگی کشش ل کی  
 گریباں پھار کر شیر خون کو خنل گل چلے جوں ایگزیر تھرتی ہیں آواز سننا دل کی  
 غور و سخن تم کو ہو کمال عشق جھکو ہے کہو تم میرے دلی یامیں کہو دن کے دلی  
 تمہارے حسن سے آیا تھا ناداں ادعا کرنے سیدی چھائی صورت تو دیکھو دکان کی  
 خدا کو اسطے لاکشتی ے جلد اے ساتی ترخ ہو رہا ہو کچھ ہوا ہر درد سائل کی  
 کیسکو دہر میں پہچانتا ہو کون اے غربت شناسائی جو کچھ ان ذراتے دلوں میں منزل کی  
 چھپا یا سب منہ منکر ہمارے خن کی ہند کی خردمانہ حیا کرنے لگی شمشیر قاتل کی

خوشادید انگار راہ الفت خوب ہے تو  
یہ تیرے نہ لطف کا عقدہ نہیں اس خوشادید سے  
تامل سے جو دیکھا برگھائے خوشادید کی  
کھینچا خیمہ کو آجاتا ہر دل بہنوں توڑتا ہوا  
جہاں بدنام مزاج اس ترک کا چرغے کی توری

نہ سمجھ کھیل تیر الفت کی بازی جان بختی ہو  
کے رکھتے ہیں ہم اچھی نہیں جو دل کی دل کی

بہ عرغتا میں جلد یار بلاشبہ کی  
تصور خال کا آیا تو رفتی بڑھکی دل کی  
بسی گور غزلیاں جس کی کا گھر ہوا دیاں  
جہاں رکھی لگا پر تیرے دم لینے نہیں دیتا  
جناب عشق سے غمراہ ہو برباد ہوتا ہوں  
تو ہی پنگوئی فریوں دیکھا کھڑا دل عاشق  
دہان یار کے آگے سکوت غنیمت زیبا ہے  
نہاں عشق کو درد دیکھ ہم بڑھکتے ہیں  
فلاطون خم میں بیٹھا شراب گ پیے کو  
وہ طاعنوں جو آتی ہیں نہیں کھینچیں میں گم میں  
حیدر آباد جہاں رہتے ہیں جہاں کھینچتے ہوتے  
یہی دو چار دانے حاصل کشت محبت میں  
کسی کا ساتھ کب دیتا ہوں کوئی بیقراری میں  
جو نظر میں سمایا ہو گیا عشاق کا گھماں

حری کشتی بزرگ موج اس بھر حوادث میں کنارے تک اگر پہنچے تو ٹکڑے ٹکڑے ساحل کی  
ازل سے ہر حال کار بے مغزوں کا نکامی کف دریا کی قسمت میں لکھی ہو محض جہل کا  
اتیر آئے نگار و ز عید قربان گاہ میں قاتل

سپیدی چاہیچہ دیوار و در پر چشم بھل کی

ہو کیسا کہ صورت تک نہیں دیکھی جو بھل کی  
مٹا سکتی نہیں شرکان ترک گفت مرے دیکھی  
تڑپ جاتا ہوں دل اہل کم کا جوش میں آکر  
غبار دہر سے کیا آشنائی بھر عرفاں کو  
کف مسائل نہیں جو کشتی دریائے بے آبی  
خیال نیتھی یہ ہر قدم تھادشت نیتی میں  
وہ عاشق ہیں کیا قبضہ سوزن کا انہر میں  
سینے عمر کی کوئٹہ ڈوہیں ایسے ٹوٹاں میں  
وہ سامنا ہوں تلاشت میں جہنم میں عطاں  
وہ تباہی تہا ہوں جو اوچھے زخم بھی کھاؤں  
خلافت نے یہ وقتہ دن دی بزرگ کی مٹی  
تعجب کیا جو کسوں دشمن رو بہ نش بھاگے  
بجا رہ کر تغیر آگیا اعضا میں یہی سے  
جو ہم سارند ہوتا پڑھنی پڑتی کیوں یہ تھیں

ازل سے جو اس زہرہ شمائل سے آئین الفت

خمیر دل میں کیا مٹی ملی تھی چاہ باہل کی

شکوہ جو کیا درد کا تلوار نکالی خوب اس نے دوائے دل بیمار نکالی

جب کچھ نہ رہا مجھ میں تو کلیں مری آنکھیں  
رسوائی ہوئی تیری ہی اے ترکی میں کیا  
کب ہم نے کہا تم سے کہ آئینہ نہ دیکھو  
صیاد کا رخ دیکھ لیا چاک قفس سے  
ہم زندہ کبھی صحبت زادہ میں جو پہونچے  
کہتے ہیں اسے ضبطِ کدل تم سے ہوانوں  
سو گھسی ملک الموت نے بونے گلزارِ حیات  
قائل نے لی کہ نہ ذرا اقل میں میرے  
میں نزع میں عیسیٰ کو مری شکوہِ تعظیم  
چھبھی ہی ہونشتر کی طرح دل میں امیر آہ

نامح نے وہی چھیر کی گفتار نکالی

کیوں وہ صیاد کسی صید یہ تو کن ڈالے  
بل بوتیور ہی پہ نہ اکت وہ بزمِ ڈالے  
کیا کریں طالبِ دیدار حیا کا شکوہ  
سارا پردہ بردہ کی کا جو یہ پردہ اٹھ جائے  
قابلِ دیدہ وہ عارضِ دو چشم و ترگاں  
جب نکلتے ہیں وہ تلوارِ سفیحا لگھرتے  
آبر و خاک ہوئے پر بھی نہ کی عاشق کی  
رنگِ نس لعل سی زیت سے تہا پہ کہاں  
نوشی برق سر طور پھرے چار طرف  
اڑ چلے رقص میں پرداز کو پر پیدا ہو

خود بخود صید چلے آتے ہیں گردن ڈالے  
ذبح سے پہلے ابو ہریرہ گردن ڈالے  
پردے آنکھوں چہرے اسکا رخ تو نہ ڈالے  
گردن شیخ میں زنا بر بہن ڈالے  
جوریں مٹھی ہوئی ہیں خلد میں حلین ڈالے  
مکالِ موت چلے آتے ہیں گردن ڈالے  
چار آلسو بھی نہ تم سے سیرِ فن ڈالے  
منہ گریبان میں تو اپنے گل سون ڈالے  
تو اگر آنکھ سوئے داد دئی امین ڈالے  
اپنے کاندھے پر اٹک کر جو دہ دامن ڈالے



کشتے انداز کے کس طرح سے پامال زہلا  
قدم اس ناز سے جب یار کا ٹوٹا لے  
کہیں زخم نگہ ناز فو ہوتے ہیں  
کہو دور سے یہ کسی اوردہ سوزن ڈالے  
خون ناحق کہیں چھپتا ہو پھیلے سے اسیر  
کیوں مری لاش پہ وہ بیٹھے ہیں دامن ڈالے

نہ عور پر نہ پری پر نگاہ پڑتی ہے  
تجھی پر آنکھ بس اے رشکناہ پڑتی ہو  
وہ چشم ہر سے دیکھے مجھے امید نہیں  
گدا یہ کب نظر بادشاہ پڑتی ہے  
بلائے جان دو عالم جو حکمی رقی جمال  
اب اس کے چہرے پر اپنی نگاہ پڑتی ہے  
بنائے شانہ مرے دست عشق کو کب نہ  
کہ کشمکش میں وہ زلف سیاہ پڑتی ہو  
وہ ناتواں ہوں کہ ہوتا ہوں زندہ گوریں فنا  
بدن یہ اڑ کے اگر گدراہ پڑتی ہے  
ستانہ خاطر مظلوم کو ڈراے ظالم  
پڑی نہ تیغ کبھی جیسے آہ پڑتی ہے  
بلا میں جان یہاں بگناہ پڑتی ہے  
چمن کی سیر کو جاتی ہر دوح اے صبا  
قصص میں نیند اگر گاہ گاہ پڑتی ہے  
جوں میں درشت سے بھی بھاگتا ہوں کوسوں  
نظر جو صورت مردم گیاہ پڑتی ہے  
پڑے ہیں کشتے ترے تیغ ابدار کے گرد  
کنارے نہر کے جیسے سپاہ پڑتی ہے  
کہن میں خطا کے وہ رخ دیکھ کہ ہوش نہ  
کوئی تو تم پہ بھی اے ہزاراہ پڑتی ہے  
وہ چھپکے گھر سے نکلتے ہیں یوں کہ آج  
نہ گدراہ نہ گردنگاہ پڑتی ہے  
پنھانے ہیں وہ غریبوں کو بلیغہ زنجیر  
ہزار پاؤں پہ زلف سیاہ پڑتی ہے  
عجب طرح کے بنائے ہیں وہ دہان و کر  
کہ عقل و شہبہ میں بے اشتباہ پڑتی ہے

دیا ہے یار نے فرمان قتل عام اسیر

ہمیں بھی اب تو امید رفاء پڑتی ہے

درد پہلو کی یہ شدت ہو کہ رنگت فنی ہو  
زخم وہ دہیں ہو کاری کہ کلجاش ہو

عشق سے عاشق و مشوق اگر عشق ہو  
 اسکو کیوں مشق بخا اسکا جگر کیوں شقی ہو  
 شعلہ تیری جو فریاد کریں دیر میں ہم  
 بول ٹھیں بت بھی گواہی میں کتنی ہو جی ہو  
 شرم عصیاں سے بہا اشک کہو بٹیا پار  
 چشم قلم مر سے عصیاں کے لیے زور قی ہو  
 رشتہ آسودہ ہوں لاغر غم عراقی میں  
 حلقہ دیدہ سوزن بھی کئے خند قی ہو  
 ذکر تجھ سے ہوتا نہیں کوئی شمع  
 ذوق جہنک ہوا شے بیخ عبت ہو جی ہو  
 ہوں میں دل سوختہ دنیا میں چل اویا  
 شخص سے جامہ ناخوس کہاں سلطقی ہو  
 کیوں نہ کاہنے تری اثر گاہ کی تیر کی دل نہاد  
 لب جاں بخش سے گلی مرے مرقد پہ کرد  
 زابہ و ساقی کوثر تیریں کیوں دیکھے شراب  
 عشق میں پار ہو کس طرح سے طرہ کھیں  
 خوف مقبولی آدم سے خدا ہے ایسا  
 وہ مضمون دم تحریر نکلتے ہیں امیر  
 صدق آسارے خائے کا کلیجہ عشق ہو

یہاں تک بھگا ہنگام خوشی جو آرزو غم کی  
 اٹھا رکھتا ہوں روز عید پر مجلس غم کی  
 میں وہ غم دوست ہوں تجھ کا غم سے دوا دل کی  
 جو آیا مسخ چاہی چھال میں نے غل غل تم کی  
 غنا ہی کو بچہ محبوب میں ہے نالو غم کی  
 غصبت اب تو وہ بڑا کاٹی میں غل غل غم کی  
 قطار مور جس جاو دیکھتا ہوں یہ گھٹتا ہوں  
 سلیماں اللہ گئے شہر چھپ چکا انکے ماتہ کی  
 تراغزہ وہ وہ طرار جب کشن میں آیا ہو  
 گلہ کی جیب کتری ہو گرہ کافی ہے جسم کی  
 خیال دخت رزمیں ایگا ہے تجھ کو عشق ساقی  
 کھلیں آنکھیں اگر پاؤں ہوا داناں مج کی  
 ستایا اسقدر ان مردم ابلیس فصلت نے  
 کہ ڈر کہ آدمیت چھپے ہی تربت میں آدم کی  
 ابلیس جو یہ لشکر کس سلیمان پری وش کا  
 بلائیں لیتی ہیں پر یاں ہو ابر زلف چیم کی

ہمارے نالہ دل سے ہو گرم نالہ ہر بلبل  
یقین ہو روز محشر تک رہے اولادیں چھوڑا  
فراق و وصل کی شب ایک ہو پر فرق و افترا  
نہ لائے کوئی ہم تات حشر کیسیوے چیاں کو  
صدا جاتے بھرے میں دل نے گوش زخم کی انکیر  
ڈری یہ رات کو میری یہ بخت کی ظلمت سے  
یہ شہرہ و حشر مجھ کو کاشت آنکھوں  
نہیں ہو شرم کی اجااب تو ہو کہ دیکھنے آؤ  
تا شا جاتا ہوں کہ دوش گردن گردا کو  
ملا غارہ تو پایا آدھی نے رنگ آرائش  
جلانا مارنا ہو کام ان خوردہ رویوں کا  
فراق یار میں ہوں اسقدر محرومیں اے قصہ  
امیر اس سرور عالم کی کیا توصیف ہو گئے سے

خدا کی شان جو سیرت ملک کی شکل آدم کی  
ابھی دل جو یا کوئی کلی ہو نخل ماتم کی  
نہو جسمیں تخیل بچہ سے محبوب دو عالم کی  
اُدھر ہوں عیش کی باتیں کہانی ہوا دھڑکی  
ہوایے عشق سر میں دلیں رخ داس کا طوطا  
چن کیا جانیے ہو کس شہید ناز کی غلیں  
غضب گئی قیامت کی مہن بخت میں یارب  
جللاس ہو کہ ادلی کیا ہماری سوزن دل سے

نظارہ دو جہاں کا چھوڑ جاؤں گا تماشاکر  
 آڑا لے رنگ حق سیکھنے گل کی بونٹیں بدل  
 ازل میں صل کس عشق و عاشق کا نظر آیا  
 زمانہ بھر کی اینداؤں سے چھٹی مرے نئی ہو  
 پرتش حسن گندم گول کی عین آدمیت ہو  
 یہ سیدہ سپر کیا کیا شعاع مہر تاباں سے  
 یہ بچے گنگری کے آڑ ہو میں چکیاں گی  
 ہونی کس کسکو جھلت ایک سیرے قتل ہو تیری  
 تمہاری چال بھی کیا گردش گدوں گداں ہو  
 دکھایا گرم دسر و ہر داغ و انشاک نے مجھ کو  
 یہ شوق میکشی ہو سایہ انکور کے پیچھے  
 سوا خورشید رو پونے کمی پرین زماں ہوں

بیشبیل میں روح کھینچیں میں نون عالم کی  
 کہ منہ سے کچھ نہ کہہ کالوں سنگسار کا عالم کی  
 کہ آنکھیں آہستہ کھلتی نہیں یادام توام کی  
 لمحہ کہتے ہیں جسکو وہ سرحد کشور یہ غم کی  
 نہیں وہ ابن مادام خود نہیں جو جیسے آدم کی  
 کھینچیں سویر بھیجاں لیکن جھپکی آنکھ شبنم کی  
 نہیں یہ صلیٰ لبعل بانسی جو مطرب غم کی  
 پسینا گیا قاتل کو گردن پیچنے غم کی  
 کہ چل کر دو قدم صورت بدل دیو عالم کی  
 کہ دن بھر دھوپ کی بٹی ہو اینداؤں شبنم کی  
 ہوا کھانے کو روح آتی ہو ابراہیم حضرت جم کی  
 ابھی دل مجھے ذرے کا دینا آنکھ شبنم کی

شکست شیشہ دل سے امیر آیا ہو غش مجھ کو

چھڑک کرے سنگھا دے کوئی مٹی ساغر جم کی

نچ مت کوئے کی بو بہت ہو  
 موتی کی طرح جو ہو خدا داد  
 جاتے ہیں جو صبر و ہوش جایشیں  
 مانہ کلیم بڑھو نہ اے دل  
 بے کیف ہوئے تو خم کے خم کم  
 کیا وصل کی شب میں شکیں میں  
 منظور ہو خون دل جو اے یاس

دیوانے کو ایک ہو بہت ہو  
 تھوڑی سی بھی آبرو بہت ہو  
 نچھ کو اے درد تو بہت ہو  
 یہ دور کی گفتگو بہت ہو  
 ابھی ہو تو اک سبب بہت ہو  
 فرصت کم آرزو بہت ہو  
 اتنے لئے آرزو بہت ہو

## مرآة الغیب

اے فشر غم ہوا کھنکھن خشک تیرے دم کو لہو بہت ہے

چھڑے وہ خڑو تو کیوں نہ روں آنکھوں میں غلش کو بہت ہے

خچے کی طرح چن میں ساقی اپنا ہی تجھے سب بہت ہے

کیا غم ہے امیر اگر نہیں مال

اس وقت میں آبرو بہت ہے

ہمراہ غیر بادہ جو وہ خند ہو پیے غم کیوں نہ جو تک بنے ہمارا لہو پیے

تکسین ہواک جام سے کیا اسکو ساقیا جو خم کے خم چڑھائے سب کو کسبو پیے

دہشت ذرا کسی کی ترے ست کو نہیں قاضی کرے جو منہ تو مے رو برد پیے

قاتل نے مجھ پر کھینچ کے یہ تیغ سے کہا اب تو کمی کرے تو ہمارا لہو پیے

اے جو میکہ میں کرے ست کیوں کی شیشے کی طرح چاہئے مے تا گھو پیے

دیکھے وہ خط سبز جو سبزہ تو رشک سے کیوں گھونٹ زہر کے نہ لب آجو پیے

منظور چرخ ہے کہ امیر سیاہ ست

دل کا کیا ب کھائے جگر کا لہو پیے

ابروئے یار نہ بھولے کبھی دل شاد ہے خوب مطلع ہے یہ اللہ کے یاد ہے

زعفران زار میں بھی گر دل ناشاد ہے یہی گریہ ہی نالہ ہی فریاد ہے

ہوں وہ مقتول مرے قتل کی ایسی شوخی رقص میں تیغ رہے دھڑلے جلاور ہے

پھر بہار آئی چلے سوئے چن ڈیلانے کہد دیر بانگ کے دوا نہ ہے قصا در ہے

رشاک جو بعد فنا بھیکو فلک سے تو یہ جو میں شمشکش نہ رہوں یہ ستم ایجا در ہے

ہم جو ہو پنے ذوب گورے آئی یہ صدا آئے آئے حضرت بہت آزاد ہے

آنکھیں رجانگو کہتی ہیں وہ ب جینے کو کہیے وہ حکم رہے کہیے یہ ارشاد ہے

اُسکی تصویر میں اس درجہ نزاکت کا ہر صوفی لوح باقی نہ قلم میں ترے ہنر اور ہے

آشیانی سے نہ مطلب چونکہ گلشن غرض  
بسملوں کی نگہ یاس بُری ہوتی ہے  
یہ کہوں گایہ کہوں گایہ ابھی کہتے ہو  
ہوں وہ غم دوست کہ روئے دعا کرتا ہوں  
حشر میں عذر گنہ کیا جو جتا تو رکھو  
بحر ہستی میں حجاب لب ہیا کی طرح  
میں اگر غیر کوئی ہوں تو مجھے وہ بھولے  
زار ایسا تھا کہ میں دشت جنوں میں نہ ملا  
گھر الہی مرے صیاد کا آباد رہے  
اک ذرا دل کو سنبھالے ہوئے جلا رہے  
سناٹے آئے بھی جب حضرت دل یاد رہے  
درد کا دل نہ دکھے خاطر غم شاد رہے  
کہ سہارا تھیں بھولے تو مجھے یاد رہے  
ہم رہے کہ کہے کوئی کہ بر باد رہے  
وہ اگر اور کوئی ہو تو مجھے یاد رہے  
ڈھونڈتے تھے مجھ کو مرے سایہ و ہنر یاد رہے

کیا عجب بھول گئے ہم جو کلام اپنا امیر

یاد رہنے کے جو قابل نہ ہو کیا یاد رہے

ایک دل ہجر میں کس کس کے یہ ناشاد رہے  
ان کی آنکھوں کے تصور سے دل تار رہے  
تمہل بے شجر و شمشیر جو ہو بہ نظر  
طولِ فرقت سے مرے وصل کے شب بھل گئے  
جب کہا ہم نے گلا اپنی پریشانی کا  
کھینچ گئی یار کی تصویر تواسے نہ خوشی  
ہم وہ قیدی ہیں جو کئے وہ خطا آزادی  
لامکاں میں نہ ٹھکانا نہ مکاں میں سہیت  
کون پر دانہ یہاں شمع سر طور کا ہے  
ہجر میں یار نے پوچھا نہ اہل نے ہلکو  
وہ رے شوق اسیری کہ دعا کرتا ہوں  
قیس کا دل داغ کہ اس میں غم فریاد رہے  
فاتحہ پریوں سے جتناں دور دل سے آباد رہے  
اک ذرا آپ کو کھینچے ہوئے جلا رہے  
نہ وہ باتیں نہ وہ راتیں نہ وہ دن یاد رہے  
زلف جاناں نے کہا ہم بھی تو بر باد رہے  
ہم نعل دیر تلک مانی و ہنر یاد رہے  
جو یقیں حروں میں شانِ خطا حد رہے  
دل سے نکلتے تو کہاں جا کے یہ فریاد رہے  
حلوہ افزہ ترا حسنِ خدا داد رہے  
نہ آسے یاد رہے ہم نہ اسے یاد رہے  
منہ دم ذبح سوئے خانہ نصیاد رہے

شادی در پنج زمانے میں ہیں تو امید دل  
کچھ تو ہونٹھوں پہ منہ ہی دم زیاد رہے  
گھل گیا غم ہے اگر تن تو بے شکل ہوا  
ہم ہوئے خاک سے پانی بھی تو زیاد رہے  
کانٹے اُتھیں کہ کہیں جائے آزادی پنا  
دامن اس ڈر سے سینے ہوئے شفاور ہے

روز جاننا لرزے شوق شہادت میں امیر

کیسے ہنگامے سیر کو چہ جلا در ہے

دل کو طرزِ نیک یار بھاتے آئے  
تیرھی آئے تو بے پرگی اڑاتے آئے  
فاتحہ دینگے نہ پانی پہ بھی دور و زکے بعد  
۳۴ درگور میں جو خاک اڑاتے آئے  
جام کوثر سے جو کیا کام ہیں اے ضواں  
آبِ خضر سے دہیں پیاس بجھاتے آئے  
مے نشی کی ہر خوشی جیریں کس کو ساتی  
لکڑا ابر تو اور آگ لگاتے آئے  
سنگِ اسود کے جو بوسے کو چھسوئے حرم  
قدمِ بت پہ بھی ہم سر کو جھکاتے آئے  
دشتِ سستی میں خاکِ بگوسے کی طرح  
خاک اڑاتے گئے ہم خال اڑاتے آئے  
بادشاہوں کا ہے دربارِ دیرِ پیغمبران  
سیکڑوں جاتے گئے سیکڑوں آتے آئے  
سن ترانی سے ہوا صاف یم پر روشن  
کہ چمیر بھی ترے ناز اٹھائے آئے  
چھپکے بھی آئے گھر تو وہ دربانوں کو  
اپنی بازی کی جھنکار سناتے آئے  
ہوں وہ نالائ کہ دم نزع مری بالیں پر  
لکاس الموت بھی پراپتہ بجاتے آئے  
بے سبب در یہ یہ بلوہیں غالب جو کراپ  
پر وہ ڈولی کا سراہ اٹھاتے آئے  
موجبِ مہر سے شبنم ہوئی بولی یہ زمین  
یوں ہی عاشق کو بس مہنون مٹاتے آئے  
رودِ محشر جو بلائے گئے دیوانہ زلف  
ٹریاں پہنے ہوئے مشور بجاتے آئے  
ذکرِ غنچہ جو سناجھ سے تو ہنس کر بولے  
خوب آئے کہ مرے منہ کو جو پھلتا آئے  
مرغِ دل نقشِ قدم دار کس وقت نکلا  
گل کھلائے گئے گلچہرے اڑاتے آئے  
کیا کہنے کوئی محشر میں جو پھیکا امیر  
کیوں نہ بھڑی ہوئی باتوں کو بناتے آئے

ہم اگر قتل ہوئے خیر یہ تقدیر اپنی  
پھر بہار آئی جنوں ہوتی جو تیر اپنی  
بے نشانی یہ مرے دل کو پسند آئی جو  
قید ہو کر تے گیسو میں یہ رہتا پایا  
جان نثار دیکھ وہ کہتے ہیں چڑھا کر تیرا  
یاد منگلاں میں شب ہو جو چلائے میں ہم  
میکشی کون کرے چورے یاں شیشہ دل  
حاجت تیر و کاں کیا ہے تجھے چل تو بھی  
تنگو چو لوئے چہر کھٹ میں کانٹے ہیں نصیب  
آنکھیں چہرے پہ لٹکے تو چکا چاہیے کا سن  
حضرت قیس جو ملجا میں تو اتنا چھیں  
یوسف مصر کا نقشہ جو طلب کرتا ہوں  
اے امیر اللہ نہ سکے ضعف سے ہم تادم گ

آپ بد نام نہ ہوں دھویے شمشیر اپنی  
طوق تیار کرو گویا جانی جو زنجیر اپنی  
کھینچ کر آپ شانامہوں میں تصویر اپنی  
نذر دی قیس نے لا کر میں زنجیر اپنی  
آج کل جھولتی ہے عرش پہ شمشیر اپنی  
چار سو جاتی ہے آواز پر تیر اپنی  
ساقیا پھوٹ گئی ہجر میں تقدیر اپنی  
گردنیں کاٹ کے خود لائیں گے زنجیر اپنی  
خیر قسمت وہ تمہاری جو یہ تقدیر اپنی  
سرخ حرہ ہے ترا آنکھ ہے گلگیر اپنی  
ہے گر اں آپ کی زنجیر کہ زنجیر اپنی  
بھج دیتا ہے وہ یوسف تجھے تصویر اپنی  
جس جگہ بیٹھ گئے ہو گئی جاگیر اپنی  
اب تو یہ مکرہ عشق میں بھگا بھجا ہے  
گھبراتی ہو یہ جو اناں جن کو سردم  
حسن بیکتا کا ہو پر تو بھی جہاں میں بیکتا  
جنگ عاشق کے لیے حسن زرہ اوش ہوا  
شب بھر آغوش گلستاں میں جو شبنم کی جگہ  
فرش سے عرش کا لہنیہ و سب کے وقت  
رکھ قدم بڑھ کے در دل پہ تو نزل کو پہنچ



نہیں دیوانہ اگر لائق تفریر امیر

کس نے شاگ بجھ دہریا کو دک جو  
تیرے افشاں کا اگر ذہ زہیں پر گر پڑے  
رات کو ہو خاک آرائش جو اس گل کو تو ماہ  
چاندنی کا پھول بن کر آتشیں پر گر پڑے  
اڑتے ہی اڑتے کہیں بانگ میں پر گر پڑے  
نامہ ہم افتادگوں کا جب کبوتر لیچلا  
کیا کروں پرواز کی طاقت نہیں پر گر پڑے  
یا الہی یہ سیاہی اس نگین پر گر پڑے  
آتش کا کر اس کے پائے ناز میں پر گر پڑے  
سر جھکا کر اس کے پائے ناز میں پر گر پڑے  
چھت مکمل کی توڑ کر بجلی زہیں پر گر پڑے  
سارے طائر جو رنگندے زہیں پر گر پڑے  
شاخ طوطی کٹ کے دوش میں پر گر پڑے  
کس طرح آٹھے گلے جب انگبین پر گر پڑے

آفتاب عارض ساقی اگر جھکے امیر

خاک ہو کر برق آب آتشیں پر گر پڑے

جب تک وہ پلک برسر یاد نہ آئی  
بجھ میں چمک اسے جو ہر فولاد نہ آئی  
کب گور میں خنجر کی رگڑ یاد نہ آئی  
کب روح سوئے کو چہ جلا د نہ آئی  
شیریں زلی شاگ اگر سیاہیوں کاٹے  
کچھ کام سبک دستی فرما د نہ آئی  
بالوں کی سفیدی کو کفن سمجھ نہ کس دن  
کب آئینہ دیکھا کہ اجل یاد نہ آئی  
دعاے دیت حشر میں کس سے میں ادھکا  
حیرت سے نظر صورت جلا د نہ آئی  
طاڑ میں وہ ہوں پائوں نہ گلزار میں کھلا  
جب تک خبر آمد صبا د نہ آئی  
پتہ پریشل جان جو اپنی تو جہاں جو  
مردے کو عزیزوں کی کبھی یاد نہ آئی

غش صورت موسیٰ میں ہوا سانسے اُسکے  
 کیا آنے نظر مرد مک چشم کو وہ خال  
 نقشہ مرے محبوب کا چلتا ہوا دیکھا  
 کیا جرم ہوا تھا کہ گرے اُسکی نظر سے  
 قید غم محبوب ازل ساتھ میں لایا  
 کیا اُن سے ملاقات کی امید ہو مجھ کو  
 مشوقہ دنیا نے بہت زلف سنواری  
 مضمون سے پس مرگ مرا نام ہو زندہ  
 تاب نظر حسن خدا داد نہ آئی  
 انساں کو نظر صورت ہنر اود نہ آئی  
 تجھ کو روشیں اے خامہ ہزار نہ آئی  
 کچھ ذہن میں اپنے تو یہ اُفتاد نہ آئی  
 روح آئی عدم سے مگر آزاد نہ آئی  
 عرضی بھی مری ہوئے کبھی صادق نہ آئی  
 پھندے میں مرت خاطر آزاد نہ آئی  
 کچھ کام نہیں کام جو اولاد نہ آئی

دشت میں امیر اپنے برابر نہ ہوا قیس

شاگرد میں کیفیت استاد نہ آئی

ہم اور معرکہ امتحان سے ٹل جاتے  
 عدم کیاں سے تو گھر کے اے اہل جاتے  
 ہزار تیز نہ تھی تیغ یار اگر چسلی  
 جوں کے جوش میں کھلتی نہ راہ ملک عدم  
 سیاہ کار وہ ہوں حشر میں حساب مرا  
 بچائی داغ نے زندانیاں زلف کی جال  
 بتوں کی بھی جو پرستش نہ کرتے اے زاہد  
 شب فراق میں اچھا ہوا نہ کھینچی آہ  
 جھڑی نے آتسوولی کی اور جی ڈلویا جو  
 دکھا کے تیغ جو مقتل سے یار بڑھ چلتا  
 تپنگ بنکے لپٹے تو شمع ردیوں سے  
 جواب پانوں جو دیتے تو سر کے بھل جاتے  
 وہاں بھی جی جو نہ لگتا کہاں نکل جاتے  
 تو ہم سے کتنے عزیز بنکے کام چل جاتے  
 بڑے مزے میں پہنچے جو آجکل جاتے  
 جو وقت صبح سے ہوتا چراغ چل جاتے  
 نہیں تو گھٹ کے اندھیرے میں تم نکلتا جاتے  
 خدا کے سامنے ہم نے کیا عمل جاتے  
 غریب خانے کے دو جھوٹے بھی چل جاتے  
 برس کے جلد یہ بادل کہیں نکل جاتے  
 اہل کے پانوں پہ سر رکھ کے ہم چل جاتے  
 وہ ہم نہ تھے کہ تپ بھر سے بھل جاتے

## مرآة الغیب

ملاش رزق میں گردش و سہولت میسود نصیب ساقی رہتے جہاں نکل جاتے  
قبول خاطر روشندلاں اگر ہوتے  
امیر نور کے سانچے میں شعر ڈھل جاتے

مقام و جد جو اسے دل کہ بزم یار میں آئے  
خداوندانہ زمیں اس ترک کی تلواریں آئے  
مے گھر کی طرف بھی عالم سستی میں آنکھ  
دلا آنکھ لے چمک اس سے ہو دیدار کا طالب  
خط شگول میں لے خالی ہوئے یار و تباہوں  
بہت مشتاق ہیں مست آمد ابر بہاری کے  
نچیدہ قد ہو اب دیکر کیا ہو خاک ہونے میں  
جنوں کا رنگ چمکایا یہ تیرے عشق عارض نے  
یہ وقت قتل ہو ڈرسم تو اپنی سخت جانی سے  
کیا دیکھنے دماغوں نے تنگ یہ آخر  
نظر آتا ہو ہر گل زربخت بہر خریداری  
زرداغ جنوں تقسیم شاہ عشق کرتا ہوں  
خدا ہو دوست جب کا اسکو کیا اندیشہ دشمن  
خلش میں کیا مزہ ہو تیرے دیوانوں کو کیا جانے  
یہاں مدت سے ہو میر دل صد چاک کا قبضہ  
علامت رکھائے کہ وہ جلوہ روبرو دشمن کا  
اٹھا درخ سے پردہ کو را در زاد بیاہو  
گرتا رقص تھے جب تلک فصل ہمارے تھی

بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکاری آئے  
کہیں دھیان میرے زخم دانداریں آئے  
ترنگ ایسی کبھی یارب مزاج یاریں آئے  
جو ہو خلوت نشیں کیا مجمع اغیار میں آئے  
جو تو آیا تو آیا وہ نہ اس سرکاریں آئے  
الہی کوئی لکھ کوہ سے گلزار میں آئے  
زمین پر گر پڑے آخر جو خم دیوار میں آئے  
گرمیاں چاک نکل گلاز اسے باز میں آئے  
کمر میں بن نہ بال اس ترک کی تلواریں آئے  
کہ ہم مسجد سے اٹھ کر خانہ خمار میں آئے  
چمن میں تم کہ یوسف مصر کے بازار میں آئے  
تو نگر جب کو ہونا ہو وہ اس سرکاریں آئے  
براہیم آگ میں پھینکے گئے گلزار میں آئے  
جب آئے پار ہمنہ دادی پختا میں آئے  
کہو شانہ سجھ کر گیسوئے خمدار میں آئے  
جو بے پردہ نہ خواب طالب دیدار میں آئے  
ہلاؤ لب زبان گنگ بھی گفتار میں آئے  
خزاں بھی ساتھ آئی ہم اگر گلزار میں آئے

کیا ہر وعدہ سر دیے کا قاتل سے معاصر ہو  
زباں کو کاٹ ڈالوں فرق اگر اقرار میں سے

ایتراب و غم کیسا کہ پہنچے ہم مدینے میں

چھٹے آفت سے نکل اصر مختار میں آئے

خیال زلف و عارض میں قضا کی  
نماز صبح و شام اک جاودا کی

ادار پر مریو انوں سے بھی غم سے  
کہو کیوں موت آئی ہو قضا کی

نہ آتا تھا اجل منہ پر نہ آئی  
ترکی تلوار آواز سے کسا کی

شب غم میں جو ہم کو ہاتھ آتا  
دراز نا پتے روز جزا کی

وہ بے کس تھے کہ قربت پر ہمارا  
چڑھائی چرخ سے چادر گھٹا کی

عدم میں کیا تماشا ہو کہ دن رات  
بھلی جاتی ہے سب خلقت خدا کی

مرے منہ کا ہو لقمہ حصہ غیر  
مجھے قسمت ملی ہے آسیا کی

دیکھ کیونکر نہ دل آواز نے سے  
صداء جو یہ کسی در آشنا کی

نہ کھا اے دل ضرب زینت دہر  
ڈلی اس بان میں ہے سنکیا کی

بہاؤ بے خزاں ہے جامہ یار  
نہ مڑھائیں کبھی کلیاں تبا کی

کیئے ہم نے یہ تجافوں میں بعد سے  
کہ بت کہنے لگے رحمت خدا کی

دلا ہم سے گلا اس در با کا  
شکایت آشنا سے آشنا کی

نہ مجنوں ہو نہ واسق ہو نہ فریاد  
مرے سب آشناؤں نے قضا کی

وہ دانہ ہوں جو پسینے سے بچوں میں  
جلادے آگ سنگ آسیا کی

وہ غافل تھی کہ تہ لی بنے کر وٹ  
ڈھلی جب وہ پیر روز جزا کی

الہی مرچکوں جھگڑا بھی چھوٹے  
کہیں آسان ہو مشکل قضا کی

کہاں تاک دانہ ہو گا عقدہ کار  
گر وہ ہے کیا ترے بند تبا کی

پسین کیونکر نہ تیری راہ میں دل  
غضب شوخی ہو چشم نقش پا کی

اگر میرے سید خانے میں آجائے  
سعدت ساری اُٹھائے مہا کی  
ترے کشتے نے خنجر ہی کے نیچے  
مہیبت جھیل لی روز جزا کی

امیر سخت جاں بھی ہو چکا قتل

چلو منت ہوئی پوری تضاکی

تر کیا کام اب دلیں غم جانا نہ آتا ہے  
نظر میں تیری آنکھیں سر میں سو داتری زلف نکا  
دور درخت باری و خواروں پہ ان روزوں  
گئی دلی گنجائے بیکسی میں کون ہی ایسا  
آنکھیں سے غم نے کتنی دج بکیر جان دے تیں  
پریشانی میں یہ عالم تری زلف نکا دیکھا ہے  
چھلک جاتا ہے جام عمر ادا اے ناکامی  
وہ بیت ہو ہریاں سب اپنا اپنا حال کہتے ہیں  
طلمس تازہ تیرا سایہ دیوار رکھتا ہے  
یعظمت وہ کے زامان تہوں میں بچے پائی ہے  
دورنگی سے نہیں خالی عدیم صوفی ہستی  
ہمایوں استخوان سوختہ پر میرے گرتا ہے  
اُدھر میں حسن کی گھاتیں اُدھر میں شوق کی پنا  
کیجا ہاتھ سے اہل طمع کے چاک ہوتا ہے  
نماں جہلا دچھر کا چاہتا ہے میر زخموں پر  
زبردستی کا دھڑکا وصل میں تم کو سما ہے  
الہی کسی شمع حسن ہو روشن ہو گھر میرا

نکل اے صبر اس گھر سے کہ صاحب خانہ آتا ہے  
کئی پر یونے سپاہ میں تراد یوانہ آتا ہے  
حد صبر سے ابراہیم خوار ہوئے میخانہ آتا ہے  
مگر اک گر یہ حسرت کہنیا بانہ آتا ہے  
اجل تجھ کو بھی کتنا ناز ہوش و آتا ہے  
کراک اک بال پر خربان پوستانہ آتا ہے  
ہمارے منہ تلک ساقی اگر عزانہ آتا ہے  
لب خاموش تجھ کو بھی کوئی افتانہ آتا ہے  
بدلتا ہے پری کا بھیس جو دیوانہ آتا ہے  
کہ کعبہ ہم کو ایسے تار در میخانہ آتا ہے  
کوئی بہت سیار آتا ہے کوئی دیوانہ آتا ہے  
تڑپ کر شمع پر جیسے کوئی پر دانہ آتا ہے  
تجھے افسوں کو تجھ کو اس بڑی افسانہ آتا ہے  
صدف آسا اگر تجھ کو میسر دانہ آتا ہے  
فرے کا وقت اب اے بہت ہر دانہ آتا ہے  
کہ صبر ہو ہوش میں آؤ کوئی آیاتہ آتا ہے  
کہ بختا ہے جگنو آج جو پر دانہ آتا ہے

مرآة الغیب

وہ عاشق خال خط کاہوں کندہ کرتا ہوں  
میسر تمہارے دل بھی جو مجھ کو دانہ آتا ہو

امیر اور آنے والا کون ہو گور غریباں پر

جو روشن شمع ہوتی ہو تو ہاں پر دانہ آتا ہے

جب تک تیر ترکش دہر میں رہ گئے  
اُتے ہی تو صلے دل مضطرب رہ گئے

دھو یا ہزار اُس بُتِ سفاک نے مگر  
دجے ہمارے غمی کے نغمہ میں رہ گئے

صحرائے عشق میری طرح غم نہ ہو سکا  
نوا سناں ایک ہی جگہ میں رہ گئے

چھوڑے کہیں نہ گیسوئے غم نے اُسے پہنچ  
کچھ رہ گئے تو میرے تقدیر بارہ گئے

جلس تمام ہو گئی ہنگامہ ہو چکا  
ہم راہ دیکھتے تری خوشتریں رہ گئے

اے چشم اشکیار ڈبو دے اُنھیں بھی تو  
ٹاپو ہیں جا بجا جو سمندر میں رہ گئے

یار بشتاب آسے سگ یا بسطرف  
کچھ کچھ ہیں استخوانِ تن لاغر میں رہ گئے

ساقیِ حین میں آتے ہی بھت ہوتی بہار  
میخوار فکرِ شیشہ دسا غم میں رہ گئے

نامے تو نارِ ساقیِ قسمت سے گریڑے  
ڈورے ہی ڈورے بالِ بکوت میں رہ گئے

اشکوں سے میرے بھگئی سارِ بھانگی آگ  
پوشیدہ کچھ شرارتیں سو پھر میں رہ گئے

داماندگی سے جانے سکے کارِ رواں تلک  
کھائی تھیں ٹھکرے جو تقدیر میں رہ گئے

ایک مکان ہیں دیدہ و دلِ اختیار  
اس گھر میں رہ گئے تم بھی اُس گھر میں رہ گئے

اُسے نشانِ امیر نہیں ہیں اگر نہ ہوں

نامِ آوروں کے نام تو دفتر میں رہ گئے

داغِ اقربا کے سینہ سوزاں میں رگیے  
مخمل کہاں چراغِ شہتائ میں رہ گئے

رخسہ تمام بند کئے صبر نے مگر  
سوراخِ دل میں چاکِ گریباں میں رہ گئے

لٹھے نہ گرد بھی مری کشتی کی پائیں گے  
کیا سرچاک کے شورِ طواں میں رہ گئے

کانٹے کہیں پڑے ہیں کہیں گردِ باد ہیں  
یہ یادگارِ قیسِ بیا باں میں رہ گئے

# مرآة الغیب

میری طرح فصیحت پہ میرے اشکائے غم  
وہ خوب رو رہے نہ وہ تڑپیں زلفِ نرغ  
یوسف تو مصر میں سبکدوش و قن فرزدین  
مقتل میں اُسکے دڑکے پہنچے جوتھے قوی  
وخت میں دیکھ نہ مرا ساتھ گرہ باد  
دوڑے تلاش دولت دنیا میں جو بیس  
لی کار وہ ابن گل نے خزاں میں عدم کی راہ  
اُسے بھی حوت شکوہ جو دسے زباں تلک  
رزق ساغے بھائے دور سپہرنے  
آوارگان عشق کا کوسوں پتا نہیں

لٹا ستمگروں نے مگر پھر بھی اے امیر  
مضمون ہزار ہا مرے دیواں میں رہ گئے

توں سے سرودہ جا کر مکان پر کھیلے  
کمان میں تیر وہ جوڑے تو حید ہو سر میں  
زبان تیشہ یہ دیتی تھی کو کھن کو صدا  
یہ اُسکے پڑھنے سے ہو چاہ بیت کو شادی  
میں رنڈ رنگ میں ڈوبوں وہ طفلِ بادہ  
جھائے رنگ وہ مطرب پسیر جو شہیاد کا  
نہ جیتنے میں گذارہ نہ ہارنے میں رفاہ  
کہوں تو درد دل اس سے مگر جو قتل کا خوف  
لگائے کیوں نہ وہ دعا عطا نماز میں شرطیں

کہ ہار دے دل و دیں اپنی جان پر کھیلے  
زمین کیسی شکار آسمان پر کھیلے  
جو سر فروش ہو وہ اپنی جان پر کھیلے  
کہ بیت بیت سے چوتھی زبان پر کھیلے  
خدا کرے کہیں ہو لی دکان پر کھیلے  
جو پار سا ہو تو ہر ایک تان پر کھیلے  
پھر اس کھیل کوئی کس گمان پر کھیلے  
فضا نہ سر پہ کہیں اس بیان پر کھیلے  
جو جو روز و شب اپنے مکان پر کھیلے

ہمارا اولیٰ ہو کہ اس ترک شوخ سے شطرنج ہزار بار کیا امتحان پر کھیلے

امیر چال کوئی اُس سے کس طرح چل جائے

تمام روز جو چو پڑ مکان پر کھیلے

نمود خط ابھی اے حسن یار باقی ہے اس آئینے کے جگر میں غبار باقی ہے

نہ مست ہو نہ کوئی ہوشیار باقی ہے حجاب کس سے اب اے چشم یار باقی ہو

وہ صید گاہ سے جاتے ہیں اے اجل کہہ اُدھر بھی بے پروا بال اک شکار باقی ہو

یہ میکہ میں ہو شیشوں کا قحط اے ساقی ابھی تو بیخ کا سنگ مزار باقی ہو

زمین گور کو سیر فلک مبارک ہو کہ میرے پاس دل بے قرار باقی ہو

وہ غمظ میں کہ مریوں تو لاش برائیں اچیل کو آنے میں کیا انتظار باقی ہو

پھر اُسکے دانتوں کا تہ کو جو قصہ نگارہ گرہ میں کچھ گہرا آب دار باقی ہو

نہ جا بگی کبھی تازیت اپنی سوزش دل کہ شیر زندہ ہو جب تک بخار باقی ہو

چلے برنگ نفس عمر بھر تو کیا حاصل کہ منزلوں ہی ابھی کوئے یار باقی ہو

وہ دنج کر کے ہو پر حیرت کہ میں تو خاک اشرارہ ہو کہ ابھی تک غبار باقی ہو

سوئے تو خاک ہوئے ہم ٹپے تو خاک ٹپے ابھی تنگ تو نشان مزار باقی ہو

نہ تو رُدا مینہ جانے بھی دو کہ ایک ہی تمہارے دیکھنے والوں میں یار باقی ہو

نہ دل میں تاب نہ آنکھوں میں نور ہو لیکن وہی ترپ ہے وہی انتظار باقی ہو

سوال کرتے ہیں کیا دکھ کر ملک ہم سے کفن میں بھی تو نہیں کوئی تار باقی ہو

تضا پکارتی پھرتی ہو آنکھ مقل میں چلے اگر کوئی اسید دار باقی ہو

بہار میں ہونہ کیوں روئے یار پر جو بن چمن عروس ہو جینک بہار باقی ہو

امیر فاتحہ پڑھتے کو اب کہا اے

مزار ہے نہ نشان مزار باقی ہو



بہار عمر سے دل یادگار باقی ہو  
 لکھ کہاں مری آنکھوں میں یار باقی ہو  
 رہا نقص سے کرے بلبلوں کو کیا حسیاد  
 کلیم بیٹھ رہے طور پر خیال نہیں  
 کہاں کہاں نہیں یاران رفتہ کو ڈھونڈا  
 مثالِ مینہ داہیں مزار میں آنکھیں  
 شہر یک سیکڑوں گلروں میں اپنے پھولوں میں  
 نفس کی آمد و شد ہر نفس یہ کہتی ہو  
 کفن کیلئے کافی ہوں وہ وحشی زار  
 نہ تخت خسرو جیں ہو نہ حقیر روم  
 چوم داغ سے ہر عضو ہے بڑاؤس  
 اٹھا جو پردہ تو کیا خرم ہو ابھی شہنشاہ  
 برنگ شمع اترتی نہیں کبھی تب غم  
 ہوائے کوچہ کیسو میں یہ لٹا سنبھل  
 نکل چلے میں بہت طفل اشک و دل ایدل  
 صبا چلی نہیں غنچے میں منہ چھپا ہوتے  
 کہنتا اہل عدم کو دکھا کے داغ امیر

یہی گل چمن روزگار باقی ہے  
 تیغ قاتل پہ ادا لوٹ گئی  
 رقص بھل یہ فدا لوٹ گئی  
 ہنس پڑے آپ تو بجلی ٹپنی  
 بال کھولے تو گھٹا لوٹ گئی  
 پس گیا چشم سیہ پر سر نہ  
 پائے رنگیں پہ حنا لوٹ گئی

اونچی چوٹی کے ادا گرد بھری  
 اس روش سے وہ چمکتن میں  
 تیرے لبوں سے ترے خجرتے  
 جان محروں کی حقیقت کیا تھی  
 سناں کی طرح مری چھاتی پر  
 یاد گیسو نے ترپ پیدا کی  
 دار خالی نہ گیا قاتل کا  
 کیا مزے کی ہو طبیعت اپنی  
 ایک بوسہ جو ملا لوٹ گئی

خجرتے کشتوں سے امیر  
 چال دہ کی کہ قضا لوٹ گئی

عشق تباں سے ہاتھ نہ مر کر اٹھائے  
 جو رنگ کے ناز ستم گر اٹھائے  
 کہتے ہیں مجھ کو کہ وہ کوپے میں دیکھ کر  
 مردے پر میرے آئے تو بولایہ اُسے ناز  
 غیرت کا حکم ہے کہ کلا گھونٹ گھونٹ کر  
 شتاق دید صورت موسیٰ بڑے میں غش  
 مرقد میں آگے مجھ سے کہا شہر حشر نے  
 رہنے خوش قاصد جانان کچھ کہے  
 میرا سلام آپ کا دار ایک وقت ہو  
 آؤں میں پاس آپ کے گھر پیمانہ کھڑا  
 منظور ہو جو عشق تو اضع ضرور ہو

جب تک اٹھ یہ داغ جگر اٹھائے  
 اک دل نہر دارغ میں کب نہ اٹھائے  
 لاش جان چھوڑے بستر اٹھائے  
 کس کا جنازہ ہو یہ سمجھ کر اٹھائے  
 مرجائے نہ منت خجرتے اٹھائے  
 کس سے حجاب گوشہ چادر اٹھائے  
 تیکے سے اب تو بہر خداسر اٹھائے  
 حکم خدا سے ناز پیمر اٹھائے  
 اٹھے مزہ جو ہاتھ برابر اٹھائے  
 دیوار کیا جو سہ سکندر اٹھائے  
 سر پر جو اٹھائے بوجھ جھک کر اٹھائے

یکتائی صنم پہ قسم رخ کی کھائیے  
قرآن اٹھائیے بھی تو حق پر اٹھائیے  
بے چشم مست یار نہیں لطف میکشی  
اب انجن سے غیشہ و ساغر اٹھائیے  
قاصد سزائے نامہ بری کو پہنچ گیا  
اب اسکی لاش بہرِ پیمبر اٹھائیے  
جو عشق کی نماز میں بکیر کا یہ لطف  
ددنوں جہاں سے ہاتھ برابر اٹھائیے  
دل کی جلن کا ہاتھ میں اپنے عجزیہ اثر  
بجلی بنیں شرار جو پتھر اٹھائیے  
آسان نہیں ہے عشق بُت سنگدلِ امیر

یہ بوجھ اٹھائیے تو سمجھ کر اٹھائیے

بیجا نہیں خزاں میں یہ نالے ہزار کے  
مظلوم داد خواہ ہیں خون بہار کے  
رکھنا نہ مجھ کو ساتھ دل بے قرار کے  
ہو اور اک مزار برابر مزار کے  
گستاخِ صدا میں صفائی کی کب جو بات  
چڑھتا ہو ایک آئینہ منہ پر ہزار کے  
برباد ہو کے اسکی گلی میں ملا یہ اوج  
ذرتے ہیں آفتاب ہمارے غبار کے  
گلشن سے بلبلوں کو اڑاتا جو باغبان  
صدتے اتر رہے ہیں عروس بہار کے  
پھول لگا اور کب جو نہ پھولے گا آج کل  
اے نخلِ عمر دن تو یہی ہیں بہار کے  
صوفی خدا کے گھر میں یہ ہوتی ہو کیا ضرور  
یوسف کی اصل پوچھے نقاشِ دہر سے  
ایامِ حیرت نہ سکے کوہکن سے بھی  
یہ عشقِ خطیاریں ہو حالِ جسمِ زار  
آئے سوال کو جو نکیرینِ بے درگ  
شمرندہ سے میر بعد ہوئے ہیں یہ خانہ جنگ  
شکوہ میں ابر کا کہ ہوا کا گلہ کروں  
لائی شیم گل جو کسی دن نفسِ تلک  
کیا ٹوٹ جاتے پائوں نسیم بہار کے

روشن تھے چمکے قصر میں سوتیلے چھاڑ  
خساج ہیں وہ ایک چراغ مزار کے  
پیری میں کس مزے کو جوانی کے رویے  
سوداغ دے گئے ہیں دودن بہار کے  
یونگ تھے وہ ہم کو دور نگینی کی پسند  
پہنا کفن تو جامہ ہستی آثار کے  
بن کر بجھاتے ہیں جو گھر دندے ہزار ہا

ہیں کھیل امیر صنعت پروردگار کے

جنت میں روح جسم ہے نیچے مزار کے  
کشتی ہماری ڈوب گئی پار اُتار کے  
اب خاک کام آئیں گے آنسو ہزار کے  
شبنم نے دھوئے پانوں کوں بہار کے  
بے غم ہیں عیش کب چن روزگار کے  
کھٹکے ہیں کوچہ رنگ گل میں بھی خار کے  
مردوں سے کر رہے ہیں نیچر کیا سوال  
جھگڑ میں جھگڑا تھوڑا چمکے مے گل  
کیا چشم سر سگس کے اشاروں سے دل نیچے  
قربان شان و محبت پروردگار کے  
اس پیار سے زمیں نے کھینچا غل تیرا  
آتے ہیں تیر زنگی اہلق سوار کے  
پہنا ڈیڑیوں کے عوض مجھ کو بدھیاں  
یاد آتے مزے مجھے آنسو ہزار کے  
کلیاں جھین گلوں کی سمجھتی ہو عنایب  
کچھ اب کی سال رنگ نے ہیں بہار کے  
پانی تری چھری کا دیو بھی جو باڑھ پر  
دہ بند میں نقاب عروس بہار کے  
کہتے ہیں گل یہ سچے شب سنبھال کر  
دریا ہیٹھ دشت میں خون شکار کے  
کیوں عاشقوں کے نام نہ عھیاں نہ ہوا  
کیونکر ملے سراغ مے جسم زار کا  
غافل نہ گرم دسر دھماں سے کبھی ہے  
پر دے ہیں تار پیر بن تانناہ کے  
صالح کا ناتہ ہو کہ دلا نکا دسا مری  
سوئے جو ہم تو سائے میں نخل چنار کے  
پالے ہوئے ہیں سب مے پروردگار کے  
آتے ہی اٹے پانوں پھرے دن بہار کے

دامن کشاں وہ آئے سر قبر شکر ہے آنسو تو کچھ پیچھے مری شمع مزار کے

گلشن میں کی جو آہ شہر ربار امیر نے

چھوٹیں گے بھلائی کی طرح پھول انار کے

سب جلو میں آپ کے آتے ہیں اٹھتے بیٹھے اک نجی پر آپ جھنجھلائے ہیں اٹھتے بیٹھے

ضعف سے گوٹھو کریں کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھے پر ترے در تک پہنچ جاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

ہو نمازان زاہد کی ضعف ایماں پر دلیل سامنے اللہ کے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

و جوانی میں بھی رہا انھیں اتنا حجاب کوئی بیٹھا ہو تو شرارتے ہیں اٹھتے بیٹھے

جن جوانوں کے سرفراک پڑتے تھے قدم اب زمیں پر ٹھو کریں کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

زاہدوں کو کیا حرم کی راہ میں رنج سجد منزل آساں ہو چلے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

خود نمائی کی بدولت کتنے اوچھے جو جسیں منہ دی لے ہیں تو اترتے ہیں اٹھتے بیٹھے

بوچھڑی سوبات کا ان کو زراکت ہو دیال گیسوؤں کی طرح بل کھاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

تھا جوانی تک مزہ سیر و تماشا کا تمام ضعف سے اب پاؤں تھرتے ہیں اٹھتے بیٹھے

کیا ہوا میں ناتواں ہوں گور کی منزل کڑی آگے چھپے سب چلے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

رسم نے ملنے کی کھوئی عید کی ساری خوشی تین دن تک بانوں بجاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

آگے سو سو شہر اک چلبے میں کہتے ہیں امیر

چار مصرع اب کہے جاتے ہیں اٹھتے بیٹھے

تیغ قاتل کی چمک آنکھوں میں پھر جاتی ہو اور بھی برق ترپ کر بجھے تپاتی ہے

درد الفت مجھے معشوق سے بڑھ کر ہو عزیز جب یہ اٹھا ہو مری روح ناپاتی ہے

صورت نقش قدیم اللہ نہیں سکتے ہیں محرم ناتوانی مجھے ہر گام پہ ٹھراتی ہے

طرز رفتار سے مارا ہو تو پا مال بھی کر دیکھ قاتل یہ بڑی چال رہی جاتی ہو

منزگوں بحر حوادث میں ہوں مانند حباب آنکھ کھل جاتی ہو حیدم کوئی نہرتی ہو

شونجی حُسن نے لاکھ اُنکو کیا طاق مگر  
کچھ نہ اغیار کی تقصیر نہ تم پر الزام  
لاش پر بھی وہ چھڑکتا ہے نکاس نہیں ہنسکر  
پھنک چکے صو کہیں جلدیحد سے نکلوں  
گل نسیم سحری شمع سحر کو نہ کرے  
دلکو تسکین میں اے قافلے والو کیا دلوں  
جب کہا میں نے کہ اب قتل میں تاخیر ہو گیا  
آخری وقت تو آواز سنا جاؤ مجھے  
آرسی ہو تری قیمت کی بہت اے ترک  
سامنا تجھ سے ہو پر چوٹ نہیں کھاتی ہو

دو سرا نوک کا مجھ سا ہے جوان کون امیر

سیکڑوں نیزے ہیں اور ایک مری چھاتی ہو

توڑ کر پہلو جو چل نکلا دل پتھر سے  
بہنو دلیا ہوں کسی کی لذت تقریر سے  
تیر گیسو سے چھڑا مجھ کو آنکھوں نے تری  
تیر نکلا بھی نہیں قاتل کے ترکش سے ابھی  
ہوں وہ رد امن جلا سکتا نہیں دوزخ سے  
مصحف ناطق کہیں کیونکر تیرے خط کو کم  
پاس بٹھلا کر مجھے اُسے اٹھایا غیر کو  
دھوم ہو قاتل تری آتی میں پریاں کھینچتے  
دم اگر نکلتے تو نکلے گھٹ کے عشق زلف میں  
ذبح ہونے کا نہ اٹھا خاک بھی ہم کو مزہ

خوب رو میں حسرتیں دگی لپٹ کر تیر سے  
بہروں کرتا ہوں خوشی کا گلہ قصور سے  
لیگتیں پر یاں اڑا کر خانہ زنجیر سے  
روح خوش ہو کر کل آتی تن پتھر سے  
کثرت عصیاں نے امین کو دیا لغزیر سے  
لذت تقریر بتی ہے تری تحریر سے  
لڑ گئی تقدیر میری غیر کی تقدیر سے  
چال تیری رخ سے پرواز تیرے تیر سے  
پر قدم باہر نہ نکلا خانہ زنجیر سے  
عمر بھر رگڑا تو کیا رگڑا گلا شمشیر سے

اے صبا سبیل نے کیوں گلشن میں پھیلا یا چال  
سوج ہوئے گل بھی ٹھکڑے ہوئے بھرے  
بے سبب غلطاں نہیں آنا دوں انگوٹھا خاک  
چھینے لیتی جو قصا ناوک ترا نچرے  
یوں نہیں آئینا قابو میں خط خسار بار  
توڑ جوڑ اس خط کے سیکھوں کاتب تعمیرے  
اس مرتع میں عجب نیرنگیاں ہیں حسن کی  
جب نظر اٹھی دس آنکھیں نئی تصویر سے

قیمہ ہستی سے جو چھوٹے آئے جنت میں امیر

عربین کر روح نکلی خانہ زنجیر سے

اے گل تر تیرے جذب حسن کی تاثیر سے  
رنگ خوں ہو کر پلکتا ہر مری تصویر سے  
لکھ دیا روز ازل انجام غفلت کا مری  
خواب سے پہلے ہوا آگاہ وہ تعمیر سے  
لیگیا مریخ اُس کو غارہ رخ کے لئے  
جو لہو کا قطرہ ٹپکا یار کی شمشیر سے  
دیکھ ایدل جائے عبرت قصہ شداد  
گھر جنم میں بنا فردوس کی تعمیر سے  
مرے مرے بھی نہ احساں غیر کا ہم سے اٹھا  
سر بھی کٹوا یا تو ہم نے یار کی شمشیر سے  
آئی آرائش بھی انگوٹھ نراکت سے گراں  
کم نہیں پھولوں کی بدھی آہنی زنجیر سے  
اب ادا لے شکر قاتل بسملوں پر فرض جو  
ہر دہانہ زخم نے پائی زباں شمشیر سے  
بوسہ لینے پر جو وہ بگڑے تو پھر بوسہ لیا  
معصیت کا ذوق دونا ہو گیا تویر سے  
توڑ میں تیر قصا قاتل کسی سے کم نہیں  
ہاں جو ہار اچ تو اک حیرتی نگہ کے تیر سے  
وصف گیسو میں جو کرتا ہوں تو کہتا ہوں شہوخ  
دم اُلجھتا ہوں تری اُلجھی ہوئی تقریر سے  
جاں نثاروں کو گلے مل کے کرتا تھا ہلاک  
رنگی یہ چال اے قاتل تری شمشیر سے  
عشق ابرو میں جو خط لکھتا ہوں قاتل کو بھی  
چاک کرتا ہے لفظ کو مری شمشیر سے  
بیڑیاں دیوانہ گیسو کو پہناتے ہو کیوں  
رشتہ الفت کا پھندہ سخت جو زنجیر سے  
داد دینے کا تو کیا مذکور یہ صبا دھن  
چاہتے ہیں اور اُلٹی آفریں نچرے  
نزل حیرت کا طے کرنا بہت دشوار جو  
پارک ہوئی ہے کشتی تلزم تصویر سے

اے بربادی ہمارے خانہ دلیں بسی گھر خرابی کا ہوا آباد اس تعمیر سے  
کھو چکے قاصد کو خط اُس شوخ کو لکھ کر امیر  
رد چلے گئے کو اپنی خوبی تقدیر سے

کبریا بہ عاشق ہو کر جان لے پیچھے سے  
شعلہ آواز سے غش آگیا شل بیکم  
پھیلیاں بالے کی رہتی ہیں سے پیش نظر  
مضطرب تجھے زیادہ یار ہے میرے لیے  
ہوں وہ بخود دی گھسی جو میری سرلوش  
مچو ہو کر دیکھ نیرنگی طلسم دہر کی  
عذر بے بال و پری بیکنگ نکل اے مرغ روم  
عالم کثرت میں وحدت کی نشانی حضور  
زندہ جاوید ہوں کیونکر نہ لب لباب نیرنگ  
کل تلک تھا کثرت عصیاں سے نام اکرم  
منزلت اضداد سے بڑھ جاتی ہو ہر چیز کی  
عشق گیسو سے جو چھوٹے قتل ابرو سے کیا  
تیرے رکے اور کھینچے کا تو کیا مذکور ہو  
جو رقم کرتا ہوں میں کرتا ہو وہ اُس کے خلاف  
کیا خبر تجھ کو کہ قسمت میں کہاں کی خاک ہو  
وہ کرے سلطان دنیا یہ کرے سلطان دین  
داغ سبز داغ پہلو زخم دل درد جگر  
زخم یہ ادھے نہیں گھائے میں قاصد نے امیر  
یکے آیا ہو وہ اس پر دے میں خط شمشیر



قطع ہو راہ سفر کو چڑھا قاتل آئے  
 تھک گیا ہوں میں الہی کس منزل آئے  
 جہیں جہیں پر نہ تہ خنجر قاتل آئے  
 وضع میں فرق خبردار نہ اے دل آئے  
 حاجو تم کو مبارک ہو سفر کعبے کا  
 جا کے تجھ میں اللہ سے ہم مل آئے  
 مرتے دم بھی نہ ہوئی لذت دیدار نصیب  
 غش پہ غش مجھ کو تہ خنجر قاتل آئے  
 صدمہ درد جگر سے نہیں آگاہ ہنوز  
 کہیں اللہ کرے آپ کا بھی دل آئے  
 حال ہشاری کا بیدار دلوں سے پوچھو  
 ہم تو غافل رہو غافل گئے غافل آئے  
 مجھ سے صدمے نہ جدائی کے ٹھیکے یار  
 جان بھی ساتھ ہی جائے جو کہیں ل آئے  
 مامتا بی یہ وہ آئے تو تجلی نے کہا  
 میرے آگے تو چمک کر مر کا ل آئے  
 ہوں وہ داماندہ غرت جو کون قصہ عدم  
 موت لینے کو مجھے سیکڑوں منزل آئے  
 نہ بے عشق میں تمیز بد و نیک ہے کفر  
 تو یہ کیجئے جو خیال حق و باطل آئے  
 سراٹھائی نہیں کچھ لحد میں طاقت  
 قحاک گئے بلکہ کردی جھیل کے منزل آئے  
 وہ غرقیم نشت ہوں کہ آنکھوں میں فلک  
 خاک جھونکے جو نظر دور سے ساحل آئے  
 تیز قدموں نے جو پیچھے ہیں چھوڑا چھوڑا  
 گر تے پڑتے ہوئے ہم بھی سر منزل آئے  
 کوئی مشتاق شہادت نہ تزلزل کر مر جائے  
 دیرا جھی نہیں آنا ہے تو قاتل آئے  
 سادہ رویوں کو عبث دعویٰ یکنائی جو  
 حال کھل جائے جو آئینہ مقابل آئے

مجھ کو اور غیر کو کیا تو نہ سمجھے وہ امیر  
 کاش کچھ اُس کو تیز حق و باطل آئے

روبرو دل جو ہمارا سر محفل آئے  
 منہ جو آئینہ جو پھرتیے مقابل آئے  
 بزم میں شب کو جو وہ ماہ شمائل آئے  
 منہ کے بھیل شیخ گرے غش سر محفل آئے  
 کو چڑیا میں جائینگے پھنسیں ہم تو پھنسیں  
 قید ہونے کو فرشتے سوئے بابل آئے  
 ہم تمہید ست لب گوڑ تو پوچھنے پر یوں  
 جس طرح لٹ کے مسافر سر منزل آئے

## مرآة الغیب

زخمی عشق ہوں ایسا جو ہے دل میرا  
نچ میں جاگے میں بھونکوں کی طرح بیٹھا ہوں  
کبھی اُس چاند سے چہرے پر نہو خط کی نمود  
نوشتا ہوں تہ حشر فقط اتنے کے لئے میں  
صاف آواز پر طائر بسمل آئے  
کہ نظر مجھ کو کوئی صاحب محل آئے  
یا الہی نہ کہیں میں مہ کامل آئے  
بن پڑے اور جو غصے میں وہ قاتل آئے  
خون دل کیوں نہ یہاں اشاکے شامل آئے  
بھینک دوں چیر کے پہلو جو کہیں ل آئے  
دل وہ دل ہو جو ترے کو چہ میں بسمل آئے  
نذر کے واسطے ہر روز نیا دل آئے  
آج جی پھر کے گلے تیغ سے ہم ل آئے  
ذبح کے وقت نہ تنگی تجھے بسمل آئے  
ٹوٹ جائے جو سفینہ ب ساحل آئے  
قید خانے میں گرفتار سلاسل آئے  
بے نقاب آئے جو وہ رات کو محفل میں ایتر  
شع نے بڑھ کے کہا رونق محفل آئے

کہا ہم نے جو دل کا درد تم اسکو گلا سمجھے  
ریا کو کور باطن طاعت خاص خدا سمجھے  
ہوا جب نفس تابع سلطنت ہو گیا اصل  
نظر ریش سید میں جب کوئی مٹ سفید آیا  
تصديق اس سمجھ کے مرجھا سمجھے تو کیا سمجھے  
سہارا مل گیا دیوار کا اندھ عصا سمجھے  
گلوئے اژدہا ہم کو جو ہاتھ آیا عصا سمجھے  
بہت روئے اُسے ہم خندہ دندان نا سمجھے  
دنائے کارواں زندگی کی ہم صدا سمجھے  
ہوئے فاتح جو پیری میں نہیں صوم سمجھے  
خمار و نشہ میں دونوں کو کھو یا بائے کیا سمجھے

ہوئے کشتہ نظر آیا جو خال ابروئے نائل  
ہم اس خیر کے جوہر کو ستراف تضا سچے  
براک نخت دل پر خون شہید تیغ الفت تھا  
گرا دامن پر جب دامن کو اپنے کھلا سچے  
مخمس ہے نیا ناخن بدل وہ پیچہ رنگیں  
سوا شاعر کے اس کا حسن کوئی ادیکھا سچے

اسیر اہل حرم سچے حرم تصویر ابرو کو  
کھینچا خاکہ جو اس گیسو کا ہندو کا لکا سچے

تارک ہستی سے اس کا آستان نزدیک ہے  
یہ نشانوں سے بہت دمیر نشان نزدیک ہے  
اس چین میں طائر کم پراگندوں میں تو کیا  
دور صیاد ابھی اور آشیان نزدیک ہے  
ہوازل سے ساتھ نرم دخت کا اس میں ہیں  
کس قدر انساں کے دانو تھے زبان نزدیک ہے  
صحبت عالم سے نقصان گوشہ گیر نکا نہیں  
خوف کیا گریہ سے زارغ کماں نزدیک ہے  
رکھ قدم آہستہ آہستہ چین میں عند لیب  
دور کچھ گنجیں نہیں ہے باغبان نزدیک ہے  
یام جہان دور کیا ہے کتھی پر پرواز شوق  
حوصلہ عالی اگر ہو آسمان نزدیک ہے  
ہو چلی ہے الفت اک پردہ نقیس سے بھر مجھے  
المدد اس ضبط وقت امتحان نزدیک ہے  
آگے عالی ظرف کے کم ظرف کیا پائے فروغ  
آبرو کیا ہے جو دریا سے کنواں نزدیک ہے  
تو بگڑیوں کی الفت سے پیری میں ضرور  
اے بہار زندگی دقت خزاں نزدیک ہے  
پرقتانی حسرت پر دازیں اب کیا ضرور  
دام صیاد اجل اے غ جال نزدیک ہے  
عشق صادق کی ہے آمد دل ہوں سے پاک  
صاف کرنا چاہئے گھر سہماں نزدیک ہے  
لی جو نیوار دے آنگھوا ئی اٹاراجام ہے  
کیا ہی میخانے سے طاق آسمان نزدیک ہے  
برگل صیاد آتے ہیں جو اڑ کر متصل  
کیا بہت میرے نفس سے بدستایں نزدیک ہے  
دل ہو لال غم سے چکا چاتے ہیں شک  
آتی ہے بانگ جس اب کارواں نزدیک ہے  
صور محشر کو کھلا دے سرمہ اے گرد گناہ  
چپ رہے دقت حساب عاصیاں نزدیک ہے  
برط من غول خضر راہ پوشیدہ اسیر  
اب غم ہو بہم ہی آخر زماں نزدیک ہے

## مرآة الیوب

وعدہ وصل اور وہ کچھ بات ہو  
 خلق ناحق در پئے اثبات ہو  
 ہجو دہن اس کا کہاں اک بات ہو  
 ڈوب مرنے کی یہ ایدل بات ہو  
 یہ بھی بہر قتل عاشق گھٹات ہو  
 میں نے اتنا ہی کہا بنواؤ خط  
 بعد مدت بخت جاگے میں مرے  
 یہ بگڑنے کی بھلا کیا بات ہے  
 بیٹھے سونے کو ساری رات ہو  
 کیا کروں وصف بتاؤ خود پسند  
 باتوں باتوں میں جو ہیں کچھ کہہ گیا  
 ہنس کے فرمانے لگے کیا بات ہو  
 حرف مطلب صاف کہہ سکتا نہیں  
 مجھ سے ہو اظہار الفت واہ واہ  
 ہے ادب مانع کہ پہلی رات ہو  
 زور ہے میں ہم ملا دے لب سے لب  
 آپ کی فرمانے کی یہ بات ہو  
 زچ ہے تیری چال سے رفتار سخن  
 میکشی ہو سا قیاسا برسات ہو  
 کیسی کشتی ہے سیدہ کشتی میں عمر  
 خود گرفتار ہزار آفات ہو  
 چھڑتا ہو دل کو کیا اسے درد ہجر  
 مال دینا جان کی خیرات ہو  
 اسے غمی دے سیم وزر وقت بلا

## قطعہ

گر جگہ دل میں نہیں پھر اس سے کیا  
 یہ دو ٹہنے کی یہ بدھ کی رات ہو  
 صاف کہہ دے تو یہاں آیا نہ کر  
 یار یہ سو بات کی اک بات ہو  
 سخت دل ہیں میرے کھانے کو امیر  
 بس انھیں ٹکڑیوں پہ اب اوقات ہو  
 ۲۹۶

کشور دل میں ہو پر یوں کے بھی شاہی تیری  
نیم جاں چھوڑ چلی غم بنگا ہی تیری  
تو بھی اسے ابرہہ بولیں بھی کی سیاہ  
گور میں ساتھ بجا نیکی یہ شوکت اسے شاہ  
ناز نیزنگ پر اسے ابلق ایام نہ کر  
دھل میں جو شہر آیا جو راقم اشک  
لکھ کے خط کو چہ خات میں تجھے کیا بھجوں  
دل تڑپتا ہے تو کہتی ہیں یہ آنکھیں رو کر  
چاہنا جو مجھے تو حشر میں کہنا ایدل  
ہم فقیر اپنی فقری میں شب روز میں ست  
کیا بلانے کو ڈراتی جو کچھ اسے شب گور  
مے پلا خوب رجب سے رمضان تک ساقی  
برہن کعبہ نشیں شیخ حرم بندہ بت  
چھپ گیا مہر قیامت بھی تہ ابر سیاہ  
یہ اسے نامہ اعمال سیاہی تیری

کیا ہوا تجھ کو کہ غافل ہے ادا مر سے امیر

حرص سے طبع ہے مشتاق تو اہی تیری

ہر گنہگار کو ہے آئیں اہی تیری  
آکھ میں اسے تو پیل ہر توان زلف سیاہ  
نزلیں ہوتی ہیں کھوٹی نکلے قاتل خلق  
رنگ تو خوب ہر اسے شب غم عیب یہ ہے  
جو ہر تیغ میں اسے ابروئے پر غم تجھ میں  
عام ہے ہر صفت ناقہ اہی تیری  
دل میں بھڑے تو سودا سیاہی تیری  
راہ نکلتے ہیں کھڑے دیرے راہی تیری  
کہ روانی نہیں رکھتی ہے سیاہی تیری  
قد کس طرح سے سمجھیں نہ سپاہی تیری

# مرآة الغیب

میں تو زنداں کسوئے دشت بڑھا تا ہوتا  
ہو گی اے خانہ و بجزیر تباہی تیری  
حشر میں تو نہ زباں بند کرستیخ دودم  
دو گواہوں کے برابرے گواہی تیری  
بو نہیں رنگ نہیں نور نہیں نار نہیں  
معرفت کیوں نہ ہو دشوار الہی تیری  
واہ کس لطف سے پڑھتا ہوں کھٹل نصفا  
مدح کرتا ہے ابو نصر فراہی تیری  
تیرے نظائے سے بڑھتی ہو بصارت ازلف  
سحر سم بخاتی ہے آنکھوں میں سیاہی تیری  
مشق فریاد و لاشعریں کام آئے گی  
کہ رنگینی نہ زباں وقت گواہی تیری  
دھیان دن کو نہیں تیرا نقطہ ازلف سیاہ  
شب کو بھی آکے دبا تی ہو سیاہی تیری  
تو سفینہ ہے زمانہ ہے سفینے میں اتیر

سارے عالم کی تباہی ہے تباہی تیری

گزر کو ہے بہت اوقات تھوڑی  
کہ ہے یہ طول قصہ رات تھوڑی  
جو ہے زائد نے مانگی ست لوطی  
بہت یا قبلہ حاجات تھوڑی  
کہاں غنچ کہاں اُس کا دہن تنگ  
بڑھائی شاعروں نے بات تھوڑی  
اُٹھے کیا زانو سے غم سے سراپنا  
بہت گزری رہی بیہمت تھوڑی  
خیال ضبط گر یہ ہے جو ہم کو  
بہت امسال ہو برسات تھوڑی  
پلائے مے کے نقد ہوش ساقی  
تہید ستوں کی ہوا قات تھوڑی  
وہی ہے آسمان پر گنج انجم  
ٹپٹھی جو تر کی خیرات تھوڑی  
زراے دختر زو اصف ہو حافظ  
پے حرمت ہو اتنی بات تھوڑی

چلو منزل اتیر آنکھیں تو کھولو

نہایت رہ گئی ہر رات تھوڑی

پتہ مردہ گل ہوئے ترے گلونچے سامنے  
سنبھل پہ بیچ پڑ گئے باہوں کے سامنے  
پہنچ انھیں سے جو جنھیں تاب نظر نہیں  
آتے ہیں خود وہ دیکھنے والوں کے سامنے

بے جا نہ میں کو فخر نہیں آسمان پر  
 ذرہ جو ہر ہر جالوں کے سامنے  
 کیا کیا بناؤ کرتے ہیں خار رہ جنوں  
 رکھ رکھ کے اپنے عرب چھاؤں کے سامنے  
 نیز نگ صنم دیکھ تماشاے باغ کر  
 کیا سرخ گل میں سبز نہالوں کے سامنے  
 بندھے جو شوخ دشت میں مفلح ختم باد  
 پڑھتا غزل میں اپنی غزلوں کے سامنے

قطعہ

کیا لکھ غوی نے رنگ جمائے میں باغ میں  
 کیا گل کھلے میں جو رہ جالوں کے سامنے  
 کیا سب سرخ جام میں بھوپلوں کے ردِ بد  
 کیا سبز سریشے میں تھا لوں کے سامنے  
 دھلت کی رات اور مودن گجر خوش  
 ہوتے ہیں کیسے کیسے ملا لوں کے سامنے  
 اے زر پرست فقر کا تجھ کو مزہ تو ہو  
 کوڑی کی چٹیاں ہیں سفالوں کے سامنے  
 کیا سمجھ جو علم عشق میں بچے کوئی حکیم  
 ہو نطق بند میرے سوالوں کے سامنے  
 اُن ابروؤں کی یاد میں دل پر نہیں پر داغ  
 روشن ہو آفتاب ہلالوں کے سامنے  
 کرتے ہیں عجز جنکو خدا نے دیا ہر طرف  
 شیشوں کے سر جھکے میں پیالوں کے سامنے  
 رکھتے ہیں جو ہنرا نہیں الفت سے کیا خطر  
 ساحل ہو بحر پیرے والوں کے سامنے  
 تیردوں کے پر کٹے ترے غزوئے ردِ بد  
 تیغیں نہ چل سکیں تری چالوں کے سامنے  
 یہ نور یہ ضیاء یہ چمک یہ دمک کہاں  
 خورشید ہے تو اترے گا لگا لوں کے سامنے  
 سودا کی ہیں جولائے میں ہیں غنیمت شک  
 چار ابروؤں کے عشق میں پوچھو نہ حال  
 چار ابروؤں کے عشق میں پوچھو نہ حال  
 گلشن ہو جو شمس سا غر میناے سیکہ  
 کیا گل کھلے ہوئے میں نہالوں کے سامنے

تعریف سرو قامت محبوب کی امیر  
 مشکل نہیں بلند خیالوں کے سامنے

## مرآة الغیب

خود شید چکے کیا تے گلاوٹے سانسے  
دعویٰ زباں کا کھنڈو والوٹے سانسے  
میلی خط شعاع ہے ہالوں کے سانسے  
افکار بوئے مشک غزالوں کے سانسے  
خمر مندہ ہوں نہ قافے والوٹے سانسے  
خیر ازہ کھل گیا تے بالوٹے سانسے  
آنسو مرے بھرائے غزالوٹے سانسے  
تازہ شگوفے تازہ نہالوں کے سانسے  
جھپکی نہ آنکھ برق جہانوں کے سانسے  
کیسا حجاب دیکھنے والوں کے سانسے  
وزدیکہ دود گرد خیالوں کے سانسے  
آتے میں دودھ کر مرے چھاؤں کے سانسے  
ان کجکلاہ گیسوؤں والوں کے سانسے  
چلتی نہیں ہر کچھ تری چالوٹے سانسے  
آنکھیں دکھا رہی ہے غزالوٹے سانسے  
اچھے نہیں ہیں بقا جہانوں کے سانسے  
کتنی یہ بات ہو مرے چھاؤں کے سانسے  
ٹھہرنے کے کیا دہ میرے سوا لوٹے سانسے  
کانٹوں نے لی جو نوک کی چھاؤں کے سانسے

دنیا اتیر گیا ہے جو ماتم کہہ نہیں

ہر دم یہاں میں تازہ ملاؤں کے سانسے

قبلا دل کونہ جاں اور ہے  
سجدہ گاہ اہل عرفاں اور ہے  
ہو کے خوش کٹاؤں میں اپنے گلے  
عاشقوں کی عید قرباں اور ہے



# مرآة الغیب

درد و شب یاں ایک سی جو روشنی  
خار و کھلاقی جو پھولوں کی بہار  
قید میں آرام آزادی و بال  
بحر الفت میں نہیں کشتی کا کام  
کس کو اندیشہ ہے برقی دلی سے  
درد وہ دل میں وہ سیہ پر جو داغ

کبہ رو حجاب ابرو اے امیر  
اپنی طاعت اپنا ایماں اور ہے

نہیں امید جو اس بیوہ کے آنے کی  
ستم سے تنگ ہوں احسان تجھ پر کہ عطا  
عدم میں یاد کروں گا کسی مسیحا کو  
پڑھاؤ پھول جو میری کدی پر آئے ہو  
ساں اُس پر ہی کا کہیں گئے آسمان سرحد  
یقین ہوا جو گرا دانت کوئی پیری میں  
جگایا میں نے جو سوتے میں تنگ ہو کے کہا  
میں تھک چکا ہوں بہت دو رقاعہ پہنچا  
غضب جو نزع میں کہتے ہیں تب ٹھوکر  
لقاب ڈال کے آئے کہو خدا کے لئے  
جو تن پر زخم لگے اور جان تازہ ہوئی  
غلات ڈال تقصیر ابھی ندائے صیاد  
آمر جاہلیہ ہم بے نظیر آج ضرور

میں راہ دیکھ رہا ہوں قضا کے آنے کی  
خبر سنا سے روز جزا کے آنے کی  
نکال لوں گا کوئی راہ جا کے آنے کی  
یہ کون چال ہے تیور ہی چڑھا کے آنے کی  
اڑا دے قید الٹی جمائے آنے کی  
کہ آج کھل گئی کھر کی قضا کے آنے کی  
ٹھہر ٹھہر کہ نہیں نیند جا کے آنے کی  
سیل کون ہے بانگ درا کے آنے کی  
گئی جو رٹ مجھے اس بیوہ کے آنے کی  
یہ کون شکل ہے صورت چھپا کے آنے کی  
کشادہ ہو گئیں راہیں ہوا کے آنے کی  
کہ جو جن سے توقع صبا کے آنے کی  
خبر یہ میلے میں اُس بد تھا کے آنے کی

ساتھ در دے صاف نہیں بیٹھ گئی  
شہزادی ڈاک تھی یہ زیر نگین بیٹھ گئی  
مات بھی میری طرح سو کے خیز بیٹھ گئی  
باڑھ تو خیر قاتل کی نہیں بیٹھ گئی  
بعد مردن کچھ سر سے شمع کی قوت نہ ملتی  
خاک اٹھی کبھی فوج کے وہ میں بیٹھ گئی  
تھک جنت جو میری دعا کے دنیا سے کیا  
ڈاک جو رہی گئی دم باز پس بیٹھ گئی  
ان دنوں د خیر ز کا نہیں ملتا ہے تیر  
کہیں قاضی کے تو گھر جا کے نہیں بیٹھ گئی  
مستف گردوں کی بھی آئینہ تو گھر ولبا  
چارو جس میں بھی تری اٹھ نہ سکیں بیٹھ گئی  
در سے بھی جو نظر آئی کبھی شکل امید  
پاس اگر مرے پہلو کے قریں بیٹھ گئی  
رستی پر جو تری زلف مسلسل آئی  
دھاک تانار سے تاکو جس میں بیٹھ گئی  
کشتی عمر کا انجام جس میں یاد آیا  
کھا کے چکر کوئی کشتی جو کہیں بیٹھ گئی  
لمحہ حسن نے بخشا اسے آشاں کا فروغ  
گرد بھی اڑ کے جو بالائے جس میں بیٹھ گئی  
واہ رے شوق اشارہ مجھے قاتل نے کیا  
دوڑ کر موت تہ خیر کیں بیٹھ گئی  
شعر پر درد جو بکھنے پہ طبیعت آئی  
سانے آ کے مرے روح خیز بیٹھ گئی

سخت جانی کے دکھائے کسے جو ہر اب امیر

کہ تری باڑھ تو اسے خیر کیں بیٹھ گئی  
آنسوؤں سے نہ فقط گرد زمین بیٹھ گئی  
کشتی چرخ بھی چکر کے وہیں بیٹھ گئی  
لنگر اس سے بھی گناہوں کے آئینہ بیٹھ گئی  
ٹیک کہ زانوؤں کو گاؤ زمین بیٹھ گئی  
تھا وہ گریاں کہ ہوئی تر کنواں کے بعد  
نرم ہو ہو کے یہ اشکوں سے زمین بیٹھ گئی  
ہم کھڑے رہ گئے جدم وہ ٹھکر بیٹھ گئی  
صف رقیبوں کی یار اور ہمیں بیٹھ گئی  
جس زمین پر کہ مرا ابر طبیعت برسا  
گرد ہنگامہ پیشین د پس بیٹھ گئی  
شک رخسانے تیرے کسے لاغز نہ کیا  
کینٹی ماہ کی اسے زہرہ جس میں بیٹھ گئی  
تار سا خاک کو بھی ضعف نے میر رکھا  
یاں سے اٹھی تو سر عرش بریں بیٹھ گئی

## مرآۃ الایب

کیوں نہ ہنسموں میں ہونام کی قصہ تیری  
ادعا آکھ سے اُس شوخ کی ہنسی کا  
چال نے تیری قیامت کو ابھرنے نہ دیا  
دی رقیبوں کو نشانی جو انگوٹھی اُس نے  
کبھی بیلانی کی مشکائی جو خبر غنوں نے  
مار کھا کر نہ دیر یار سے سہ کا عاشق  
کو کہن کو مزہ اُفت شیریں اُٹھا  
بہر آدم جو فرشتوں نے اُنھائی مٹا

رفت طبع کہاں دل نہ لگا اس میں ایسر  
پست مضمون سے زیادہ یہ زمیں بیٹھ گئی

جان تن سے جو تڑپ کر شبِ فرت نکلی  
تنگدے میں ہمیں اللہ حرم سے لایا  
کیونکہ اعجاز مرے خونِ کال کر دکھایا  
ڈال کر سنجہ پہ نقاب اُسے کیا تھا کھولا  
بہرِ نگارہ جو قرآن میں بھی دیکھیں خال  
ہاتھ تک مفتی وقاضی کو لگانے نہ دیا  
سیرکروں ڈوب کر چاہِ ذوق میں تیری  
طور پر پرتی تجلی سے جو موسیٰ کو بخش

بڑھ گئی حسن پرستی کے بچے حرمِ ایسر

ہائے پیری تو جوانی سے بھی آفت نکلی

شبِ وصل کیا مختصر ہو گئی کہ آتے ہی آتے سحر ہو گئی

شب وصل و دھڑے اُدھر ہو گئی  
 بدلتے ہی کر دٹ سحر ہو گئی  
 نہیں ملتی یہ بھی تو دودھ پر  
 مری بخش اُس کی نظر ہو گئی  
 دیا موت نے پیاس میں جام آب  
 کہ جماؤ ہے آنکھ تر ہو گئی  
 بہت آمد آمد تھی اُس گل کی گم  
 پڑا ہنہ تو ٹھنڈی خبر ہو گئی  
 کسی کر دٹ آیا شب غم نہ جینا  
 تڑپتے تڑپتے سر ہو گئی  
 کھٹکتی ہے اب روم کی آنکھ میں  
 رگ جاں بچے نیشتر ہو گئی  
 ابلی شب غم میں اتنا تو ہو  
 کوئی جھوٹ کہدے سحر ہو گئی  
 چھٹی دلیں اُس گل کی باریکات  
 رگ گل بچے نیشتر ہو گئی  
 کرے کوئی اب اڑے سیرت من  
 کہ بیل تو بے بال و پر ہو گئی  
 میں حیران ہوں ہذلف من دیکھو  
 سحر شام کیونکہ سحر ہو گئی

ہیں سحر چلتے ہی گزری اسی  
 یوں میں عمر ساری بسر ہو گئی

لذت جو ملی مرے ہو کی  
 خجور نے بلا میں میں گلو کی  
 آنکھیں دم تیر جگ جو کی  
 تیغیں ہیں میری ہوتی ہو کی  
 کی دل شکنی نہ تیر جو کی  
 سختی پہ بھی نرم گفتگو کی  
 موٹھی سے کہو کہ چپ ہیں اب  
 بار کا ہے ہماری گفتگو کی  
 روئے مری تیر پر وہ آکر  
 ہم خاک ہوئے تو آبرو کی  
 منہ اپنا نہ آرسی میں دیکھو  
 سفید گئی نہ چوٹ روبرو کی  
 کی جس پہ نگاہ تیر کو دیکھا  
 اب تاک تو نظر کہیں نہ جو کی  
 جزیرہ حرم کہاں میں جاؤں  
 راہیں تو یہی ہیں جستجو کی  
 جایگا جنوں نہ سر سے بے ذرا  
 ہو قصد مری رگ گلو کی

ساقی نے شگھائی غش میں مٹی  
سو نہ بھی سو نہ بھی مجھے سب کو  
تن ہے غم زلف میں یہ لاغر  
ہر عضو بدن گدہ سب کو  
تھا چار طرف اُسی کا جلوہ  
کیوں نقش ہماری قبلہ زدگی  
پلکیں دم جو شش خونقشانی  
دھاریں نظر آتی ہیں ہونگی  
اُس رخ کو میں آئینہ کہوں کیا  
ہے یہ تو مثال رو بردگی  
وہ مست ازل ہوں ساتیا میں  
مٹی ہے خیر میں سب کو  
دل ہی نہ رہا امید کیسی  
جو کٹ گئی تخیل آرزو کی  
اب کیوں ہیں یکیم غش میں خاموش  
پہلے نہ سنبھل کے گفتگو کی  
لا کہہ کے دہن کو ہم ہوئے نیست  
دو حرف میں ختم گفتگو کی

ق

کیسی ار فی کہاں کے موسیٰ  
خود دیدگی اپنی آرزو کی  
تھا پردہ ظاہری جو منظور  
آواز بدل کے گفتگو کی  
کلفت نہ مٹی اتر دل سے  
اشگوں نے ہزارشت و شو کی

بیت پیر و مخاں طرف مزادتی ہے  
سلسلہ ساقی کو تر سے ملا دیتی ہے  
یہ دم رقص وہ پازیب صدا دیتی ہے  
بخت خضہ مرے تھنکار جگاؤ تھا ہے  
حیرت عشق رخ اوج دکھا دیتی ہے  
چھت سے آنکھیں یہ مریضو کی لگاؤ تھا ہے  
چشم غناک بھی برداشت اعجاز ہے  
ایر مردہ اگر آتا ہے جلا دیتی ہے  
بڑھ کے جب بونی ہو سب گل میں لبیل  
جل کے بھولوں میں صبا آگ لگاؤ تھا ہے  
کیا عجب گرتے بیمار کو صحت ہو جانے  
یاد عارض اُسی قرآن کی ہوا دیتی ہے  
غم یہ جو ہیر میں مرگئی ہوس ہو دل کو  
مرگ اُٹے مجھے جینے کی دعا دیتی ہے

کچھ عزت میں مجھے سمجھتی ہوتی ہی موت  
 مانگے پر نہیں لاتی جو صبا نہکت گل  
 پوچھے میں جو شب ہجر میں ہم شمع سے حال  
 کم نہیں قند سکر سے تمہاری تکرار  
 صدہ سحر سے کیونکہ نہونا لاں مرادل  
 جان پر صدہ شب ہجر ہو سونا کیسا  
 پاکے غافل تجھے اک روز فنا کر دیگی  
 لاغری نے یہ مٹایا کہ کوئی گھریں نہیں  
 ہو بجا کہئے اگر دولت دنیا کو پری  
 سامنے جا کے جو کرتا ہوں کی وقت سلام  
 پھرتی ہیں گردن عشاق یہ دور ہی تیغیں  
 ہم پر ہنہ فقط اس دور میں ہیں در نہ ہمار  
 کیجئے غور تو دولت بھی پیسہ ہے امیر  
 کہ کریوں کو خدا سے یہ غلامی ہے

سوجھے بد عہد وقت انکار کے  
 بندے ہیں حسن بیچ یار کے  
 مر گئے عشاق چشم یار کے  
 تیرے ابرو کے اشارے خیر سے  
 عرش پر رکھا قدم تھ زار نے  
 باہر اُس یوسف نے جب رکھا قدم  
 کتہ باری میں مقرر ہو مجر کا  
 دونوں لب ہیں دو گواہ اقرار کے  
 ہیں نمک پرودہ اس سیکار کے  
 صدقے اترے مردم ہمار کے  
 جھگڑ کو گہرے زخم میں تلوار کے  
 گر کے بیچے یار کی دیوار کے  
 مہر گئے دونوں سرے بازار کے  
 حیت لے بازی کو بہت ہار کے

## مرآة الغیب

نعت کو نین سے دل سیر ہو  
ایک بھوکے ہیں ترے دیدار کے  
نورِ اس مغل نے اُنکا ر میرے بعد  
پھول تربت پر چڑھائے بار کے  
میری حالت پر گرے ہیں بار بار  
اشک چشمِ روزن دیوار کے  
آرزو یہ ہے کہ پستی کی طرح  
ڈھیر ہوں پیچھے تری دیوار کے  
خونہا موسیٰ سے لیں گے روزِ حشر  
گنجنے چشمِ سرِ گینِ یار کے  
عشقِ ابرو میں کہاں صبر و قرار  
جلد ہے سب کھینچتے ہی تلوار کے  
میکہ میں آئے تو پھینچ جائے شیخ  
تیج اُٹھیں پانوں میں و تار کے  
مر کے جب پہنا کفن کچھ یہ ہم  
زیب تن کڑے کے دوبار کے

ذلت و خواری در سوائیِ ایتہ

سب ہیں دھبے دامنِ پندار کے

آئے بالیں پر جو کچھ بیار کے  
خوب روئے موت ڈاڑھیں مار کے  
موئے خرگاں گردِ چشمِ یار کے  
میں ٹکس راں مردمِ بیار کے  
دیکھ کر زخموں کو جسمِ زار کے  
روئے چھائے پھوٹ کر تلوار کے  
تیرے منہ سے ہاں نہیں وہ نون میں خوب  
صدے اس انکار اس اقرار کے  
باغباں مجھ پر ہوا تب ہریاں  
پھول جب کاٹتے ہوئے گلزار کے  
ضبطِ گریہ کیا کروں اے ہم صیفر  
پھول کھلا جائیں گے گلزار کے  
ہیں وہ لاغریاں میں پھیلا کے پاؤں  
سوتے ہیں سایہ میں نوکِ خار کے  
عشقِ ابرو میں سرِ اترادوش سے  
چڑھ گئے ہم دم پر اس تلوار کے  
کھیلتا ہے یار گھرِ میٹھے شکار  
سب میں جزائی ترے دوبار کے  
شیخ کچے میں برہمنِ دیر میں  
پھول ہیں کس بیخراں گلزار کے  
داغ ہائے عشق کھلاتے نہیں

## مرآة الیوب

نالہ عاشق پہ ترچگی کی نگاہ دار بر بھی پرے تلوار کے  
 حادثوں سے بے خط میں خاکسار کب دبا سایہ تل دیوار کے  
 شیخ بایں سے یہ کہدے اے صبا سر پہ روتا ہی کوئی میار کے  
 پھول کھلاتے نہیں ہیں گل فروش ناز پروردہ ہیں یہ گلزار کے  
 مور کی آنکھیں ارم میں دیکھ کر رنجے یاد آئے تری دیوار کے  
 دعا عطا سمجھا ہی تو دوزخ جسے کچھ شعر ہیں آواز شمار کے

روز محشر گفتگان قد امیر

ہوں گے سایے میں علمبردار کے

جو بحر عشق میں ہو وہ آفت رسیدہ ہو گرداب شمل سوچ گریباں دریدہ ہو  
 مضمون ضعف ہو قلم آہ سے رقم سینہ رگوں سے صفحہ مسطر کشیدہ ہو  
 مرتا ہوں شوق قتل میں ملتی نہیں ملے قاتل کی طرح تیغ بھی مجھ سے کشیدہ ہو  
 روشن ہو راز عشق ہمارے نکوت سے اس اٹھن میں شیخ زبان بریدہ ہو  
 یہوش کر دیا مجھے وحشت نے اس قدر آہو بھی میرے دشت میں ان خود رسیدہ ہو  
 تعریف کرتے ہیں بن دندان سے اہل ذوق جو شرتازہ ہے فرور رسیدہ ہو  
 روتا ہوں یاد ختم میں کس خوش گاہ کی ہر تار اشک دام غزال رسیدہ ہو  
 چن چن کے رکھ لیے صفت آئیں میں شہر دیوان میں ہمارے جو مضمون حیدہ ہو  
 پایا کسی نے سر محبت نہ آجنگ افسانہ عشق کا جبر نار رسیدہ ہو  
 سرتا قدم وہ شوخ جو مست شراب حسن رنگ خا سے ہاتھ رخ نے کشیدہ ہو  
 غافل یہ موت کہتی ہی پیری میں صبح دشام عمر اخیر عہد بیاباں رسیدہ ہو

گلزار تن سے طائر دل اُٹ گیا امیر

سینہ اب آشیانہ فرشتہ پریدہ ہو



ہر اک عضو بدن پر داغ عشق یا جانی ہو  
جو چہرہ ارغوانی تھا وہی اب زعفرانی ہو  
خدا کو اپنی اپنی داستانیں سب نائیں گئے  
سبیل لے دھند گیارہ دوی دشت میں لکھو گئے  
جنت برباد کرتی ہو اڑا کے کوئے جہان سے  
برنگ شمع جنگو خضر رہے گرم زخاری  
وہ میرے ہر خط کو دیدہ بیگانہ سمجھے میں  
وہ شمع حسن در آنسو بہا جاتا جو ہر شب کو  
وہ پیاسا ہوں کہ مجاؤں شاخوں خضر سے پانی  
بلا میں بھنس کے ایدل کام آئیگی یہ سختی  
خدا نے نیک صورت دی تو سیکڑیاں باتیں بھی  
پسا جاتا ہوں باضعف سے اٹھا نہیں جاتا  
ہوا ہوں زندہ در گور اہل نئے صفت یارب

اتیر اس عاشق کا لطف ہی فصل جوانی میں

اندھیری رات میں کہنے کے قابل یہ کہانی ہو

خدا نے شان یوسف سے تمہاری شان افضل کی  
کھلا مضمون وہ ہم کو دیکھ کر تحریر کا جمل کی  
بہن کو کون جائے سیر کو سادوں کے ادا کی  
شب صلت میں مجھ سے حیران پر ہو نہیں سکتا  
جو عشاق کمر نائے نہیں کرتے تو زیبا ہے  
ہزاران شعور کو بوش میں لاد نہیں سنتے

کھلی سب نقش ثنائی سے حقیقت نقش اول کی  
کہ حاجت ہو یا ضخم میں بھی خطا بدل کی  
کہ زنجیریں پڑیں ہیں پاؤں میں شاک سلسل کی  
تڑپ جاتا ہو دل فریادیں کر آئی جھاگل کی  
عدم کے جاتو انوکھ کہاں حاجت جو مغل کی  
یہ سچ ہو ایسا تو ہے میں جو تھی ایک قول کی



## مرآة الغیب

ہزار حیف نہ آئی اجل نہ وہ بد عہد  
 لیا جو خواب میں بوسہ تو یار جاگ اٹھا  
 قرار اب کسی پہلو ہمیں نہیں آتا  
 ہلال ابرو دے ساقی کی یاد بھول گئی  
 بلائیں لیتے ہی وہ اور ہو گیا وحشی  
 مرے گلے پہ پڑا خط نہ سخت جانی سے  
 نہ ہوش ہے نہ خرد ہے نہ صبر اب ٹھکوں  
 گلوں نے خندہ بجا سے یہ نثر پایا  
 کہ چار دن بھی نہ گزرے بہار کھو بیٹھے

ادا وہ کون تھی جس پر ہوئے فقیر امیر  
 ضامی بات یہ صبر و قرار کھو بیٹھے

مرا حوال کر سکتا نہیں اُن سے بیاں کوئی  
 کرے کیا باغباں سے راز دل غیبیاں کوئی  
 خط عارض کو اُسکے دیکھ کر یہ دھیان آتا جو  
 ہزاروں خار لاکھوں بھول اس گلشن میں لیکن  
 دیا جو خط محراب رشک سے پھٹتا کہ تباہی  
 سوائے کعبہ تجاؤں میں کیا اپنے قدم چلتے  
 نظر میں سیر پھر جاتی جو صحبت ناوک دل کی  
 مدد پیروں سے چاہیں تو جواں مقصود کو بھیجیں  
 بنیاد کچھ وہ زرخیز زار میں گہرا کے کہتے ہیں  
 نگاہ پر درش پھرے اگر لطف و کرم اُسکا  
 اٹھانا کوہ کا آساں اٹھانا بات کا مشکل  
 دہن میں سیر قاصد کے مرئی کھدیریاں کوئی  
 دہن جب بند ہو کبھی مل سکتا جو زباں کوئی  
 دیاد حسن میں اُتر ہوا جو کارواں کوئی  
 نہ تمہارا زنیں کوئی نہ ہم سانا توں کوئی  
 کہیں جملانہ دے قاصد کو اُس کا نشانہ کوئی  
 ملا سجدے کے قابل اور کس ملتان آستان کوئی  
 نظر آتا جو جب گھر میں کسی کے سیماں کوئی  
 نشانے تار نہیں جانا جو ناوک بیکان کوئی  
 ادھر آنکھیں ادھر آنکھیں نقاب آئے ہما کوئی  
 نہ ہو پھر طفل طفل اشک کی صورت جواں کوئی  
 قوی کچھ سا جو عالم میں نہ مجھ سانا توں کوئی

شفیع ایسا سگ جاناں جو آتا ہے خبر لینے  
 نفس کی تیلیاں میں چیتھی شایین ہیں خوشی  
 جو چلاتا ہوں فرقت میں محلوں سے کہتے ہیں  
 غم نہ تیرا کہ وہ بھی ہو کسی معشوق عاشق  
 تجھے یوں ڈھونڈتا ہے تیرا ہر لوگ شکر کا  
 ہمارے عشق کی کیونٹی شاعر نہیں کہتے  
 کمال جذب سے تالا سکاں پہنچے امیر احمد  
 رہا معشوق و عاشق میں نہ پر وہ دریاں کوئی

آج کیا کرتے ہو غم و دل میں ہر دم نے  
 بنو دی دکھلائی ہو جلوے تجھے ہر دم نے  
 ہر گھر میں دلیں نظر آتی ہیں کیا صورتیں  
 دیکھے بھائے ہیں یہ کوچے جانے بوجھے میں یہ تارنگ  
 حسن روز افزوں بھلا دیتا ہے پہلے قاعدے  
 کس طرح تشبیہ دیں سنبل سے اسکو ہر شگاف  
 پاتے ہیں ہر روز آنکھوں کی تری میں نحتل  
 میزبانی کر کچھا جو دو سخاوت کی بساط  
 یہ عجیب دوست قصوں کی کہ اس کے حد نہیں  
 ہو چٹکتی میں نیکی میں وہ غم نہ ناسور  
 سامنا ہو دے جاناں سے سید سے ہونفید  
 ہر غزل میں تازگی شکل جو اے طبع رسا  
 کہ نہ بخوں سے جو دل گھر گیا ہے اے امیر

یہ تو سمجھو تم نے ہو جاناں میں یا ہم نے  
 جو عجب عالم کہ ہر عالم میں ہیں عالم تے  
 رات دن عالم دکھاتا ہے یہ جام جم تے  
 تم سمجھتے ہو کہ ہم دیتے ہیں اسکو دم تے  
 روز ہو جاتے ہیں اس محفل میں بجا کہ ہم تے  
 بیچ اس گیسوے پچیاں میں نہیں ہم تے  
 گل کھلایا کرتی ہو ہر روز یہ شبنم تے  
 مل رہیں گے روز جہاں آنکھ کو لے حاتم تے  
 بند کی آنکھیں تو دیکھیں گے کلوں عالم تے  
 چوٹیں آتی ہیں زلالی بیچ ہیں ہر دم تے  
 عید کو کپڑے بدل اے دیدہ پر ہم تے  
 کہ نہ مشقوں کو بھی ہاتھ آتے ہیں مضمون کم تے  
 ڈھونڈتا ہے تیرا ہر کوئی سا بھائی ہم تے

دلت ہوئی کہ جی مرا جینے سے سیر ہے  
 کیا جانے کس لیے لنگہ دیر دیر ہے  
 آتے ہیں روز دل کی زیارت کو رخسارِ غم  
 غیروں کو پھاڑ کھائے سب یار تو کہوں  
 آئے جو نزع میں تو یہ کہہ کر وہ آٹھ گئے  
 تنہا ہوتے جاٹیں گے ہم تو سوئے حرم  
 کراک گجھ سنیہ پرداخ کی طرف  
 کیا پہلوان مرگ کو بارو ملا تو ہی  
 الفت ہی کی تو آگ میں جلنے کا خون کیا  
 رکھتے نہیں زمیں پہ قدم صاحبانِ گیر  
 اے جا ہی تیرے منہ سے نکلنے کی دیر ہو  
 طغیان آبِ شہد ہم بھی دریا کا پھر ہو  
 سینہ مرا نہیں کسی مرشد کا ڈھیر ہو  
 اے شیر داہ تو ہی تو شیروں کا شیر ہو  
 ہم جاتے ہیں یہاں ابھی نصرت میں دیر ہو  
 ہونے دو دو قدم کا جو رستے میں پھر ہو  
 پھولوں کی تیری نذر کو حاضر چیکر ہو  
 افرا سحاب سماجی زبردست زیر ہو  
 پردے سے زیادہ مراد دل دیر ہو  
 بادِ بردت بامِ فلک کی مندر ہو

جینے سے کیوں نہ سیر مراد دل ہوا سے اتیر

بہم نیم جاں اُدھر تک دیر دیر ہے  
 کبھی سمجھانے آگے کیا ہم اس دس کو کھاتے  
 ادھر کم نزع میں ہمت اُدھر تیاہی وقت  
 نصیحت کرنیوالوں کو اگر کچھ بھی سمجھ ہوتی  
 خدا ایسا بھی ہوتا ہی نہیں جس کو خود بندے  
 بتاتے راہ اسی کو جب کہ سب گم کردہ راہوں کو  
 کوئی کہتا نہ آتے باز سیرے قتل سے ہرگز  
 انگوٹھی کیا نہ دیتا ہم کو وہ جھلانسانی کا  
 یہ منہ دیکھ کر شاہِ حسن میرے تربت پر  
 وہ شاہ حسن ہی تو عہد اکبر میں اگر ہوتا  
 سمجھ جانا اگر اتنا کسی تیر کو کھاتے  
 نہ روڈ چپ رہو کیونکر یہ مارے گم کو کھاتے  
 جو کھاتے ہیں کھاکو وہ مرے دل کو کھاتے  
 کھاتا تو خلیل اللہ یہ آؤ کو کھاتے  
 کہیں لے تو ہم یہ خضرِ بقبر کو کھاتے  
 جو دنیا ان کو کھاتی وہ دنیا بھر کو کھاتے  
 اگر اگر سلیمان اس بری پیکر کو کھاتے  
 اُس دم جا کے گل کو دے وہ یہ صبر کو کھاتے  
 مگیں کر پیشکش یہ نورتن اکبر کو کھاتے

خدا ہمت اگر دیتا تو اپنے قتل کی چالیں  
بکھی قاتل کو سمجھائے کبھی خنجر کو سمجھائے  
نہ لے جانا ہمیں فوت بڑھانے کو سینوں میں  
زباں ہوتی تو آئینے یہ روشن کر کو سمجھائے  
تڑپ کر دے اس لعل میں دو لعل کیا رسوا  
دل ناداں کو سمجھائے کہ چشم ترکو سمجھائے

ایتراب کی جو سودا جوش پر ہم کو اگر ملتا  
بنانا بیڑیاں بھاری یہ آئینہ کو سمجھائے

عشق میں جینے کے بھی لالے پڑے  
ہم سے کس سیدہ کے پالے پڑے  
دادی دشت میں جب رکھا قدم  
آکے میرے پادلوں میں چھالے پڑے  
دل چلا جب کو چڑگیسوی سمت  
کوس کیا کیا راہ میں کالے پڑے  
دور تھا زنداں سے کیا دشت جنوں  
چلتے چلتے پانوں میں چھالے پڑے  
کس نگہ نے کر دیا عالم کو مست  
ہر جگہ لاکھوں ہیں ستوالے پڑے  
ہجر میں جب منہ لگایا جام کو  
سیکڑوں ہونٹوں پہ تیتھالے پڑے  
طوق دشت اپنی گردن میں پڑا  
یار کے کانوں میں جب بائے پڑے

تجہ کو اک آنسو کی حسرت ہو ایتر

کتھے مینہ برسائے تھالے پڑے

آنکھ اُس کے حضور رو رہی ہے  
ساتھ اپنے مجھے ڈبو رہی ہے  
دیدار کہاں کہ دور ہے حشر  
قسمت ابھی اپنی سو رہی ہے  
کیا باغ میں دیکھتی ہے شبنم  
جو گل کی انسی پہ رو رہی ہے  
اللہ رے حسن دختہ روز  
زاہد کے اس کھو رہی ہے  
کیا کشتی دنا خدا کا شکوہ  
تقدیر ہمیں ڈبو رہی ہے  
مقراض کتر کتر کے وہ خط  
کاتے مرے حق میں بو رہی ہے  
نرگس کو صبا نہ چھیڑ اتنا  
سونے دے غریب سو رہی ہے

## مرآة الغیب

گلشن میں جو اب رہے دھواں دھار  
نیخواروں میں دھوم ہو رہی ہو  
اُس تیغ کے منہ چڑھے نہ بجلی  
کیوں جان سے ہاتھ دھو رہی ہو  
کیا شوخ ہے اُس کی یاد نرگاں  
دل میں نشتر چھو رہی ہو  
ہم جاگ رہے ہیں چرکی شب  
تقدیر ہمارا سو رہی ہے

احسان ہے امیر چشم نرکا

نارے کی سیاہی دھو رہی ہو

طرفہ پنہام یہ الفت کی نظر کہتی ہے  
کہ مرے دلی ترے دل سے خبر کہتی ہے  
آج آتا ہے وہ گل باد کھر کہتی ہے  
بچ ہو یا رب جو یہ اڑتی سی خبر کہتی ہے  
بلبل دگل میں ہو غماز نسیم سحری  
کچھ ادھر کہتی ہو کچھ جاگے ادھر کہتی ہے  
جو ہری کیا ترے دانتوں سے ملائے ہیں اُسے  
پانی پانی ہوں یہ خود آب گھر کہتی ہے  
غنجہ دگل مجھے کہتے ہیں یہ کہتا دہن  
رگ گل میں ہوں یہ باریک کھر کہتی ہے  
یاد پچھلوں کی دلاتے ہیں مجھے سوئے پید  
گردہ قافلے دالوں کی خبر کہتی ہے  
ماہ فو میں ہوں یہ اُس تیغ کا ہوش بول  
بد میں ہوں یہ پس پشت سپر کہتی ہے  
نوجواں رشتہ پیری کا ترہ کیا جانیں  
عصمتون وجد میں ہیں جنبش سر کہتی ہے  
شام نکا ہے یہ اشارہ کہ ہیں رخت سیاہ  
پاک کو ڈال گریباں یہ سحر کہتی ہے  
بحر عالم میں سفینہ کوئی پیچے کا نہیں  
ہمت تن ہو کے زباں موج خط کہتی ہے  
تھمل ہے اگر غم کا تو دل ہے میرا  
تیغ رکھتا ہو بھی سے یہ سپر کہتی ہے  
کیوں زباں تیغ کی خاموشی مٹھ میں امیر

حال قاتل سے مرا کہدے اگر کہتی ہے

باندھی جو روز حشر ہوا ہم نے آہ کی  
اڑتی پھرے گی نزد جلائے گناہ کی  
شرکت نہ کی لال میں کس داد خواہ کی  
دل پر کسی کے چوٹ پڑی ہم نے آہ کی

## مرآة الغیب

اب دشمنی ہے اُس کو تو کچھ راہ راہ کی  
عاشق کے دلیں عیش جہاں کا کہاں گزر  
عاشق ہوں فوج اشک کا آنکھوں میں دو جگہ  
گہنا نیلے چڑھنے لگے جو اُس تنہا کے صف  
اُس گل کو کیوں نہ پیچھے میں چٹی ہو خطا کھوں  
بھاری بہت ہے لاؤنگار روزِ جن میں زند  
دامن سے کیوں چھپاتے ہو بالوں کو راہ میں  
دل سے پتانے گا زخمدانِ یار کا  
ہے زندہ نے سے کلامِ خبرہ روؤں کو کیا  
میں زند خواب مرگ سے اٹھاؤ دیکھنا  
کندن سا چہرہ دیکھو کبھی آئینے میں تم  
خون ہزار صبر کے اکدم میں جل گئے  
ہوں وہ خلیلِ دیر میں توڑوں اگر صبر تم  
پائے قلم نے کچھ کے ترے گیسو کا صفت  
کہہ دوں گا سب گناہ مرے کچھ کو یاد میں

سہ قس گم میں دے کے عدم کو گیا ایتر  
لی گھر کی راہ پھینک کے گھر کی گناہ کی

آنکھ مجھ سے دل لے اغیار سے  
ہے حسنین کو غلش کچھ زار سے  
ذوق کا دشمنی ابر میں حکم  
لے چلی غربت جو صحر کی طرف

یار در گذرا میں ایسے پیار سے  
پھول کچھ کھٹکے ہوئے ہیں خار سے  
عمر صبر گزروں گلا تلوار سے  
مل کے ہم روئے درد دیوار سے



نورِ دہ شمس و قمر میں بٹ گیا  
دور سے آخر ہوا آئی خزاں  
تھے وہ سوائے غش پر غش آیا جنہیں  
گر مہیاں کرنے لگی تھی رات کو  
بیلوں کو دیکھ کر شیدائے گل  
پھول سب ہنتے ہیں غنیمت کے لئے  
پھل چھوئے ہوا کے بوئے مشک  
رنگ و غم دروالم ہیں غم گسار  
کیوں برستی ہو اسی لے صبا  
چشمِ ددل دونوں غضب میں پڑ گئے  
بے طرح زنگس کی پڑتی ہے نگاہ  
ایرو و شرکاء پہ ہوتا ہوں نثار  
غسل دینا آبِ حنجر سے مجھے

وادیِ غربت میں پھر تاجِ اہر  
کوئی کہدے اُس غریبِ آزار سے

کیجئے قتلِ ابروئے خمدار سے  
مرے چھوٹا کو کہنِ آزار سے  
کہ چکے قتل اب کہیں رسوا نہ ہو  
اس کی خزاں پر گرا پڑتا ہو دل  
وہ بچنا میرے یہ خانے کا ڈر  
ہے قتل ایسا اخذی الراجحی  
کائیے چورنگ اس تلوار سے  
پائی چھٹی روز کی بیگار سے  
جاؤ دھو ڈالو ہو تلوار سے  
عشق ہو اس آئے کو خوار سے  
دھوپ اترتی ہی نہیں دیوار سے  
موت ابھی عشق کے آزار سے

یہ بھی نالاں ہوتی رفتار سے  
 برق چمکی جلوہ گاہ یار سے  
 اٹھ نہیں سکتا عصا یار سے  
 اُس پری کی گرمی رفتار سے  
 آنکھ اُس نے پھیر لی اعتبار سے  
 سیکھ لو اپنے گلے کے بار سے  
 چمکی پڑتی ہیں تری رفتار سے  
 دو قدم آگے چلوں تلوار سے  
 اٹھ چکے ہم آستان یار سے

میں اسے پیر مٹاں سمجھا اتر

مست جو نکلا درخوار سے

صلح کل میں جو ابھی شرکت کی تھی سی  
 مدد لے شوق سجد المددائے شوق وجود  
 کچھ تو پیدا ہو کباب دل بریار میں مزہ  
 دیکھ مشاطہ جگر دھونڈ رہے ہیں تار سے  
 جان آجائے ابھی جائے سے باہر نہیں  
 نقد جہاں دگی طرح دیکھے ابھی بقیہ ہوں  
 خال ابرو کو جو دیکھا تو یہ معلوم ہوا  
 دانہ خال ہی دکھلا نہ بھی جنس جہاں  
 روزہ داروں کو نہیں خواہش لذت کچھ  
 نزع کا وقت ہو اب دیر نہ کر آنے میں

کوچہ وہم جو تاریک ٹھٹھکے کا بڑا  
خلق اغیار سے بیجا نہیں گرعادت  
عشق گیسو میں سر دل کا ہے سودا کچھ اور  
ایک قطرہ بھی نہ پینا سگراے جان جہاں  
کوچہ یار میں ہوں لاکھ تیش کے ساماں  
پھر جو تسکین ہو دلو تو میں تھوڑی سی

شور محشر کا سنا ذکر جو واعظ سے امیر

مل گئی لذت خال نکمیں تھوڑی سی

پانی راحت جو نہ خنجر کیں تھوڑی سی  
اڑ گیا تو سن دلدار جھجک کر کوسوں  
بد دماغی رہی ادروں سے یہاں تابیہاں  
ہوں وہ کافر کہ جھکا سجدت میں سر دست  
میرے اشکوں سے یہ تر ہے نکل آئے پانی  
دوستو قبر پر شاید وہ قدم بچہ کرے  
سلطنت پہلے ہی کر تانا قبول ابراہیم  
تیری آنکھوں کے لیے خلق ہوئی تھی شفی  
ہدیہ دوست سچ کر میں ہوا شکر گزار  
شوق سجدے کا جو اُس ہر لقا کے در پر  
تنگ آئے ہیں بہت بیچارے ہیں حال جاگر  
عذر تقصیر سے تقصیر ہی اچھی تھی مجھے  
نوک شمشیر سے کھینچی تھی تر شاہ کی شہید  
بد دماغی کا نشان بھی ہے کچھ اسے نقاش

ختم چڑھا جائیں تو سمجھو کہ کوئی گھوٹ اترتا کیا پس ہم سے خرابات نشین تھوڑی سی  
بیتیں ہو سکتی ہیں اسیں بھی بہت نظم اتیر  
گھر بنا نیکو بہت ہی یہ زمین تھوڑی سی

جو بد مرگ مرے دلیں کچھ غبار آئے عجب نہیں ہی کہ آندھی نہ خزاں آئے  
وہ لیکے تیر و کہاں جب پے شکار آئے سلام کرنے ہرن باندھ کر قطار آئے  
عجیب اب گراں میں تھے خضگان زمین کسی نے بھی نہ ثنا ہم بہت پکار آئے  
گڑھے میں گور کے پھینکا آئے افراتجہ کو سلول خاک کیا سر کا بوجھ اُتار آئے  
فلک نے ساتھ عصیت کے تجلیتیں بھی دیں جو فادہ گھر میں ہوا سیہاں ہزار آئے  
ہم ایک بار بلانے پہ لاکھ بار گئے وہ لاکھ بار بلانے پہ ایک بار آئے  
ہمیں تو جان بھی دینے میں لے تو نہیں غلہ خدا کرے کہ کہیں تم کو اعتبار آئے  
بندہ ہاتھ پر زخاں جو زرع میں کچھے پہ طلب در دولت سے چو بدار آئے  
جنوں زد دس عداوت کو کو پلین پھوٹیں شکار فیل کو ترکان نیزہ دار آئے  
غلیل سنان میں نہ قائل ہوا تاروں کا بدل کے رنگ یہ بہر پے ہزار آئے  
غضب ہو دلیں کیا گھر تہاری آنکھوں نے خراب کرنے کو مسجد میں بادہ خوار آئے  
ہوا کہ چھوڑ کے خالق کو بندہ مخلوق بتوں کو خاک برہن کا اعتبار آئے  
شراب سیکہ کب ہے نصیب زاہد میں حصول کیا جو بطن میں مادہ دار آئے  
جو ترک غیر کو میں نے کہا تو وہ بولے کہاں کے آپ بڑے ایسے دوست دار آئے  
گناہ نگاروں کا چورنگ کھیں ہی ان کو زودھر اُدھر گئے دوچار ہاتھ مار آئے  
جیلا ہوں یہ فلک سرد ہر کے ہاتھوں لگاؤ ہاتھ تو کا فور کو بخسار آئے  
کہاں فلاح کو اب چاہتا ہوں چرخ دنی درخیل پہ حاتم امیدوار آئے  
یہیں ہی ذکر کرے میری جوش و جشت کا جو آبلے کے دہن میں زبان خدا کے

جھار ہے ہیں شب غم میں اور بھی جگنو کہاں سے اڑے کہ جہنم کے ریشہ راکھے  
 ہونچوڑ کے جھروں وہ رہنمکش ہوں نظر جو شیشہ خالی دم خمار آئے  
 جنوں کی فکر اجانے کی امتیر تو کیا  
 یقین ہے تاج ہی کل موسم بہار آئے

کون بیماری میں آتا ہر عبادت کرنے غش بھی آیا تو مری روح کو بھٹ کرنے  
 جان دو بھر غم نرفت میں ہر دم کو لیکن کون جائے ملک الموت کی منت کرنے  
 اس کو سمجھا نے نہیں جا کے کسی دن ناسخ روز آتے میں بھی کو یہ نصیحت کرنے  
 تیرے ساتھ چلا دل تو کہا میں نے کہاں حشر ہوں کہ جہاں کو بھٹ کرنے

آگے میخانے میں تھے پیر خراب است امیر

اب چلے مسجد جامع کو امت کرنے

برقت بحر غم سے کشتی جان خیز نکلی کبھی ٹھکی کبھی اچھلی کہیں نہ بی کہیں نکلی  
 عجب انداز سے نکلتی ہوئی سکی تیغ کیں نکلی کہ دل سے مرجھا نکلا جگر سے آفریں نکلی  
 زمانہ ہو گیا موجود جس دم ہاں کہا تو نے ہوا نابود عالم جب ترے تھے نہیں نکلی  
 تعالیٰ میں کمی کی کب ہماری طبع عالی نے بنایا آسماں جب غم کی کوئی زمین نکلی  
 خدا کا شکر وہ بہت نزع کے دم دیکھئے آیا نظارے کی جو حسرت تھی وہ وقت پس نکلی  
 دکھایا لطف زلف بکریوں طرز افشاں نے شب یو میں کیا چاندنی اسے نہ جین نکلی  
 وہ کشتہ تھا جلیوں کا کہ میری خاک تبت پر کسی نے کوئی بویا تخم شاخ یا نہیں نکلی  
 وہ کیا پڑے سے نکلتے جیکے پیراں کو غیرت ہو ہوا چین بر چین دامن جو کچھ آستین نکلی  
 جو کجی ابریں چمکی بھی تیس حزیں سمجھا سب خیمہ سے باہر لیلیٰ محل نشیں نکلی  
 وہ تھا غم و دست ننگ جو گردوں جب پڑا کھڑے شکست بخشہ دل سے صدائے آفریں نکلی  
 ہوئی تھی راہ جو نکس تری نکس خرابی سے وہی توں تفرج بنکر سر چرخاں نکلی

سوال وصل اُس بُت سے کیا لیکن میں تالی بیٹکی ایک تھپڑ کی اگر تھ سے نہیں نکلی

تصور لیکن تھا دل میں آ مر اُس روئے زیبا کا  
پری نیکر ہمارے تھ سے آہ آتشیں نکلی

رند خراب تیرا وہ سے پئے ہوئے ہے  
کس شان سے وہ میکش آتا ہو میکدے میں  
آتا نہیں نظر کچھ گوسا منا ہے اُس کا  
ہو کوں بچہ گر سے زخمی کا تیرے سامی  
پیر مغال وہ کامل مرشد ہے بادہ خوار و  
حرم میں دختر کی اصرار ہے جو اتنا  
مدت سے جان جس پر زہاد دے ہوئے ہے  
قاضی سب و صراحی مفتی لے ہوئے ہے  
کیا بیچ میں تجر پر وہ کئے ہوئے ہے  
رشتہ کھنچا ہے سوزن تھ کوئے ہوئے ہے  
جیشہ بھی پیالہ اس کا پیے ہوئے ہے  
یہ بات کیا ہے رند و داعط ہے ہوئے ہے

رحم اب امیر پر بھی لازم ہے یار تھ کو

کب سے دھمکی دے تیرے پر دیئے ہوئے ہے

دل عاشق میں کیوں کر عکس دے دل با تھ ہے  
سفر تھ ہے تو قسمت بیچ دیر کا کی صورت  
جو چشم غور سے آئینہ توحید کو دکھا  
گیارہ قد تلک گھر سے خازنہ ڈاک پر اپنا  
صفیں آراستہ ہونے لگیں جب اہل محتر کی  
زبے حسرت نکالے ہم گئے جہان سے  
تضایہ سیلابے فانی کشتی ہے بے تلک  
زمین کوئے جہان بھی عجب محب تھ تھا  
امام سچ کے مانند ہم اُس بزم کثرت میں  
کمال عجز ہم کوئے آوا ورج رسا ہے ہر

جمال آفتاب آئینہ شبنم میں کیا تھ ہے  
قدم ہوا ایک اگر اپنا رال تو دوسرا تھ ہے  
توسیع کچھ تو ہی تھرا ہم کچھ اسخو دما تھ ہے  
عوزیا احباب پہلے راستہ میں جا جا تھ ہے  
جا کر ایک کڑی حسرتوں کی ہم جدا تھ ہے  
بہت ٹر ٹر کے دکھا دیر تک روبرو تھ ہے  
رکے روکے سے وہ کیوں تھرا ہے سے کیا تھ ہے  
جہاں تھ ہے ہمارے پاؤں کی نقش پا تھ ہے  
جو تھ ہے سب میں بلکہ بھی تو پھر سے جدا تھ ہے  
ہوئے بے بال و پر تو ہم گود دست دعا تھ ہے

# مرآة الغیب

رہے اس کی صورت ہاتھ ہم ہر شخص کے لیکن  
 غبار رنگ آرائش سے روشن دل میں ہیں  
 کئے جاتے ہیں ہر روز اس کی پاس خاطر سے  
 تپ تم سے امیر آخر کی صورت جلتے ہیں اعضا

جو ٹھہرے تن یہ تو خاکستری شاید قبا ٹھہرے  
 فنا کیسی بقا کیسی جب اسکے آٹنا ٹھہرے  
 نہ ٹھہر وصل کا شائبہ نقل ہی فیصلہ ٹھہرے  
 جفا دیکھو جنازے پر مرے آئے تو فرمایا  
 نہ خیر بھی منہ موڑا نہ قائل کی اطاعت سے  
 زخمی صحت حسین کی برائی بھی بھلائی رہی  
 یہ عالم بقراری کا جو جب آغاز الفت میں  
 حقیقت کھول دی آئینہ وحدت نے دو فتنی  
 دل مضطرب کہہ دو تھوڑے تھوڑے چمکے  
 شب صلت قرب آنے نہ پائے کوئی خلوت میں  
 اٹھ جاؤ سہارا دیو کیوں سر مردے پہ پڑتے ہو  
 نہ تو پاچارہ گر کے سامنے آدھریوں بھگاؤ  
 ابھی جی بھر کے وصل یاد کی لذت نہیں اٹھی  
 خیال یار آنکھ لمرے دل میں تو یوں بولا

امیر آیا جو دقت بد تو سب نے راہ لی اپنی

ہزاروں سیکڑوں میں درد غم دوا سنا ٹھہرے

سوز جگر سے شمع شبتاں نفل میں رہی داغوں کی زنجیری سے چراغاں نفل میں رہی

کیا خوف ہو جو دوزخ عصیان بطن میں ہو  
 عدم کشاکش جو ہوتی ہو سینے میں بار بار  
 کیا عورت زخم الفت خراگہاں میں دل جو شیر  
 تیرے قدم کے یمنی سے ہرزہ راہ کا  
 آئی بہار شہر میں کس جانیں خوشی  
 طاقت میرا زباں لریائی سے قرب ہم  
 دماغ کتاب دماغ ہے تو کیا ہوا  
 کس مخد سے جانوں داد و بخشہ سامنے  
 کافی ہیں دشمنی کو نیچے دار شاہی دل

شاعر میں اس زمانے کے دروازہ گرا تیر

نیک میں بھیک مانگے دیواں قبل میں ہو

گردباد اٹھ کے سر پہ وہ درگس کا ہو  
 جلوہ خورشید میں یہ پیش نظر کس کا ہو  
 تو داتا ہو جو کوئی چھل تو آتھی ہے صبا  
 اس طرف تو نہیں کرتا جو خورشید کبھی  
 تو ہی یاں رہے کو آیا ہے میں ادغا قل  
 برچھیاں تن پہ لگیں تیغ پرے تیرا میں  
 طالب غیر نہیں جلوہ مشوق پسند  
 دل کے سو گڑھے ہوں آجائے کلیجہ کو  
 اُس کے دامن پہ گرا اشک جو میرا تو کہا  
 دل کبھی منزل حق ہو کبھی بت کا مسکن

اے خون خاند بددشتی میں یہ گھر کس کا ہو  
 چاک داناں سحر رختہ درگس کا ہو  
 کیا خبر تجھ کو کہ یہ دل یہ جگر کس کا ہو  
 گرم کیا جائے بازار اودھر کس کا ہو  
 جو ہو دنیا میں مسافر ہو یہ گھر کس کا ہو  
 آرزو مند اجل ہوں مجھے ڈر کس کا ہو  
 غیر شیریں دل فریاد میں گھر کس کا ہو  
 ضبط سے آہ نہ نکلیے جگر کس کا ہو  
 داہ کیا شوخ ہے یہ نور نظر کس کا ہو  
 کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے یہ گھر کس کا ہو



تیرے گریاں کے اگر لاکھ ہیں اسے تو نہیں باغ فردوس میں یہ قصر گھر کس کا ہے  
عکس آئینہ صفت رہا جو منہ دیکھے کا خوب واقف ہوں میں دلیں ترے فکر کس کا ہے  
لاکھ لاکھ اس شہ خواباں کے ہیں احسان آئیر

عشق منزل تک اس طرح گزر کس کا ہے

دیر میں کون ہے کبھی میں گزر کس کا ہے یاد کا گھر یہ اگر ہے تو وہ گھر کس کا ہے  
تیر پر تیر لگاؤ نہیں ڈر کس کا ہے سینہ کس کا ہے سیری جان جگر کس کا ہے  
رہبری کو جو گیا دیدہ یعقوب سے نور کشور مسر کو کنعان سے سفر کس کا ہے  
تندرستوں نے قصدا کی ہوئے میرا صحیح پہل کیا جانے دنیا سے سفر کس کا ہے  
خوف میزان قیامت نہیں ٹھیک اسے دست تو اگر ہے میرے پنجے میں تو ڈر کس کا ہے  
جھانک کر میرے یہ خانے کو کہتا ہے یہ ماہ تیرہ انقضائے کشد یہ گھر کس کا ہے  
داسے کی خاک نشینی سے ہوئی کشد و فنا خاکساری کا نہیں تو میر کس کا ہے  
کوئی آتا ہے عدم سے تو کوئی جاتا ہے سخت دونوں میں خدا جانے سفر کس کا ہے  
چھپ رہا ہے نفس تن میں جو ہر طائر دل آنکھ کھیلے ہوئے شاہین نظر کس کا ہے  
کھلی کر منہ کو مری گور میں مانند عروس بولی جبرت کہ ذرا دیکھ یہ گھر کس کا ہے  
غلابہ شیعہ خدا دے گا نیا آدم کو باغ مملوک پیر غیر پسند کس کا ہے  
نام ہر شاعر نہ بھی شعر کا مغنوں ہو خوب پھل سے مطلب میں کیا کام شجر کس کا ہے  
لاش زیر شجر کو چہ محبوب گروے عمل نیاک نہ تھے تو یہ شر کس کا ہے  
صید کرنے سے جو ہے طائر دل کے متکرم اسے کا نہ اترے تیر میں بر کس کا ہے  
شوق ہوتا ہے عمارت کا تو مجھے عبرت کہتی ہے گور جھنکا کہ یہ گھر کس کا ہے

سیری جبرت کا شب وصل یہ باعث ہے آئیر

سر پہ زانوں ہوں کہ زانو پہ یہ سر کس کا ہے

## مرآة الیوب

جہاں میں ہم کوئی دم صورتِ حجاب ہے  
خود کی شرم سے اسپر بھی آب آب رہے  
خزاقِ نرگس میگوں میں ہم غلاب رہے  
تمام عمر یہ مست بے شراب رہے  
نہ جھ کو آئے نہ ان کو حساب بوسوں کا  
یہ لیں دین الہی علی الحساب رہے  
نصیب ہو کر نہ ہو جمع و بکھنا غافل  
خیال موت کا لازم ہر وقت خواب رہے  
بچنے حساب میں روزِ حساب الہی حساب  
حساب جن کو نہ آیا وہ بے حساب رہے  
دصال میں بھی نہ دیکھا بڑا بد عقلت کا  
ہمیں کو ہوش نہ آیا وہ بے نقاب رہے  
نہ زور سے کام نہ اسباب سے نہ دولت سے  
وہ اور میں جو حسیں کی بزم میں ہونچ لیلی  
جلائے دل کو تو اچھی طرح سے آتشِ عرم  
خدا کا نور چھپائے سے چھپ نہیں سکتا  
بھرا بیگاد لے نوش دیکھ کر خالی  
نظر سے دور ہی مینائے بے شراب رہے

قطرہ

خدا نے جھ کو سلیقہ عطا کیا جو بہت  
ہر ایک بات کا حاضر صنم جواب رہے  
عجب نہیں کوئی مسلم کہ جو دعویٰ عشق  
قسم کے واسطے اللہ کی کتاب رہے  
اتیر کیجئے توبہ کی فکر پیر می میں  
مزے شراب کے تا عالمِ شباب رہے

جہاں میں یو ہیں جو دور و زانقلاب ہے  
یقین ہو شیرہ کے گھر میں آفتاب رہے  
زاقِ یار میں ساقی شراب کا کیا ذکر  
پایا جو آب تو خجالت سے آب آب رہے  
دزیر کو سند شاہ کا ہے فرضِ اعزاز  
نبی کے ہاتھ میں اللہ کی کتاب رہے  
کرم کرے وہ تو انا جو ناتوا نوں پر  
تو نخلِ موم کے سایے میں آفتاب رہے  
شراب خانے کو جو قصد تیرے وحشی کا  
سب کے ہاتھ میں خشتِ خم شراب رہے

خدا نے مرتبہ عالی دیا ہے محسن کو  
بند ماہ سے کیونکہ نہ آفتاب رہے  
برہ خطا میں بھی چلے تو راستبازی سے  
دام زیر قدم جاوہ صواب رہے  
غش آئینکا تجھے دیکھا جو خضر کا جمال  
قریب ساغرے شیشہ و گلاب رہے  
یقین ہو تاب نہ لائے حرارت دل کی  
جو دو گھڑی میری بالیں پر آفتاب رہے  
قصور نفس لعین سے خدا رہا ناراض  
گناہ غیر پر ہم مورد عتاب رہے  
لانہ محفل جہان میں ہم کو اون نشست  
برنگ شمع خجالت سے آب آب رہے  
مبارک البق ایام ترک گردوں کو  
اُسی کی ران کے نیچے بدر کا رہے  
خیال رخ یہ بندھا ہوا کشت گیسو میں  
کہ غیب کو دن کی طرح رو بہ آفتاب رہے

خطاب ہے لب ساغر کا منصب سے امیر

پھر سے جو پیر خرابات سے خراب رہے

بڑھے کیا ربط یار دلتاں سے  
نیار دز ایک دل لائیں کہاں سے  
گولے خاک سے اٹھتے ہیں اجناک  
نہ مر کر بھی دے ہم آسماں سے  
میں سب یو فابیں حضرت دل  
و فادار آپ لائیں گے کہاں سے  
ادھر دیکھو حیا کبھی شب وصل  
اشعار بھی یہ پردہ درمیاں سے  
خزاں کے آتے ہی گلچین و صیاد  
پٹ کر خوب روئے باغیاں سے  
جواب یہ بوسہ لب سے جو انکار  
کہا تھا وصل کو پھر کس زباں سے  
مکلتا ہر مراد مژدہ نہ جساؤ  
خدا حافظ سدھار و تمہاں سے  
خیال قاسم محبوب آیا  
میں جی اٹھا قیامت کے بیاں سے  
کہاں دیر و حرم میں عشق مشرب  
یہ لوگ آزاد ہیں قید نکلاں سے  
خط قسمت مٹے جیتاں نہ ایدل  
جہیں اٹھے نہ اُس کے اتاں سے  
امیر اس کو نہ درد دل سنایا  
نہ نکلا کام کچھ دل کا زباں سے

ایک دن باد کرے گا غم دلدار مجھے  
عیش بے رخ کہاں غم کدہ عالم میں  
نظر آتی ہے خوشی خندہ ہمارے  
تو جو ہوتی تو نہ کرتے یہ گفتار مجھے  
خوف سے ٹھیکہ لگی دیکھ کے دیوار مجھے  
دل گیا گوشہ خلوت سہرا بازار مجھے  
آگیا یاد سب کو چہ دلدار مجھے  
منہ پہ چڑھنے تو ذرا دے دے تلوار مجھے  
خواہش وصل تجھے حسرت دیدار مجھے  
ایسے فتحے نظر آئے ہیں کئی بار مجھے  
دوش پر لیے چلے میں مرے غمخوار مجھے  
مشتی دے کر گیا سہرا بازار مجھے  
جو ہر تینے مرے دام میں وہ ٹائروں  
گھر سے نکلا تو وہ تھا ساتھ جنازے کے امیر  
رک رہا جان کے دارقہ رفتار مجھے

خلعت روز ازل بے سرد سامانی ہو  
کون کہتا ہو اُسے برق چمکتی جو برق  
زلف بڑھ کر نہیں آتی جو قدم ناک تیرے  
جو نظارہ قائل ہوں میں ایسا دم فوج  
ہاتھ میں نامہ اعمال کی جوار و جزا  
صدوت آئینہ کیا نیک و بد دہر سے کلام  
مرگ کے بوند بھی ہرگز نہ بدن سے اترا  
لطف ساقی سے حکومت ہر زمانے کی نصیب

## مرآة الغیب

ذبح کے بعد تجھے دیکھ رہا ہے قافل  
 معنی مطلع ابرو تو بتا دیں مجھ کو  
 دیکھ کر تفس قدم کو ترے کہتا ہوں ظلم  
 بارہو پر آئے تو بے موت میں بھرت خضر  
 کم نہیں آئینہ خانے سے یہ بزم جہاں  
 جلوہ شاہد رحمت ہے گناہوں سے اتیر  
 درۃ التاج کرم اشک پشیمانی ہے

صحت ہوئی مرض سے مگناتواں رہے  
 پامال سرکشوں کے رہے ہم جہاں رہے  
 خیر کو رکھ کے زخم میں اُس ترک نہ کیا  
 ممکن نہیں کہ دلیں چھپے عشق زلف یار  
 کبھی بھی چند روز رہا ہے صنم کدہ  
 ساحر حشر ان کو ناز مبارک مجھے نیاز  
 یار چھپیں نہ زلف سے ہم عاشقوں کے دل  
 دونوں جہاں کی فکر سے فدا نہیں پرست  
 دور و نزدیک کی بھی کائناتیں چل کے سیر  
 دلیں سوا خدا کے نہیں جائے غیر خوف  
 چشم کھیل یار نے دم بند کر دیا  
 مانند مردانک اسے آنکھوں میں دیں جگہ  
 میں جوں جوں تجھ کو تفسی سے کلام کیا

پر مہر کون توڑے ہم اتنے کہاں رہے  
 دب کر زمین کی طرح تہ آسمان رہے  
 ایسے دہن میں چاہیے اپنی زبان رہے  
 آئینے میں جو بال پسے کیا نہاں رہے  
 چند خدا کے گھر میں بھی جیت مہماں رہے  
 مانند عشق حسن بھی یار بجاواں رہے  
 آباد مومنوں سے یہ بند دستان رہے  
 ہوشم کی خیر رخ کی سلامت دکاں رہے  
 زاہد خدا کے گھر میں بہت مہماں رہے  
 خلوت کی واسطے بھی تو کوئی مکاں رہے  
 سرے کی گرد میں مرے نالے نہاں رہے  
 انساں جو آپ اپنی نظیر سے نہاں رہے  
 گھر کی زمین گھر کا مرے آسماں رہے

# مرآة الغیب

اخفا طیب سے جو تپ عشق کا ضرور  
نہض استخوان میں شمع کی صورت نہاں ہے  
لازم ہو فکر دوست مناسب ہو ذکر دوست  
جینا تک بدن میں جان و بدن میں نہاں ہے  
ہستی مری مثانہ سکی نیستی امیر  
وہ ذکر غیر ہوں کہ جو دور و نہاں ہے

پوشیدہ خط ہے جو ہر حسینِ تباں ہے  
اپنے دھوئیں میں آپ یہ شعلے ہمارے  
مجھ میں رہے وہ پر میں نہ بچھا کہاں رہے  
قاب میں رہے روح کی صورت نہاں رہے  
ہم غافلانِ دیگر کو اتنا ہوا نہ ہوش  
تھا کون میراں کہاں یہاں رہے  
جو حسن میں بھی معنی روشن کا خاصہ  
دل میں عیاں رہے و نظر سے نہاں رہے  
دیو حرم میں سجدہ در دست پر کیا  
تھے آستانِ یار پر حاضر نہاں رہے  
انساں کو چاہیے کہ دل نہیں جگہ کرے  
بوہو کے اُس چین کے گلو تیں نہاں رہے  
غربت میں موت آئی کہ تربت بھی خام ہو  
کچھ بے کسی کا لہجہ فنا بھی نشان رہے  
کہتا جو وہ صنم کہ میں ہم تمہارے گھر  
لیکن یہ شرط جو کہ خدا دریاں ہے  
آئی ندائے غیب گرا جب میں بیقرار  
مشکل جواب زمین تہ آسماں رہے  
تکلیف دے خضاب کی ممکنہ اے ہوں  
کچھ روزوں پر بھی ہی برکنِ جواں رہے  
کیسی تر وپ ادب سے نہ کی گھسانے  
کتے ورسد ہو خوش دم استخوان رہے  
شبتم ہمیں خدا نے بنایا جو تجھ کو ہر  
تیرا ہوا تھو تو پھر ہم کہاں رہے  
راضی ہیں ہم کو پھیر کے خد زنج کیجئے  
باقی نہ کوئی حوصلہ استخوان رہے  
لاؤں مہلا کہاں سے دل بے لال میں  
اے دوست غلکہ تو یہ جو غم کہاں رہے  
اے آہ کہ مدد یہ کہاں تاک مخالفت  
یا ہم رہیں زمین پر یا آسماں رہے

ہو تا دصال ذرہ و خورشید کیا امیر

چار آسمان آٹھ پہر در میاں رہے

یارب حیات سے شہرہ حسن تباں رہے  
لازم ہو اسکے رخ پہ غود خط سیاہ  
حاکم کا داستانیں اتناک ہر تذکرہ  
نیرنگ آن کی شان تجلی کی دکھئے  
زیر زمین بھی آہ کی عادت ضرور رہے  
گلشن میں تجھے جو یہ تقاضا مضطرب  
مجھ سا نشانہ ڈھونڈھتی ہو بہر تیر یار  
یوں بیٹھے بیٹھے زلیست کدن ہو گئے تمام  
آیا کبھی جہانہ سگ یار اس طرف  
اب دیکھیں کیا دکھائے نشیب فراندہر  
بیکاری زمانہ سے بیکار کب ہوئے  
بیرا ہو پار عشق مژدہ میں کٹے جو عمر

صیادِ ادھر خلافِ ادھر باغباں امیر

ہم بار خاطر قفسِ دلِ شیداں رہے

لطف تب ہو کہ ادھر ہاتھ میں تول آئے  
طالبِ گم بھی ہیں منتظر یار بھی ہیں  
سخت جانوں پہ لگا ضرب سمجھ کر قاتل  
آنکھ جلی کہ تری تیغِ دودم پر پڑ جائے  
ہجر جاناں میں کہاں صورتِ ابرام نصیب  
ہو محبت میں نہ تلخی کے سوا کچھ حاصل  
جوشِ وحشت میں کوں کیوں نہ میں کو گریز

ہر قدم پر ہوں دل اہل تماشا پامال  
وخت گریہ کسی گیسوئے مسلسل کی یاد  
ہوں وہ بیمار کہ نفرت جو دوا سے بھگلو  
ہیں وہ نادان جنہیں دور دور کے جھپٹے پروناز  
دود کو دلیا پر سوز جو ہم غریب کریں  
ہوں وہ صحتی جو کروں وشت کو شہ کی کو  
جو تھیں خوشگئی نہیں نہ ہیں کانٹوں کی  
لوٹ کر دل نے دکھائے اثر نادر آہ  
کریک طائوس کو تیری سی جھلک بل آئے  
موج اشک آنکھ سے کیونکر نہ نسل آئے  
دور دسریہ جو مرے سامنے صندل آئے  
دیر کتنی ہو احل آج نہیں کل آئے  
چشم بہانہاں کو پسند اور نہ کاہل آئے  
ہر قدم غول دکھائے جھپٹے مشل آئے  
پانوں چھائے کیلئے ہاتھ میں چھائی آئے  
ہیں بھبہ شام شکستہ میں بھل آئے

عشق زلف یہ یاد نے مارا ہے اسیر  
سایہ کرنے کو نہ کیوں گوریہ بادل آئے

درد عارض ہو دوا کو تو مجھے کل آئے  
دو قدم تم جو چلو خلق میں بل آئے  
بلکے صفت آج اگر صفت سے نکالوں آواز  
دہ رے شوق شہادت جو قیامت آئے  
کفر کیسے میں نہ پھیلاؤ ڈاکہ آنکھیں  
نا تو انی کا یہ عالم ہے کہ نالہ کیسا  
وہ میست ہوں سہمی کہ اگر بیل میں  
توبہ کرنی تھی کہ بوجھ از ملامت کی ہوتی  
رہے اور ڈھونڈ دو پڑ مجھے کھٹکایہ ہو  
پھول دکھلائی دینے مجھ کو جنوں بیگاتے  
چھینک دکاٹ کے بڑ نخل تنہا کی اسیر  
پانوں گھس جہاں میں جو سرکائے صندل آئے  
سیر ہو حشر کا دن وقت سے اول آئے  
جلد آئے جو مرے کان تلک کل آئے  
لوگ حشر کو گئے ہم سوئے مقتل آئے  
دیکھ عارض پکھیں بہ کے نہ کاہل آئے  
سر کے سو ٹکڑے ہوں تیوریہ اگر لی آئے  
دلو ڈھونڈھوں تو مرے ہاتھ میں توکل آئے  
خوب ہی مجھ پر رہتے ہوئے بادل آئے  
نیکہ گونگٹ کہیں پھر نہ آئیں آئے  
بارغ بن بن کے مرے سامنے جھلک آئے  
پھول بخت میں آئے نہ کبھی بھل آئے



فخص غزل جناب فرہوس مکان لب یوسف علی خان بہادر  
متخلص بہ ناظم دلی مصطفیٰ آبادی لہ پور

کیا کیجے وہ کہتے ہیں ہر بات پر غلط  
یہ درد دل درد غم یہ زخم جگر غلط  
انہار غم کیا تو کہا سہر غلط  
میں نے کہا کہ دعویٰ الفت غلط  
کچھ نگے کہ ہاں غلط اور کس قدر غلط

طوفان جوش گرے بے اختیار جھوٹ  
نغمہ کندہ جذب دل بیقرار جھوٹ  
ہستی و فانی جگر داغ و تار جھوٹ  
تا شیر آہ و زاری شہنائے تار جھوٹ  
آوازہ قبول دعائے سحر غلط

ہر روز ایک تازہ دکھائے میں اجا  
جب آزمائے تو نہ یہ بچ نہ وہ بجا  
ہر وقت چھوڑتے ہیں شگونہ کوئی نیا  
سوز جگر سے ہونٹ پہ تخیال افترا  
شور و خفاں سے جیش دیوار در غلط

ہاں دلتان شکوہ بخت زباں دروغ  
ہاں فرط غم سے جوشش بلب خون دروغ  
ہاں دیکھے بیچ و تاب سے سو بڑوں دروغ  
ہاں سینے سے نائش داغ درون دروغ  
ہاں آنکھ سے تراش خون جگر غلط

ہیں سب بناوٹیں ہیں فقرے نہ دیکھے  
دور آئے نہ ہاتھ کو بوسے نہ کیجے  
ساقی صبح ہو تو صبح ہی نہ کیجے  
آجائے کوئی دم میں تو کیا کچھ نہ کیجے  
عشق مجاز و چشم حقیقت جگر غلط

تغیر پار کے لئے یہ سب فریب میں  
سمجھا میں پیار کے لئے یہ سب فریب میں  
صاحب شکار کے لئے یہ سب فریب میں  
بوس و کنار کے لئے یہ سب فریب میں

# مرآة الغیب

انہار پاک بازی و ذوق نظر غلط

صیولا سمجھ کے ہلکے جھٹاتے ہیں گرمیاں کرتے ہیں ہر جہ کبھی ہوتے ہیں ہر باں  
ہم پر سرزمین میں وہ بالائے آسمان لو صاحب آفتاب کہاں اور ہم کہاں  
اجتن نہیں ہم اُسکو نہ سمجھیں اگر غلط

صاحب کہو وہ بات کہ ہو کچھ تو دل نشیں جکا نہ سر نہ پاؤں ہوا سکا ہو کیا یقین  
اس جھوٹ کی جو بندہ نواز اتہا کہیں سینے میں اپنے جاتے ہو تم کہ دل ہمیں  
ہم کو سمجھتے ہو کہ ہے انکی کمر غلط

شیطان بھی تمہارے خیروں کے مات ہو تم نہ خود کہو تو میں سمجھوں کہ رات ہو  
انہار ذوقِ قتل کی ساری یکھات ہو کوٹنا ادا کویتہ خوشامد کی بات ہو  
سینے کو اپنے اس کے سمجھنا سپر غلط

تم لا کھ تمہیں کھاؤ نمانوں گامیں کبھی کیا جان اپنے ہاتھ سے کھوتا ہو دل گی  
ناداں بنا رہے ہیں ہمیں آپ اہ جی شہی میں کیا دھری گئی کہ چپکے سے کوئی ہی  
جان عزیز بیکش نامہ بر غلط

عیار یوں سے بھی کوئی ہوتا ہے یکینام صاحب ہی جو مکر تو بندے کا جو سلام  
یہ کون بک رہا ہو اگر ہم ہوئے تمام پوچھو تو کوئی مرے بھی کہتا ہو کچھ کلام  
کہتے ہو جان دی جو سرہ گذر غلط

مطلب یہ ہو کہ لوگ کہیں لودہ مر گیا بیڑے میں عاشقوں کے عجیب کام کر گیا  
سرپیش آشنا کہ وہ جی سے گذر گیا ہم پوچھتے پھر یہ کہ جنازہ کدھر گیا  
مرنے کی اپنی روز اڑائی خبر غلط

اس شاعری پہ آپ کو اتنا زانتا ہے فقرہ میں ہم نہ آئینگے گو خاک چھانے  
کیا فخر ہو کہ جھوٹ کو بھی سچ ہی جانتے آیت نہیں حدیث نہیں جسکو مانے  
۴۴

## مرآة الغیب

ہر نظم و نثر اہل سخن سرسبز غلط  
اس بی وفا کو عشق جتانے سے کیا ملا  
الزام اٹھائے بیٹھے بھٹائے ہزار ہا  
کہتا نہ تھا امیر کہ اظہار ہے بُرا  
یہ کچھ سنا جواب میں ناظم ستم کیا  
کیوں یہ کہا کہ دھبے الفت مگر غلط

## رباعی

گھر کھڈنے کی پوچھو نہ مصیبت ہے  
دو تہی ہر پٹ پٹ کے حسرت ہے  
یا ہم جاتے تھے گھر سے رخصت ہو کر  
یا گھر ہوتا ہے آج رخصت ہم سے

## رباعی

ہر گھر میں شرابی ہے الہی توبہ  
ہر در پر کبابی ہے الہی توبہ  
مسجد سامقام اور ورساغر  
کیا خزانہ خرابی ہے الہی توبہ

## رباعی

زائد ہو کر جو شغل سے چھوڑ دیا  
اللہ رے فسادِ خونِ بدن پھوڑ دیا  
خریاد ہے تجھ شکستہ دل کی یارب  
توبہ کی درستی نے تجھے توڑ دیا

## رباعی

اور دن کو تو دنیا میں قصائے مارا  
دی زلیت خدانے پھر خدا نے مارا  
پر صورت مرگ و زلیت اپنی ہو جدا  
اُس لب نے جلایا تھا ادا نے مارا

## رباعی

کمرے میں تو شب وہ ماہِ سیماء آیا  
اس پر بھی مجھے ہاتھ نہ تنہا آیا  
چلین جو اٹھی ہوئی تھی آئی تھی ہوا  
چھوڑا دیے پردے تو پسینا آیا

## رباعی

زیبا ہر جودم بھرتے ہیں مردم اسکا  
قتال زمانہ ہے سکھ اس کا

مرآۃ الغیب

کیا تیغِ دودم ہے اُسکی تو کیا وہ لب کیا نیچہ ہے نیم تبسم اُس کا

رباعی

مشکل سے تجھے اوگلی رعنا پایا کوئین میں پھر کترا کو چا پایا  
دنیا عینے سے عاشقی حاصل کی صفرا کبراسے یہ نتیجہ پایا

رباعی

آنکھوں سے جو رنگ مے پرستی پیدا ہنگوں سے ہوشان پیشیں دہی پیدا  
پکچو حاجت مے نہیں کہ نہ آپت آپ آن تیلیوں سے سیاہ مستی پیدا

رباعی

سنتا ہوں ہوا جلوہ نعا عید کا چاند ہے اُسکی جدائی تو کجا عید کا چاند  
وہ ابر دے پر خم نظر آئے جو مجھے البتہ یہ سمجھوں کہ ہوا عید کا چاند

رباعی

عاشق کو کہاں تکیب شید اہو کہ دل زندہ جاوید ہے مژدہ ہر  
پیوند زیں کرے جو ٹھوگر دوس گردا سکے پھرے خاک گولا ہوگر

رباعی

ایسا ہوں میں بادفا کہ اوکشتہ ناز ہڈی سے بنے شانہ پس سوز و گداز  
دہ شانہ یقیں ہو ہم تن ہو کے زیا دے روز دعا کہ عمر گیسو ہو دراز

رباعی

آرام کہاں دشت میں ہم تپتے ہیں جھپٹتے ہیں ٹھہرتے ہیں نہ دم لیتے ہیں  
دشت ایسی رسیدگی ہو ایسی آنکھوں سے ہرن آکے قدم لیتے ہیں

رباعی

دنیا سے عدم کی سمت جاتے جاتے جگمگے ہوئے کیا کام بناتے جاتے

مرآۃ الغیب

آنا جانا تھا اپنا منہ نفس تاخیر ذرا ہوئی نہ آتے جاتے

رباعی  
کیا لطف اگر سارا زمانہ دیکھے دیکھے تو نگاہ چشم دانا دیکھے  
گر گلشن الفت میں گزرتاں نسیم آنا دیکھے نہ کوئی جانا دیکھے

رباعی  
کچھ تو ہمیں گلشن سے جی ہاتھ لگے کھل جائے کنول در کا کلی ہاتھ لگے  
عارض نہ دکھاؤ اک نظر دیکھ تو لو گر چھول نہیں تو پیکھری ہاتھ لگے

رباعی  
خط یار نے کیا نام خدا لکھا ہے القاب جدا شوق جدا لکھا ہے  
بھائے یقیں جو مرض غم سے بجات نامہ نہیں تو یہ شفا لکھا ہے

رباعی  
مٹ جاؤنگا غم میں جان کھوتے کھوتے اس بزم سے ہو گا کو چھوٹے ہوتے  
جو شمع نصفت اگر یہی سوزش دل کھل جائیگا تن تمام رستے رستے ہوتے

رباعی  
پہنچے جو ترے در پہ وہ قمار ہوئے رکھا جو قدم پہ پر سفر ہوئے  
یہ کعبہ کہاں اور کہاں ہم مجرم سامان یہ قسمت سے خدا ساز ہوئے

رباعی  
ہم کو تو پسند ہے طبیعت ایسی نکلے الفت کرے عداوت ایسی  
کبخت نے کیا کہا جو منصف یہ کہیں شاعر کو کہاں نصیب قسمت ایسی

رباعی  
گھر سے وہ برآمد کبھی در تک نہ ہوئے تحفے کئے منظور نظر تک نہ ہوئے

مرآة الغیب

نامہ نہ پڑھا جواب نامہ کیسا قاصد کی خبر سنی خبر تک نہ ہوئے

رباعی

آئی ہے شب ہجر لانے کے لئے میں ایک نہیں سب کے مٹانے کے لئے  
اشکوں میں مرے ڈوب رہا ہے عالم آنکھیں مری روتی ہیں زمانے کے لئے

رباعی

کیا تیری جدائی میں تم دیکھتے ہیں دیکھ نہ دشمن بھی جو ہم دیکھتے ہیں  
اس ظلم اس جور پہ خاموش رہے ایسا تو جہاں میں کوئی کم دیکھتے ہیں

رباعی

خوابان طرب ہے جسے ادراک نہیں آرام یہ گنبدِ اطلال نہیں  
بیانہ گردوں میں کہاں بادۂ عیش جز دردِ تہ جام یہاں خاک نہیں

رباعی

غائب بہت اے جان جہاں رہتے ہو مانند نظر ہم سے نہاں رہتے ہو  
ہر چند کہ آنکھوں میں ہو تم دلیلیں ہو تم معلوم نہیں پر کہ کہاں رہتے ہو

رباعی

ٹھنڈے یاروں سے گر خوشی کیسی گندم دکھلا کے جو فردوسی کیسی  
پھر جائیگی آنکھیں جو پھری ہم سے نظر صدۂ آنکھوں کا چشم پوشی کیسی

رباعی

اے جان جہاں یہ بیوفائی ہم سے اغیار سے اخلاص رکھائی ہم سے  
بیگانہ روش بیٹھے ہو اس طرح الگ گویا نہ کبھی تھی آشنائی ہم سے

رباعی

ظاہر میں جو آزدہ تمہیں پاتا ہوں کچھ دل میں نہیں دگو یہ سمجھتا ہوں

مرآة الغیب

ہوتا ہے کبھی اگلی محبت کا اثر  
سچ کہہ دو کبھی میں تمہیں یاد آتا ہوں

رباعی

کہتے ہو کہ دل کوئی اٹھائے ہم سے  
تم نے تو نئے رنگ نکالے ہم سے  
پچھتاؤ گے آخر کو کہے دیتے ہیں ہم  
دنیا میں کہاں چاہئے والے ہم سے

رباعی

بالفرض حیات جادو دانی تم ہو  
بالفرض کہ آب زندگانی تم ہو  
ہم سے نہ ملو تو خاک سمجھیں تم کو  
لیں نام نہ پیاس کا جو پانی تم ہو

قطعہ ہینت عقد دختر دلیر لعل شرف الدولہ بہادر مرخ تار مخ

نواب باہم شرف الدولہ دمختم  
تشبیہ نقش پائے مبارک سے دوں اگر  
فیض قدم سے راہ میں گوہر بنے خد  
ردنی تھی بادشاہی اختر نگہ کی اہ  
اچھوں کے اچھے ہوتے ہیں سچ جہانیں  
ہیں رنگ دہوئے باغ شرف دختر دلیر  
دونوں کی شادیاں ہوئیں لیاں کپانی ربا  
عالم تمام خوان غایت سے بہرہ یاب  
لیکن رہا سرور سے ہمدوش رات بھر  
دل سے تمام شب رہیں باتیں سرور کی  
داں دھو عقد کی ہوئی یاں فکر سلاک نظم  
پایا جو اس چراغ سے اس شمع نے فروغ  
جنگی بہادری پہ جو شمشیر تاک گواہ  
سھینکے فلک پہ ہر فلک غر سے کلاہ  
زرے ہوں آفتاب پڑے جب طرف نگاہ  
جنگ کہ آسمان دوزارت کے تھے دواہ  
یہ آسمان جاہ تو ادا لاد ہر دماہ  
دونوں دریگاہ نہ دریائے عز و جاہ  
گلشن کا رنگ سخن سے محفل پر اشتباہ  
مردم ایک فیض حضور سے خیر خواہ  
مشہور جو جہانیں کہ دل سے جو دل کو راہ  
اشعار کچھ زبان پر آئے دم پگاہ  
دی عیش نے صدا کہ مبارک کرے الہ  
اس شمع سے چراغ کی روشن ہوئی نگاہ

مرآۃ الغیب

گل کو قریب زگس شہنا کے لئے گئے زگس کو لائی گل کے قریب باد صبح گاہ  
تاریخ خاندہ د زبان نے لکھی امیر  
یہ نہ قریب نہ ہرہ وہ نہ ہرہ قریب ماہ  
۱۲۰۰ھ

ایضاً

اے خوشنواں و الامرتبت جن کے رخ سے تعقیب ہر بار چاند  
ان کے دشت و طفل دونوں اچھند ایک سواری ایک بے شمار چاند  
عقدہ دونوں کے ہوئے دل نے کہا  
آئے ہیں گھر میں شرف کے چار چاند

قطعہ تاریخ طبع صحیفہ اخبار

مخزن الاخبار کو پایا جو الامال حسن  
لوح پیشانی سے صفحہ ہو گیا عش آستان  
دانت شرم اگر گل آئے صدف کے حرم  
کیا صفا ہو جتنے نقطے تھے وہ موتی بن گئے  
خود مت اڑ کے جا بیٹھا اہمال فکر پر  
بندش صاف آئینہ ہے خود نمائی کے لئے  
لوٹے کو درخشاں کو بہانہ مل گیا  
مشتری کو بہر سجدہ آستانہ مل گیا  
موت کو زلف پریشانی کا نشانہ مل گیا  
ہنس کو مقسوم کا ایک ایک آنہ مل گیا  
مرغ زرین قلم کو آتش سیانہ مل گیا  
شاد مضمون کو شوخی کا بہانہ مل گیا

سال سے ہوا صبح خم مشتری روشن امیر  
جس کو پر چرل گیا سمجھا خزانہ مل گیا  
۱۲۰۳ھ

ایضاً

مولوی ہادی علی والا گھر عالی نژاد ۳۴ھ ہے سرشت پاک آب کوثر و تسنیم سے



# مرآة الغیب

موجد انداز تحریر عظیم کھنڈو اور وصف آنے میں باہر طبع و قلم سے  
نظم ایک غنچہ ہے اُن کی بوستان طبع کا نثر ایک گل ہی بہار و وضع تعلیم سے  
دب ہوئے ہیں غزلان اخباریں گوشاں ہوئے غفلت انداز اس پرچہ کی تعلیم سے  
بچے سے ہو تارخ کا سائن اگر کوئی اتیر  
کہ بھرا جو ایک پرچہ غنچہ ہفت اقلیم سے

## ایشا

نثر تارخ نوید دم چہ برائے حزن گفت در گوش و لم باقی از غیب سخن  
چار برگیر یہ تعدا و حرف از حزن نصف کیا سیر از دہ بازش تم سخن

قطبہ تارخ و ذرات اور جناب نشی کرم احمد صاحب خیر آبادی

جو اُم نشی دیوان اکرم کرم احمد کہ مقبول خدا آباد  
سفر اندر صفحہ فرود زین دہر بچشم حور خاکش تو تیا باد  
جہاں از ر حلقش دیاں شد خلد یہ سخن مقدم ادشت آباد

امیر این مصرع تارخ بنوشت

بزرگ دامن خیر النساء آباد

۱۲۷۳ھ

قطبہ تارخ طبع دیوان جناب معالی القاب نواب محمد یوسف علیخان بہار  
والی مصطفی آباد عرف رام پور

مبارک ہواے شاعران سخنداں چھپا خسرو ملک معنی کا دیواں  
فصاحت بلاغت نزاکت لطافت سنانی یہ صدقے مضامین یہ قرباں  
امیر اسکی تارخ کہنے کے خاطر ہوا فکر میں جب کہ سرور گریباں

۱۲۷۳ھ

مرآة الغیب  
ندا غیب سے اُس کے کانوں میں آئی  
کہ افکار نواب یوسف علی خاں

قطعہ تاریخ سنوی مرزا حام علی بیگ صاحب ہر حرب فرما لیں جناب  
میر محسن علی صاحب لکھنوی  
لکھی جناب ہرنے کیا خوب سنوی انیسی نہ ہو ہمیشہ اگر خاک چھانے  
تاریخ میں ایسے تکلف ہے کیا ضرور راز و نیاز عاشق و معشوق جانے

قطعہ تاریخ وفات جناب شیخ وحید الزماں صاحب  
اتوار کی شب رجب کی سترھویں جو کی شیخ وحید عصر نے آج قضا  
تاریخ کی فکر کی جو میں نے تو ایسے رضواں نے کہا کہ داخل خلد ہوا  
۱۲۸۱ھ

قطعہ تاریخ تہنیت سواری حضور پر نور جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر  
دام اقبالہ

شکر ہے نواب کو صحت ہوئی پھر مرے خاں نے دکھلائی بہار  
دیکھ کر اس کی سواری کا تزک چشم ز گس بن کے شرمائی بہار  
آمد آمد جب سواری کی ہوئی دھوم اڑی آئی بہار آئی بہار  
رنگ یہ اُس کی سواری کا جما ابر رحمت کی طرح چھائی بہار  
کرتی ہو باد بہار کی حضور ہر قدم پر چہ فرسائی بہار  
اشرفی کے پھول اپنی جیب میں بھر کے نیلے لائی بہار  
یہ بدیہہ ہو گئی تاریخ ایسے شہر کیوں گلشن نہ ہو آئی بہار  
۳۴۲

تہنیتِ جشنِ صحتِ بندگان والا مقام جناب محمد یوسف علیخان بہادر

## بادائے تہنیتِ عیدِ صیام

مژدہ اے طالبانِ شاہدِ عیش  
عید کا چاند چرخ پر نکلا نہ  
دور دور قرآنِ سدا آیا  
یوسف عہد کو ہوئی جو شفا  
دون ہرنگ کی اُسے کہتے  
عید سی عید جو خوشی می خوشی  
اصل مقصودِ جشنِ صحت ہو  
دھوم ہے ہر طرف مبارک ہو  
ہم تن چشمِ دگوش ہے عالم  
دیکھ کر بخشش و نوالِ حضور  
جوڑے زہرہ دشمنوں نے وہ پائے  
فکرِ تاریخ کی جو میں نے امیر  
کہ ہوئی صبح عید شام امید  
مل بخشی قفلِ آرزو کی کلید  
ہیں ہم آغوشِ شتری ناہید  
مرتبے میں ہوئی دو بالا عید  
جشنِ صحت اُدھر اُدھر جو عید  
ہے عجب ساعت سعید و حمید  
عید ماہِ صیام ہے تہنیت  
اصل میں وصل اور دید میں دید  
کہ یہ عالم نہ دید ہے نہ شہید  
چرخ پر کاسہ بن گیا خورشید  
اگلے چرخ جن کے آگے مرید  
کیا ہی روح القدس نے کی تائید

ہوئی تاریخِ جشنِ د عید ہم  
جشن میں جشن اور عید میں عید

## قطعہ تاریخِ جشنِ صحت

شرفِ داں ہر کوہِ یاعروجِ ہندوستان  
عجب صحبتِ عجب جلسہ عجب شادی کی عادت ہو

مرآة الیغیب

کے سال ہمایوں ہاتھ آتا ہی امیر الیا جینا عید کا نور و زکاد ن روز صحت ہو

قطعہ تاریخ ذفات فردوس مکان جناب نواب محمد یوسف علیخان بہادر  
انار اللہ یرہانہ

در فراق ناظم بحر بیان یوسف لقا  
تاب نہ دل رفت دول از دست دوتا گرفت  
جوش ز دیلا بخت از دیدہ گریان من  
رفتن او جملہ بر ہم زد سر و سامان من  
تیرہ شہر چوں شام با تم در نظر اس نکالان  
شکر محنت ہائی از ایمان خود دانستہ ام  
بسیک از شور و فغانم بخشتری بریاشتہ است  
گر یہ ام در نامش رنگ خرا دانی گرفت  
جوش ز دیلا بخت از دیدہ گریان من  
رفتن او جملہ بر ہم زد سر و سامان من  
جاک شد مانند ایمان سحر دامن من  
ذکر او تا بودہ ام دوست جز جان من  
میشود شیر قیامت ہر نفس قربان من  
می چکد طوفان نوح از گوشہ دلمان من

بہر سال آن عزیز مصر دہا گفت امیر  
مسند اراٹے جہاں شد یوسف دوران من  
۱۲۸۱ھ

قطعہ تاریخ تہنیت جلوس سیمت مانوس جناب مطلی القاب نواب  
محمد کلب علیخان بہادر والی ملک مصطفی آباد عرف ام لور

آفتاب سپہر حشمت نے  
فرط بالیدگی سے وقت جلوس  
عیشیوں نے کہا مبارک ہو  
سایہ اُس سایہ الہی کا  
تخت دولت پہ ماہ دولت نے  
ہر کار رنگ ہو گیا پھیکا  
تخت پر جب جلوس فرمایا  
پایہ عیشی تخت نے پایا  
فرشیوں کے سروں پہ یہ سایا  
ابر رحمت کی طرح سے چھایا  
ہر ہو کر جلوس فرمایا  
ماہ کامل فلک پہ شرمایا

۳۳۳

## مرآة الغیب

نذر کو آسمان در انجم نور سے طور ہو گئی کوٹھی  
طبق ماہتاب میں لایا پر تو حسن نے یہ چمکایا  
کیوں نہ خوش ہوں مجھری مشرب عہد خلق محمدی آیا  
اس سلیمان نے خلق سے اپنے خاتم دل پہ نقش بٹھلایا  
جی اٹھا جس سے چار باتیں کہیں رنگ اعمار تازہ دکھلایا  
چھک گئے کئی کئی بزم سوال جام جو دو کرم جو چھلکایا  
نئے سر سے جوان ہوا اقبال نخل دولت مراد پر آیا  
ہے یہ سر تاج تاجداروں کا اس پر اللہ کار ہے سایا

واقعی ہے امیر کمال جلوس

دور دور فلاح خلق آیا

۱۲۸۱ھ

ایضاً

خلق کی تقدیر جمی وہ ہوئے سندش نور فیض کبریائی سے جو امال ہیں  
ڈھل گئی جو نور تھے ساچے میں تاریخِ آئیر آفتاب آسمان دولت و اقبال ہیں  
۱۲۸۱ھ

قطبہ تاریخ وفات جناب شیخ محمد حمید الزماں صاحب سیف الدریا

ملک رام پور

آں گرامی گوہر قدسی نفس رحلت از دنیا نے فانی ہوں نمود  
گفت امیر سخت جاں سال حیل صاحب ایماں سپر اپا خیر بود  
۱۲۸۹ھ

ایضاً

اللہ نے جو وصف عطا ان کو کئے تھے وہ انہیں سکے ہیں قیاس بشری میں  
۳۴۵

مرآۃ الغیب

رحلت کی آئینہ نگاہی کہی میں نے یہ تاریخ  
بائیں ملک تھے وہ لباس بشری میں  
۱۲۸۹ھ

## ترجیع بند

قاصد خوش خبر رحمت غفار آمد  
بخت بیدار شد و دولت بیدار آمد  
قطرہ زن آمد و یاد دست گہرا آمد  
ہرچو سب لب بہاراں سوئے گلزار آمد  
تند و پر شور و سید مست ز کہسار آمد  
میکشاں مرزدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
ہر روش اور ہی سامان نظر آتے ہیں  
جان تازہ گل و نسیم و سن پاتے ہیں  
جھومتے ہیں جو شجر سر دہوا کھاتے ہیں  
رقص کرتے ہیں تو طائوس یہ چلاتے ہیں  
تند و پر شور و سید مست ز کہسار آمد  
میکشاں مرزدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
گلستاں میں تخی تزکیت جو مجلس کی ہوتی  
پھر ہوا سرد چلی و جہ بھی اس کی ہوتی  
تازہ امید گل و لالہ و رنگس کی ہوتی  
نہیں معلوم یہ مقبول دعا کی ہوتی  
تند و پر شور و سید مست ز کہسار آمد  
میکشاں مرزدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
لو تماشاے گل و سنبل و بہن کو چلو  
دیکھئے شاہد مقصد کے جو بن کو چلو  
سیر کا وقت ہو گردان کے دامن کو چلو  
بیٹھنا گھر میں مناسب نہیں گلشن کو چلو  
تند و پر شور و سید مست ز کہسار آمد  
میکشاں مرزدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
کرتے ہیں مرغ چین شور گھٹا چھائی ہو  
ہر روش ناچتے ہیں مور گھٹا چھائی ہو  
لطف پر سات کا ہو زور گھٹا چھائی ہو  
صحن گلزار میں گھٹکھور گھٹا چھائی ہو  
۳۲۶

## مرآة الغیب

تند و پر شور سید مست ز کہار آمد  
میکشایان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد  
ز بنیت کی دکانوں کی خداداد ہوئی  
خاطر میں قید غم دہر سے آزاد ہوئی  
اڑ چلیں بومیں ایسی کہ پر باد ہوئی  
بھٹیایں بادہ فروشوں کی پھر آبلہ ہوئی  
تند و پر شور سید مست ز کہار آمد

میکشایان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد  
تہنیت رعد نے چلا کے سائی کیسی  
ہاں میں ہاں کہنے کے کھانے لائی کیسی  
تخی امید مقدر نے دکھائی کیسی  
مٹی تننا جو تھیں آج برائی کیسی  
تند و پر شور سید مست ز کہار آمد

میکشایان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد  
تند اس طرح کا جیسے کسی محبوب کی خو  
شور ایسا کہ نہیں صورت سے کمتر ہو  
وہ سیاہی کہ پریشان ہونے لگیو  
کثرت ایسی کہ فلک کا بھی دبا ہے پہلو  
تند و پر شور سید مست ز کہار آمد

میکشایان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد  
چاہیے دورے تاب ہو چمانہ چلے  
خالفہ میں ہر جو زائد سوتے میخانہ چلے  
مقدرت ہو کہ نہ ہو کام چلایانہ چلے  
زور جھٹک کر چلے بادہ ستانہ چلے  
تند و پر شور سید مست ز کہار آمد

میکشایان مرده کہ ابر آمد و بسیار آمد  
طرفہ اس ابر کی ہے زرقاں جلوہ گری  
ہم سمجھتے ہیں کہ پر کھول کے آئی ہو پری  
زاد خشاک بھی دکھیں گے ترقا تری  
کشت امید ہوئی بادہ پستوں کی پری  
تند و پر شور سید مست ز کہار آمد

## مرآة الغیب

میکشایں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
شک سال کے سبب فخط پڑا تھا کھر  
نصیل خاقان نے کیا کھل گئے اچیدر  
کہ ہر کار و تنخواہ کو کہ دیں یہ خبر  
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد

میکشایں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
رخ جو میں زردہ گلزار نظر آئیں گے  
لارہ صاحب آزار نظر آئیں گے  
جتنے زہاد میں پیو زار نظر آئیں گے  
ز عفرال زار چین زار نظر آئیں گے  
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد

میکشایں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
ہر نیہ پیچیدہ کہ احوال یہاں کا کیا ہے  
آجے کیا رنگ تھا اب آجہاں کا کیا ہے  
کرنیکے شکر یہ مقدور زبان کا کیا ہے  
یہ تصرف جو نہیں پیر مغال کا کیا ہے  
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد

میکشایں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد  
جتنے میکشیں ہیں آئیں گے کوٹا دینے تمام  
کہ انہیں کیلئے یہ نقش کے سامان ہیں ام  
دیں دعا کلب علی خان بہادر کو تمام  
فیض سے اُنکے سنا ہے یہ نگاہ جام  
تند و پر شور و سیہ ست ز کہسار آمد

میکشایں مژدہ کہ ابر آمد و بسیار آمد

## ترکیب بند در تہنیت عید الفطر

جب تک کہ روز عید مسرت فزار ہے  
جب تک کہ کبہ قبلہ اہل صفار ہے



## مرآة الغیب

جب تک کہ قبلہ مرج خلق خدا ہے سجد جب تلک حرم کبریا ہے

قرباں ہو تجھ صید سعادت خدا ہے

بالائے فرق سایہ بال ہمار ہے

جب تک کہ جرم شمش و قمر میں ضیاء ہے جب تک فروغ زہرہ و نور سہا ہے

جب تک جہاں میں چار عناصر کی جباری ہے جب تک کہ خاک آتش و آب ہوا ہے

مقل زمین سپہر ترے زیر پا ہے

سر پر مدام سہا یہ دست خدا ہے

سجد اہل شرع ہو جب تک خدا کا گھر جب تک غازیون کے جھکیں سجد نہیں سر

جب تک کہ معکف رہیں محراب میں بشر جب تک وظیفہ خواں بڑیا نہاد ہر سحر

یار ب صف انام کا تو پیشوا رہے

آفاق مقتدر رہے تو مقتدار ہے

جب تک کہ باغ و بہر میں پھولیں پھلیں شجر جب تک دماغ و چشم کو دین رنگ بو شمر

چنے کھلیں نسیم سے جب تک کہ ہر سحر شبنم ہو گوش گل کیلئے جب تلک گہر

خدا ان گل مراد ہو فضل خدا ہے

نخل مراد میں شمر مدعا رہے

جب تک کہ اہمتر سے چین فقیں یاب ہو جب تک کہ ماہ آئینہ آفتاب ہو

جب تک صدف میں گوہر آفتاب ہو جب تک کہ سنگ معدن نعل خوشتراب ہو

ہر وقت درفشان کف جو دستخار ہے

اس ابر سے جہان چین دل کشا رہے

آباد جب تلک ہر جہاں میں جہان علم جب تک کوئی زمین ہر کوئی آسمان علم

جب تک کہ در سوس میں ہو جوش بیان علم جب تک کہ بحث علم کریں طالبان علم

## مرآة الغیب

جہاں بخش سامعین سخن جانفزا رہے

طرز کلام عیسیٰ معجز شمار ہے  
جہنگ کہ فوج خیم پیچ تیغ ہر تیز  
اصداق اربوبیں رہو جہنگ سقین  
جب تک دلوں کو آب کرے خون ریز

فرق حسود و پیر سہم باد پار ہے

شمس تیرے عدل کی کشور کشا رہے  
جہنگ جہاں میں گردش میل ہمار ہے  
شب جب تلک کبھی بھی دن آشکار ہے  
جہنگ کہ گرم معرکہ گیر دار ہے  
دولت تری زیادہ ہو شہمت سوار ہے

اقبال حاضر و دور دولت سہا رہے

جہنگ کہ عشق گل سے ہو بلبل کے لعل داغ  
پرداز جب تلک کہ رہے عاشق چراغ  
جہنگ کہ فاختہ کو تہنائے سرو باغ  
آشفقہ عشق نہ رہے تا لک کا داغ  
عارض پہ جان جن دلبر کی فدا رہے

دل دو جہاں کا بستہ زلف دو تار ہے

جہنگ مہن کو میسم عدم نکتہ دہاں کہیں  
جہنگ نگاہ یار کو شاعر سناں کہیں  
جہنگ کہ چاند چہرے کو روشن بیان کہیں  
ابر و کو اور شرہ کو خند تاگ دکاں کہیں  
مثل کمان نہ جو ترے آگے جھکا رہے

اُس کا جگر نشا نہ تیر قضا رہے

جہنگ صدف میں قطرہ نمایاں گہر ہے  
جہنگ کہ خیش تاگ سے گل سے شرب ہے  
تا آہن آبیاری پارس سے زرب ہے  
جہنگ کہ خیش تاگ سے گل سے شرب ہے  
لوگے گل طرب سے دماغ آشنا رہے

# مرآة الغیب

شیشہ شراب عیش سے دل کا بھرا رہے  
جیتاک کہلوستان میں جو گل میں زنگار ہو  
جیتاک کہ صحن باغ میں جاری ہو آب تو  
جیتاک صدیا جہان میں پھرتی ہو چار سو  
صحت نصیب باغ جوانی ہر ارہے

اس بوستان کی منتدل آب دہوار ہے  
ایسا جہاں میں حکم کا سکہ ٹھہرا دیا  
نوشہ رواں کا عدل دوبارہ دکھا دیا  
اس درجہ گنج گو سرور سیم و طلا دیا  
خو رشید کو دہ سب ترے آگے سہا رہے

نام آدروں کے نام رہے بھی تو کیا رہے  
یار ہمیشہ دولت و حکمت زیادہ ہو  
فرحت رہے مدام مسرت زیادہ ہو  
بروز زور و یازدے قدرت زیادہ ہو  
عالم ہو زیر حکم حکومت زیادہ ہو  
حاصل ہر اک مراد ہو حامی خدا رہے  
نظر رسول سایہ مشکلا رہے

جیتاک کہ ہاتھ پاؤں کو قوت نصیب ہو  
جیتاک کہ دماغ کو طاقت نصیب ہو  
کافوں کو جب تلک کہ سماعت نصیب ہو  
آنکھوں کو جب تلک کہ بصارت نصیب ہو  
جان و دل امیر بھی بہ فدا رہے  
اسکو کسی سے کام نہ تیرے سوا رہے

تاریخ طبع سابق از سید سلیمان خان مرحوم  
تعلق دارند بلکہ یہ حضرت امیر فقیر  
کہاں ہیں موت و خاک کہاں ہیں ذوق نصیر  
کہاں ہیں ناسخ و آتش کہاں ہیں غنیمت  
چھپا ہو طبع میں دیوان امیر احمد کا  
کہیں زمانے میں حج کا نہیں شبیر نصیر

مرآة الغیب  
کریں مطالعہ اس کا بیدارہ افشا  
کھینچے کسی سے مضامین کی ایسی کہ تصویر  
جو واسطی کو ہوئی فکر از پے تاریخ  
کہا زبانِ قلم نے طفیل فیض اسیر

تاریخ طبع حال از بخور الکمال منشی بھگواند مال ضامن آئینہ مطبع ۱۲۹۰ھ  
۶۱۸۷  
سلمہ المتعال

کنوں گردین ربوب بار ثالث  
پے تاریخ خاقل کرد تحریر  
عجب دیوان اعلیٰ مرآة الغیب  
بوقت طبع زیبا مرآة الغیب

۱۳۰۹ھ  
۱۸۹۲ء

ختم شد

